بانی دائرۂ قادریہ حضرت سید محمد قادری اور
دیگر مشائخ بلگرام کی حیات وخدمات کا جامع تعارف

دائرۂ قادریہ

بلگرام شریف

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز شہسرام

دائرۂ قادریہ بلگرام شریف

Daira-E-Qadria

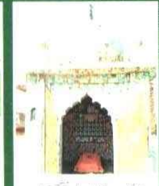
By: Mufti Dr. Sahil Shahsarami (Alig.)

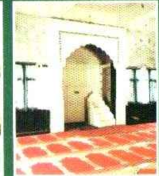




زیر تکمیل قادری مسجد







قادری مسجد کا اندرونی منظر





روضۂ حضرت سید محمد قادری قدس سرہ



دائرہ قادریہ کا صدر دروازہ

دائرہ قادریہ

بلگرام شریف

[بانی دائرہ قادریہ حضرت سید محمد قادری اور دیگر مشائخ بلگرام کی حیات وخدمات کا جامع تعارف]

می نہ روید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خداوندانِ دل [اقبال]

تصنیف

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز

محلّہ مدار دروازہ شہسرام، ضلع روہتاس، بہار ۸۲۱۱۱۵

سلسلۂ اشاعت نمبر: ۸

نام کتاب	:	دائرہ قادریہ-بلگرام شریف [اضافہ وترمیم شدہ ایڈیشن]
مصنف	:	مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]
ناشر	:	سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام 9199095378
اشاعت اول	:	۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء اشاعت دوم : ۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء
صفحات	:	۳۶۸ تعداد : ۱۱۰۰
قیمت	:	۲۵۰/روپے
تعاون خصوصی	:	نیازمندان حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ

ملنے کے پتے

- حجاز بکڈپو، پیپل چوراہا، بلگرام شریف، ہردوئی، یوپی 9670594603
- مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، محلہ سوداگراں، بریلی شریف
- عرشی کتاب گھر، منڈی میر عالم، پتھر گٹی روڈ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲
- فیضان کتاب گھر، ۲۶/فرسٹ فلور، عیدگاہ کمپلیکس، نزد امانت بینک، ٹینری روڈ، بنگلور-۵
- مشاہد بک ڈپو، ۲۹/اے، زکریا اسٹریٹ [فرسٹ فلور]، کولکاتا-۷۳
- القلم فاؤنڈیشن، پتھر مسجد، سلطان گنج، پٹنہ
- کتب خانہ امجدیہ، ٹیامحل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
- نیو سلور بک ایجنسی، ۱۴/محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، ممبئی-۳
- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
- نسیم بکڈپو، نزد مسلم مسافر خانہ، دالمنڈی، بنارس
- مکتبہ نور، نور اللہ روڈ، الہ آباد
- حجاز بکڈپو، سیف آباد بازار، تحصیل: پٹی، ضلع پرتاپ گڈھ
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڈھ

شرف انتساب

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لاڈلے شہزادے

جملہ سادات زیدی کے جداعلیٰ

حلیف القرآن، اسطوانۃ المسجد، سیدالاشجعین حضرت ابوالحسین

سید زید شہید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ [م ۱۱۷ھ]

زید شہید مصحف اسرار اہل بیت
پیداست از مناقب او شان حیدری

[علامہ عبدالجلیل واسطی نامی بلگرامی]

کی بارگاہ کرم میں ایک نیاز مند کا
نذرانۂ عقیدت

طالب کرم

ساحل

فہرست مضامین

تقریظ

تاج الشریعہ عارف باللہ قاضی القضاۃ فخر ازہر حضرت علامہ ***مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری*** قدس سرہٗ، خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

عزیز گرامی مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی کی تصنیف ''دائرہ قادریہ-بلگرام شریف'' کے چند اوراق مختلف مقامات سے عزیزم مفتی محمد یونس رضا سے پڑھوا کر سنے۔ ماشاءاللہ خوب ہے۔ مصنف نے کافی محنت اور لیاقت کا ثبوت دیا ہے اور بہت سلیقے سے مضامین ترتیب دیئے ہیں۔

بلگرام شریف، قدیم زمانے سے سادات زیدی کا موطن و مسکن رہا ہے۔ ہمارے برکاتی مشائخ طریقت کے آباؤ و اجداد، وہیں سے مارہرہ شریف تشریف لائے تھے، اس لیے اولیائے امت اور علمائے ملت کی اس بابرکت سرزمین سے دیرینہ قلبی تعلق ہے۔ ہمارے جد کریم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقدس سرزمین کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ عز و شان و احترام بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر و مہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوار حق ہے صبح و شام بلگرام

اس سرزمین میں زمانۂ قدیم سے اولیائے امت اور نامور علمائے ملت اسلامیہ کا ورود رہا ہے۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سنابل شریف، جن کی کتاب بارگاہ رسالت میں قبولیت کا شرف رکھتی ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بہت احترام کے ساتھ اس کے حوالے اپنے فتاویٰ میں دیئے ہیں۔ حضرت سید مرتضیٰ حسین زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس کی اتحاف السادۃ المتقین فی شرح احیاء علوم الدین کا تذکرہ اور حوالہ بھی فتاویٰ رضویہ میں جابجا ملتا ہے۔ حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے عربی قصائد سے بھی میں بے حد متاثر ہوں۔ ان کی مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، سروآزاد علمی حقوں میں کافی شہرت رکھتی ہیں۔

جیسا کہ بتایا گیا، عزیز القدر مولانا ارشاد احمد رضوی نے اس تالیف میں بلگرامی بزرگوں کے متعدد قدیم خطی نسخوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور جابجا ان کے متعلقہ اقتباسات درج کئے ہیں، ساتھ ہی علامہ عبدالجلیل واسطی بلگرامی اور علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی دو طویل فارسی مثنویاں اپنے اردو ترجمے کے ساتھ شامل کتاب کی ہیں۔ ان مخطوطات سے استفادہ اور مثنویوں کی شمولیت کی وجہ سے اس کتاب کی معنویت دوچند ہوگئی ہے۔

یہ فقیر قادری دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کو اس سے نفع بخشے اور مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہٗ

۷؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

حرفے چند

ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی

ریڈر شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ہندوستان کے نقشے میں جن قصبوں اور شہروں کو تاریخی، علمی اور روحانی اعتبار سے اہمیت حاصل ہے، ان میں سے ایک بلگرام ہے۔ یہ شمالی ہند کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع ہردوئی میں واقع ہے۔

اس سرزمین کو یادِ الٰہی اور تبلیغ دین کے لیے منتخب کرنے والوں میں پہلا نام حضرت خواجہ عماد الدین چشتی نور اللہ مرقدہ کا ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے نصف آخر میں یہاں تشریف لائے تھے۔ اُن دِنوں یہ بستی سری نگر کہلاتی تھی۔

سری نگر کے راجا نے بہت چاہا کہ حضرت علاقہ چھوڑ کر چلے جائیں لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ آپ نے اسی خطے کو اپنا مستقر قرار دیا، یہاں تک کہ یہیں وفات پائی۔ حضرت نے یہ بشارت دی تھی کہ مستقبل قریب میں یہاں مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں یہ علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ حضرت سید محمد چشتی علیہ الرحمہ فاتحِ بلگرام کہلائے اور صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اُن ہی کی نسل سے بلگرام میں ساداتِ کرام کا ایک خاندان آباد ہوا جس کی روحانیت نے بلگرام کو بلگرام شریف بنادیا اور زمین سے اٹھا کر عقیدت مندوں کے دِلوں میں بٹھادیا۔

فاتحِ بلگرام کے اَخلاف میں سے ایک بزرگ میر سید عبدالجلیل چشتی قدس سرہٗ نے مارہرہ میں بود و باش اختیار کی۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے پوتے صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری عشقی قدس سرہٗ کا فیضِ روحانی سلسلہ برکاتیہ کی صورت میں

برصغیر ہندوپاک میں جاری ہے۔

تاریخِ بلگرام سے دلچسپی رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس موضوع پر میر سید غلام علی آزاد کی کتاب مآثر الکرام [فارسی] کو درجۂ استناد حاصل ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ ساحل شہسرامی کی پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور نئی نسل کو بزرگوں کے حالات سے واقف کرانے کی ایک مفید کوشش ہے۔

اس کتاب میں مشاہیرِ بلگرام سید محمد چشتی صاحب الدعوۃ الصغریٰ، حضرت سید شاہ محمد اجمل، حضرت سید محمد قادری [بانی دائرہ قادریہ بلگرام]، حضرت سید شاہ لطف اللہ قادری معروف بہ شاہ لدھا بلگرامی، حضرت سید زین العابدین قادری اور دائرۂ قادریہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید اویس مصطفےٰ قادری کے احوال وکوائف بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف ایک معروف قلم کار ہیں۔ ترتیب وتدوین کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ سستی شہرت اور سنسنی خیزی سے پیرہیز کرتے ہیں اور بات سلیقے سے کہتے ہیں۔

ساحل صاحب ان لوگوں میں ہیں جو لائبریری کو گھر اور گھر کو لائبریری بنالیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نوجوانی میں ہی بزرگی حاصل کر لیتے ہیں۔ سن رسیدہ حضرات انہیں اپنی صف میں دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ یہ بچہ یہاں کیا کر رہا ہے اور نوجوان انہیں اپنے قریب پا کر انتظار کرتے ہیں کہ حضرت تشریف لے جائیں تو ہم لوگ کچھ ہنسی مذاق کریں۔ پڑھنے لکھنے میں ہمہ وقت مصروف رہنے والوں کی یہی سزا ہے! یہ اور بات ہے کہ جسے دنیا سزا کہتی ہے، ہم اُسے انعام سمجھتے ہیں۔ مقامِ شکر ہے کہ ساحل شہسرامی کو یہ سعادت نصیب ہے۔ انھوں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور ان دونوں درسگاہوں کی جھلک ان کی تحریروں میں نمایاں ہے۔ امید کہ اس کتاب کے قارئین بھی اس رائے سے اتفاق کریں گے۔

قمرالہدیٰ فریدی
شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
جمعرات: ۱۵؍ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ/۳؍دسمبر ۲۰۰۹ء

تقدیم

ساحل شہسرامی [علیگ]

علم وادب کی دنیا سے روشناسی کے بعد ہندوستان کے جن شہروں اور قصبات کا علمی اور روحانی سطح پر نقشِ دل میں جما، ان میں حضرت دہلی کے بعد بریلی شریف، بلگرام شریف، فرنگی محل، رام پور، حیدرآباد خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ بریلی شریف امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی نسبت سے ممتاز ہے جن کی فضیلت، عبقریت اور دینی، علمی اور روحانی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ بلگرام میں سید المحققین حضرت سید میر عبدالواحد شاہدی بلگرامی قدس سرہٗ، سید مرتضیٰ علی زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس کے جدامجد صاحب العرفان کاشف الحقیقۃ حضرت علامہ سید محمد قادری جیسی نامور شخصیتیں جلوہ افروز ہیں، جن سے بلگرام کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ حضرت میر عبدالواحد کی مقبول بارگاہ رسالت کتاب سبع سنابل شریف نے اس تعارف میں خاص کردار ادا کیا۔ جب فکر اور شعور مزید پختہ ہوئے تو صاحب تاج العروس علامہ سید مرتضیٰ زبیدی، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی سے تعارف ہوا۔ ان مختلف الجہات تعارف نے اس سرزمین کا اشتیاق بھرا تصور دل میں جاگزیں کر دیا۔ فرنگی محل درس نظامی کی نسبت سے خاصا متعارف تھا۔ رامپور، حیدرآباد اپنی علمی سرپرستی، اشاعتی خدمات اور کتب خانوں اور لائبریریوں کی وجہ سے آشنا رہے۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں پی ایچ ڈی کرنے کے دوران عربی ادب کی تاریخ کے حوالے سے عرفان عرب [عربی ادب کی تاریخ، صفحات: ۵۸۴] اور متنبی۔ ایک خصوصی مطالعہ [صفحات: ۱۸۴] مکمل ہوئے۔ اسی دوران ۲۰۰۷ء میں ''حضرت صادق شہسرامی۔ حیات اور شاعری'' [صفحات: ۳۶۸] مکمل ہوئی۔ ۲۰۰۷ء میں ہی پی ایچ ڈی کا

مقالہ: ”مساہمۃ العلامۃ فضل حق الخیرآبادی فی الدراسات الاسلامیۃ والفلسفیۃ“ [صفحات تقریباً: ۵۰۰] مرحلۂ تکمیل کو پہنچا اور ۱۳ر فروری ۲۰۰۸ء کو شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جمع کیا گیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کے تعلق سے تحقیقی مطالعہ کے دوران اودھ کی اجمالی تاریخ نظر سے گذری، علامہ خیرآبادی کے شاگرد سید عبداللہ بلگرامی کے خیرآبادی تصانیف پر حواشی دیکھے، علامہ آزاد کے حالات پڑھے، مولانا آزاد لائبریری میں ان کے دواوین کا مطالعہ کیا، پھر علامہ آزاد کی معروف تصنیف مآثر الکرام کے اردو ترجمے پر نظر ثانی کی تو رجال بلگرام سے تعارف اور انسیت بڑھتی چلی گئی۔ بالآخر رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ کے پہلے عشرے میں بلگرام شریف حاضر ہوا اور ”دائرہ قادریہ۔ بلگرام شریف“ کی تالیف کا آغاز ۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۹ء کو ہو گیا۔

بلگرام شریف، قنوج کے بغل میں گنگا کے شمالی جانب واقع ہے۔ سلاطین اسلام کے زمانے میں مملکت اودھ بارہ چکلہ داریوں پر منقسم تھا: ۱۔لکھنؤ، ۲۔سلطانپور، ۳۔الدیمال، ۴۔پرتاپ گڑھ، ۵۔بیسواڑہ، ۶۔سلون، ۷۔اہلادگنج، ۸۔گونڈہ ۹۔ بہرائچ، ۱۰۔خیرآباد، ۱۱۔ساںڈی، ۱۲۔رسول آباد۔ اس زمانے میں بلگرام، خیرآباد کے توابع میں آتا تھا۔

انگریزی دور حکومت میں اودھ چار صوبوں میں تقسیم تھا اور ہر صوبے میں تین ضلع ہوتے تھے:

[۱] لکھنؤ، اس کے تین ضلع: ۱۔لکھنؤ ۲۔بارہ بنکی ۳۔اناؤ تھے۔
[۲] خیرآباد، اس کے تین ضلع: ۱۔سیتاپور ۲۔کھیری ۳۔ہردوئی تھے۔
[۳] بیسواڑہ، اس کے تین ضلع: ۱۔رائے بریلی ۲۔پرتاپ گڑھ ۳۔سلطان پور تھے۔
[۴] فیض آباد، اس کے تین ضلع: ۱۔فیض آباد ۲۔گونڈہ ۳۔بہرائچ تھے۔

بلگرام شریف اس زمانے میں ہردوئی ضلع کے اندر تھا اور اب بھی یہ ضلع ہردوئی کی تحصیل ہے۔ [تاریخ بلگرام، صفیر بلگرامی، ص ۱۶۹]

یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے، باغات اور سبزہ زار کثرت سے ہیں۔ زبان پر اودھ کا خاص اثر ہے۔ صفیر بلگرامی شاگرد خاص میر و غالب، لکھتے ہیں:

”ابتدائے اسلام میں زبان عربی اور فارسی بولی جاتی تھی مگر ہنود کے میل جول سے ایک طرح اردوئے خام زبانوں پر جاری ہوگئی جس میں بھاکا بلگرام کا ملا جلا ہوا تھا مگر مردوں کو اس سے بہت کم کام پڑتا تھا۔ نوکر چاکر کو ضرورت بولنے کی ہوتی تھی۔ بعد اس کے جب زمانہ اردوئے معلیٰ کا آیا، زبان نے بھی جلا پائی۔ لکھنؤ کی زبان کی تقلید نے روزمرہ درست کر دیا۔ اب علی العموم بہ نسبت اور قصبات کے بلگرام کی زبان اہل شہر کی طرح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت آب و ہوا کی سبب سے خاک بلگرام میں تکمیل تک پہنچنے کا بڑا شوق ہے۔ چنانچہ اس کی حقیقت آئندہ معلوم ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عربی کی طرف متوجہ ہوئے تو صدہا بیش و کم قریب تکمیل کے پہونچ گئے۔ آخر علامہ اور حسان الہند کے خطاب کے قابل بھی ہوگئے۔ ہندی سنسکرت پر توجہ کی تو کبیشروں [ممتاز ہندی شعرا] کے دم بند کیے، ممتاز زمانہ ہوگئے۔ گانے پر آئے تو نائک کہلائے، فارسی میں وہ قدرت بہم پہونچائی کہ حضرت غالب بھی مان گئے۔ اردو میں آج بھائی غلام حسنین قدر سا محقق زبان، مدقق دوراں موجود ہے، لکھنؤ سے شہر میں ڈنکا بجا رہا ہے۔ انگریزی میں در آئے تو ایسی گفتگو کی کہ ولایت زادنگ ہوگئے۔ الغرض بظاہر یہ بیان خودستائی معلوم ہوتا ہے مگر واقعی ان سے پوچھئے جن کی کاملین بلگرام سے ملاقات ہوئی ہے“۔ [تاریخ بلگرام، صفیر بلگرامی، ص ۱۱۲]

صفیر بلگرامی کے بیان کے مطابق بلگرام شریف میں اٹھارہ محلے تھے:

۱۔میاں ٹولہ، ۲۔ٹکرہ، ۳۔قاضی پورہ، ۴۔خورد پورہ، ۵۔ملکنٹھ، ۶۔سلہٹرہ، ۷۔رفعت گنج، ۸۔املہانہ، ۹۔منڈئی، ۱۰۔کہترانہ، ۱۱۔ بھٹ پوری، ۱۲۔بازار خورد، ۱۳۔حیدرآباد ۱۴۔متولی پورہ، ۱۵۔سگرہ، ۱۶۔سیدواڑہ، ۱۷۔کاسوپیٹھ، ۱۸۔میدان پورہ۔

ان میں درج ذیل محلے خاص طور سے سادات کرام سے آباد تھے:

۱۔میدان پورہ، ۲۔خورد پورہ، ۳۔سیدواڑہ، ۴۔کاسوپیٹھ، ۵۔منڈئی، ۶۔سلہٹرہ، ۷۔ملکنٹھ، ۸۔حیدرآباد۔ ان محلوں میں سترہ سو ۱۷۰۰ ڈیوڑھیاں صرف صغروی سادات کی تھیں“۔ [تاریخ بلگرام، صفیر بلگرامی، ص ۳۴، ۴۲، ۴۰]

ان میں محلّہ میدان پورہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جیسا کہ ابھی آتا ہے۔

یہاں کی زمین بہت زرخیز اور کاشت کے لیے موزوں ہے۔ یہاں مختلف قسم کے

اجناس اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اجناس میں گیہوں، مکئی، ارہر، ماش، مسور، لوبیا، مونگ، باجرہ، جوار، آلو، تمباکو، سرسوں، تل، اوکھاری، پوست کپاس، السی، چاول گندہ اور پھلوں میں شریفہ، لیموں، نارنگی، زرد آلو، ناشپاتی، سیب، لوکاٹ، انڈ خربزہ، انگور، کیلا پیدا ہوتے ہیں۔ صنعت وحرفت میں بھی بلگرام مشہور رہا ہے۔ صفیر بلگرامی کے بیان کے مطابق یہاں بے جوڑ کا قلمدان بنتا ہے جس کی دور دور سے فرمائش آتی ہے۔ چھری، قینچی، بکس، پاندان، خاص دان، سروتہ، آہنی وبرنجی، چوڑیاں اور لکڑی کی دیگر چیزیں بھی بنتی ہیں۔ [تاریخ بلگرام، ص ۴۳،۴۴] آج کل بلگرام کی خاص صنعت ملبوسات پر مینا کاری اور شیشہ گری ہے۔

بانی دائرہ قادریہ کا خاص تعلق محلّہ میدان پورہ سے ہے جو عرصہ قدیم سے خالص اہل سنت وجماعت کا محلّہ ہے۔ بقول صفیر بلگرامی جو خود شیعہ ہیں: یہ محلّہ میدان پورہ بالکل اہل سنت والجماعت کا محلّہ ہے مگر حنفی مذہب، صوفی مشرب، دوست دار اہل بیت ہیں [تاریخِ بلگرام، ص ۴۷] سارے سادات بلگرام اسی مذہب اہل سنت کے تھے۔ سید اسمٰعیل عرف چھیماں [م ۱۰۸۸ھ] کو بلگرام میں شیعیت کا نقطہ آغاز مانا جاتا ہے۔ [ایضاً ص ۸۵]

اہل سنت کا یہ محلّہ میدان پورہ نقطۂ پرکار کی مانند مرکزیت رکھتا ہے۔ اس کے محل وقوع کے بارے میں میں بے کم وکاست صفیر بلگرامی کا تبصرہ نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

''محلّہ میدان پورہ بلگرام کی آبادی کا نقطہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ قلعہ بلگرام وسط میں تیار ہوا ہے اور میدان پورہ اوس کے نیچے قریب آباد ہے۔ کچھ زمین اس کی بالائے حصار اور کچھ زیر حصار لکھی جاتی ہے۔ اس لیے سوا اس محلّہ کے اور سب محلے بیرون حصار کہلاتے ہیں۔ یہ محلّہ پانچ پھاٹکوں سے محصور اور مکانات کے حصار سے مصون [محفوظ] ہے۔ چار پھاٹک سادات کے مکانات کے ہیں اور آبادی اس محلّہ کی کل عمارت پختہ سے ہے۔ حضرت آزاد شجرۂ طیبہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ جلیل لکھتے ہیں کہ پہلے سید محمد صغریٰ اور ان کی اولاد امجاد قریب قلعہ کے بالائے تل، جس کو اوپر کوٹ اور فرامین سلاطین میں بالائے حصار کہتے ہیں، آباد ہوئی تھی۔ اور محلّہ میدان پورہ زیر تل واقع ہے۔ ضرور وہاں میدان ہوگا اور آباد کرنے پر اُس جگہ کا نام میدان پورہ ہوا۔

بہر حال اول آبادی بالائے حصار ہو یا زیر حصار، ایک ہی مقام ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سادات صغراوی کی آبادی یہیں سے شروع ہوئی ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں تحریر بالا وآئندہ شاہد ہے۔ علامہ جلیل لکھتے ہیں کہ جب سید محمد صغریٰ کی اولاد میں سید علی اور سید حسین پسران سید نصیر بن سید عمر بن سید محمد صغریٰ کی نوبت پہنچی، سید علی لاولد گئے۔ سید حسین نے جائے سکونت پہلے وہاں اختیار کی جہاں اب محلّہ سید واڑہ میں سید قریش بن سید ابوالقاسم کا مکان ہے، اور چونکہ سید علی لاولد گئے، اس لیے سید سالار بن سید حسین ممدوح نے اپنے بھائی سید قاسم بن سید حسین ممدوح کو وہیں چھوڑا۔ اون سے سلہٹرہ کے سادات ہیں۔ اور خود سید سالار پھر اپنے اصلی مقام پر کہ بالائے تل مذکورہ قریب قلعہ جائے قیام جد اعلیٰ سید محمد صغریٰ ہے، آرہے اور ان سے میدان پورہ کے سادات بھتہ ہیں۔ اور یہ بھتہ کا لقب سید سالار کے پوتے سید محمود کلاں سے جاری ہوا ہے، جس کی وجہ اون کے حال میں تحریر ہوگی۔

اور ایک دلیل قیام اول سید محمد صغریٰ کی بمقام بالائے تل یہ ہے کہ علامہ جلیل لکھتے ہیں کہ جن دنوں تل آباد تھا تو وہاں مقام بزرگان بھتہ کے تھے جو متصل مزار مبارک جد بزرگوار سید محمد صغریٰ کے ہے اور اوس وقت ایک جماعت میر شکاروں کی اوس سرزمین پر آباد تھی اور عہد سید نظام الدین بن سید اسد اللہ عرف چاند تک کہ ۱۱۳۱ھ میں انہوں نے وفات کی، اون میر شکاروں سے بطریق پرچوت [یعنی حق مالکانہ] کے لیا جاتا تھا اور بعد اوس کے بالائے تل سے اٹھ کر زیر تل آبادی شروع کی کہ محلّہ میدان پورہ وہی ہے۔ اس تحریر سے معلوم ہوا کہ پہلے محلّہ میدان پورہ کے قریب حضرت سید محمد صغریٰ اور اون کی اولاد کی سکونت تھی۔ اوس کے بعد محلّہ سید واڑہ کی زمین پر آبادی شروع ہوئی، اوس کے بعد محلّہ میدان پورہ زیر تل آیا۔ کیونکہ سید محمد صغریٰ کے دو بیٹے: بڑے سید سالار، چھوٹے سید عمر۔ یہ دونوں لامحالہ پہلے اپنے باپ کے ساتھ قیام پذیر ہوئے ہوں گے۔ وہ مقام بالائے تل تھا۔ اور سید سالار جد سادات سید واڑہ ہیں، جن میں مع پچ بھیا نو قبیلہ ہوئے ہیں۔ آخر پچ بھیہ وہاں سے اُٹھ کر محلّہ میدان پورہ میں آرہے تو اولاد سید سالار کی بود وباش سید واڑہ میں ہوئی اور وہ وہیں رہے اور ان کی اولاد تین پشت تک بالائے تل

رہی اور چوتھی پشت میں سید حسین نے جا کر سیدواڑہ میں سکونت کی اور آخر سید حسین کے بیٹے سید سالار کہ جد سادات بھتہہ میدان پورہ ہیں، پھر آ کر بالائے تل قیام پذیر ہوئے اوران کی اولاد سے محلّہ میدان پورہ آباد ہوا اور یہ اولاد بھتہہ کہلاتی ہے جس کی وجہ معلوم ہوگی۔ پس بالائے تل سے اٹھ کر پہلے سیدواڑہ آباد ہوا ہے۔

یہ محلّہ میدان پورہ تین عشیرہ کے لوگوں سے آباد ہے۔ اول بھتہہ: جس کی وجہ تسمیہ سید محمود اکبر جد القبیلہ بھتہہ کے حال میں لکھی جائے گی۔ دوئم ڈھبہہ: ڈھبہہ اوس کو کہتے ہیں جس کے پاؤں کے تلوے پُر گوشت ہوتے ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ ڈھبہہ تھے۔ سوم پچ بھیہ: اس قبیلہ میں اکثر پانچ پانچ بھائی ہوتے آئے ہیں۔ اس سبب سے اس قبیلہ کا نام پچ بھیہ مشہور ہے''۔ [تاریخ بلگرام، صفیر بلگرامی، ص ۳۹-۴۰]

پہلے ارادہ تھا کہ ابتدائی مرحلے میں پچاس ساٹھ صفحے پر مشتمل ایک مختصر کتاب مرتب کردی جائے لیکن جب کام کا آغاز ہوا تو اس قدر اختصار کے ساتھ سرسری گذرنا ممکن نہ ہوسکا۔ ایک کے بعد ایک ماخذ اور مواد تک رسائی ہوتی گئی اور کام کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ بنیادی ماخذ علامہ آزاد کی مآثر الکرام رہی جس کے حوالے جابجا نظر آئیں گے۔ دوسرا اہم ماخذ روضۃ الکرام ہے جس کے تین ایڈیشنوں سے استفادہ رہا۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احسن کلکشن میں بلگرامی مخطوطات خاصی تعداد میں نظر آئے جنھوں نے اس علمی پروجیکٹ کی دلچسپی میں اور اضافہ کردیا۔ اس کا متعلقہ مواد شامل کتاب ہے۔ ان مخطوطات میں حضرت میر نوازش علی فقیر بلگرامی کی تصنیف ''سلاسل الانوار فی سیر الابرار''، سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، بدیعیہ کے مشائخ کے اجمالی تذکرے اور حضرت میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی اور ان سے وابستہ خاص افراد کے مفصل ذکر جمیل پر مشتمل ہے۔ اس گرانقدر تصنیف کے ترجمہ کی سعادت بھی اس فقیر قادری ساحل کو نصیب ہوئی، عنقریب یہ بھی اشاعت پذیر ہوگی۔ اخیر مرحلے میں صفیر بلگرامی کی تاریخ بلگرام ہاتھ آئی جو اس سرزمین کا تہذیبی اور ثقافتی تعارف اچھے انداز میں پیش کرتی ہے۔ اس سے بھی ضروری اقتباسات درج کتاب کئے گئے اور کچھ خاص تہذیبی

اور جغرافیائی باتیں اس مقدمے میں شامل کی گئیں، کیونکہ اس کتاب کا موضوع تاریخ بلگرام نہیں، بلکہ دائرۂ قادریہ ہے۔ جو باتیں جہاں سے لی گئی ہیں، ان کے حوالے درج ہیں۔ یہ اقتباسات کہیں من وعن ہیں، کہیں ترجمہ کی صورت میں اور کہیں تسہیل کے پیش نظر معنوی روایت پیش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں مآثر الکرام کے سارے اُردو ترجمے احقر کے ہیں۔ ترجمہ میں وضاحت اور سلاست کی راہ اپنائی گئی ہے۔ اخیر میں کتابیات کی فہرست موجود ہے۔ حضرت علامہ سید میر عبدالجلیل نامؔی واسطی بلگرامی کی مثنوی امواج الخیال اور اس کا تکملہ مثنوی معراج الکمال جسے علامہ آزاد نے نظم فرمایا، دونوں مثنویاں کتاب کے بالکل اخیر حصے میں درج کی گئیں کیونکہ یہ خاصی طویل ہیں اور موضوع کتاب سے براہ راست تعلق نہیں رکھتیں۔ علامہ آزاد کی مثنوی معراج الکمال، اور بھی بہت کچھ بالکل پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے۔ مشمولات سے اس کا اندازہ ہوگا۔ بعض روایات ایسی بھی ملیں گی جن کا حوالہ درج نہ ہوگا۔ وہ روایات سینہ ہیں جو ثقہ اراکین خاندان واسطی سے حاصل کی گئی ہیں۔ مولانا مختار احمد نظامی جو دارالعلوم دعوۃ الصغریٰ میں استاذ تھے پھر بعد میں ماؤف الدماغ ہوگئے، ان کی قلمی یادداشتوں سے حضرت سید شاہ زین العابدین علیہ الرحمہ کے حالات میں مدد لی گئی ہے۔ ایک قلق رہ گیا کہ تلاش بسیار کے باوجود بانی دائرہ قادریہ کے مرشد برحق حضرت شیخ سید یٰسین حموی اور مرشد اجازت حضرت مولانا شاہ سلطان بن ناصر قدس سرہما کے احوال وکوائف دستیاب نہ ہوسکے۔

اس کاروان علم وتصنیف میں مختلف علم دوست بزرگوں کا تعاون حاصل رہا۔ مرشد گرامی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری [افسوس مرشد برحق ۶ر ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ بوقت مغرب وصال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون]، محترم ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی علیگ، ریڈر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی گرامی تحریریں اور دعاؤں کی خوشبو شریک کتاب ہے۔ ان گرامی تحریروں سے اس کتاب کو وقعت اور ان بزرگوں کی دعاؤں سے اس کم سواد کو تقویت ارزاں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علمی اور روحانی فیوض وبرکات سے ناچیز کو سرفراز رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

مخدوم گرامی، مرشد اجازت حضرت مولانا حافظ سید شاہ اویس مصطفیٰ قادری واسطی بلگرامی اور آپ کے برادر محترم حضرت الحاج ڈاکٹر سید بلال مصطفیٰ عرف سید بادشاہ حسین واسطی دامت برکاتہم القدسیہ کی علمی سرپرستی اور تعاون قدم قدم پر حاصل رہا۔ ان بزرگوں کی علم دوستی، ذرہ نوازی اور کریمانہ شفقتیں ہی تھیں جن کے سہارے یہ کتاب ایک مہینہ کی مختصر مدت میں مکمل ہوگئی، ورنہ مجھ جیسے ژولیدہ حال سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی عنایت ارزانی سلامت رکھے اور ان کی برکات ہمایوں سے نفع یاب فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

یہ کتاب جہاں بزرگوں کے ذکر جمیل کی تازہ کاری ہے، وہیں اس سے مقصود یہ بھی ہے کہ ہم ان مقدس بزرگوں کے حالات زندگی کے آئینے میں اپنا روشن ماضی دیکھ سکیں اور اس کی روشنی میں تابناک مستقبل کی تعمیر کے لیے خود کو آمادۂ عمل کرسکیں۔ اگر چند نوجوانوں نے بھی سعادت کی وہ شاہراہ دیکھ لی، جس کا ہر گام بزرگوں کے مقدس نقوش قدم سے کہکشاں کی رہ گذر بنا ہوا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہوگئی۔

اپنے مَن میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

سہو اور تسامح انسانی فطرت ہے اور یہ بے مایہ اپنی کم سوادی سے خوب واقف، اس لیے اہل نظر کی اصلاحی ہدایات کا انتظار رہے گا۔

طالب دعا: ساحل

۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ ۱۷/ نومبر ۲۰۰۹ء، سہ شنبہ بوقت ایک بجے شب

ساحل شہسرامی ----- ایک تعارف

- قلمی نام: ساحل شہسرامی [علیگ] ۞ نام : ارشاد احمد رضوی
- ولدیت: جناب اشفاق احمد رضوی ولد وصی احمد حبیبی
- مستقل پتہ: وصی منزل، محلہ مدار دروازہ، شہسرام، بہار Email: r.sahil27@gmail.com
- تعلیمی نسبتیں: ضیائی، مصباحی، علیگ
- بیعت : تاج الشریعہ شاہ اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ، بریلی شریف
- اجازت وخلافت: ۱- تاج الشریعہ شاہ اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ، بریلی شریف [۱۳/ سلاسل]
  ۲- مخدوم ملت مولانا سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ، بلگرام شریف [۵/ سلاسل]
  ۳- حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی دامت برکاتہم القدسیہ، بلگرام شریف [۶/ سلاسل]
  ۴- علامہ محمد غلام یٰسین رضوی دام ظلہ، قاضی شہر بنارس، خلیفہ مفتی اعظم [سلسلۂ رضویہ]
- تعلیمی اسناد: ☆ ڈاکٹریٹ [پی ایچ ڈی] ۲۰۱۰ء، ☆ ایم اے، ۲۰۰۱ء [علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ] ☆ تخصص فی الفقہ الحنفی، ۱۹۹۵ء ☆ فضیلت، ۱۹۹۳ء ☆ عالمیت، ۱۹۹۱ء ☆ مولویت ۱۹۸۹ء ☆ قراءت حفص ۱۹۹۱ء ☆ قراءت سبعہ ۱۹۹۳ء [جامعہ اشرفیہ، مبارکپور]
- پروفیشنل کورسیز: ☆ کمپیوٹر فنڈامینٹل اینڈ ایم ایس آفس، نوڈل سینٹر آف EMD، یونیورسٹی پالیٹیکنک، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ☆ IELTS [6.0 Band] ۲۰۰۶ء
- زبان دانی : اُردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی ۞ فکر سخن : نعت ومناقب - پچاس سے زائد
- عمرہ وحاضری بارگاہ عرش جاہ: جنوری ۲۰۱۸ء
- بیرونی ممالک کا سفر: جرمنی، ہالینڈ، بلجیم، فرانس، لکسمبرگ، اکتوبر ۲۰۱۸ء
- علمی ورفاہی خدمات:
  - سابق لکچرار و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور ۞ سابق ممبر، مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
  - سابق ایڈیٹر: سالنامہ اہل سنت کی آواز، علی گڈھ ۞ دینی مجلس شہسرام [ہفت روزہ نشست] کی ۱۹۹۷ء میں تاسیس
  - ڈائریکٹر، بانی: شیر شاہ سوری اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، شہسرام ۞ چیف ایڈیٹر: سالنامہ "شہسرام"
  - رکن مجلس مشاورت، امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۞ رکن مجلس ادارت، ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف
  - اسکروٹنائزر: فارسی ٹیکسٹ بکس، کرناٹکا
- ایوارڈ : امام احمد رضا ایوارڈ، امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۲۰۱۳ء
- مونٹو : حضرت علامہ قاضی سید عبد القدوس قادری قدس سرہ سیمینار، بنگلور ۲۰۱۷ء

اسلامی، صوفیانہ مخطوطات کی تحقیق، تدوین، ترجمہ، تحشیہ

[۱] شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن - ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ
علی گڑھ، پروفیسر سید محمد امین، ۲۰۰۳ء [صفحات: ۶۰۰]
مخطوطہ کے مصنف: حضرت سید شاہ محمد حقانی بلگرامی [م ۱۲۱۰ھ]
لائبریری خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ، ضلع ایٹہ
زبان: اردو، موضوع: تفسیر وترجمہ قرآن، زمانۂ تصنیف: ۱۲۰۶ھ، صفحات مخطوطہ: ۹۰۰
۹۰۰ رصفحات پر مشتمل ۲۳۰ رسال قدیم یہ مخطوطہ اردو زبان کے اولین تراجم میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ اس فقیر قادری نے شریک مصنف پروفیسر سید محمد امین کے ساتھ مل کر پیش کیا ہے جو چھ ابواب پر مشتمل ہے۔

[۲] نام کتاب: کاشف الاستار [زیر طبع]
شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۸۰۰]
مخطوطہ کے مصنف : اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قادری بلگرامی [م ۱۱۹۸ھ]

مارہرہ، خانقاہ برکاتیہ/ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی/ رامپور، رضا لائبریری

زبان: فارسی موضوع: تصوف زمانۂ تصنیف: ۱۱۹۶ھ صفحات مخطوطہ: ۴۰۰

بڑے سائز کے چار سو صفحات پر مشتمل ڈھائی سو سال قدیم اس فارسی مخطوطے کے ترجمہ، تحشیہ اور تقدیم کی سعادت اس فقیر قادری کو ۲۰۰۳ء میں میسر آئی جس کی ضخامت بڑے سائز کے ۷۰۰ر صفحات سے متجاوز ہے۔ اس میں صوفیانہ مکاتیب، خاندانی بزرگوں کے حالات، حکیمی نسخے اور عملیات کا خاصا حصہ ہے۔ اس کتاب کے چار نسخے دستیاب ہوئے۔ دو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی آزاد لائبریری میں، ایک رضا لائبریری اور ایک مارہرہ کی خانقاہ برکاتیہ میں۔ ان میں دو نسخے ناقص الآخر ہیں۔ چاروں نسخوں سے مقابلہ کے بعد اس کے ترجمے کی سعادت حاصل ہوئی۔

[۳] نام کتاب: فتاویٰ ملک العلما

بریلی شریف، المجمع الرضوی ۲۰۰۵ء/ لاہور، مکتبہ نبویہ ۲۰۰۶ء/ راولپنڈی، ۲۰۱۱ء [صفحات: ۵۰۴]

مخطوطہ کے مصنف : ملک العلما سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی [م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء]

زبان: اردو/ عربی موضوع: فقہ زمانۂ تصنیف: ۱۳۲۴ھ صفحات مخطوطہ: ۴۴۰

دور جسٹر میں محفوظ یہ علمی مخطوطہ نہایت ژولیدہ حالت میں تھا، جگہ جگہ سطریں خالی تھیں۔ فقیر قادری نے اپنے تجربات کی روشنی میں اور فتاویٰ رضویہ شریف کی مدد سے ۶۰۰ر صفحات پر مشتمل اس فقہی مخطوطے کو مرتب کیا اور اس پر مبسوط مقدمہ لکھا جس میں فقہ کی پوری تاریخ اجمالی طور سے دے دی گئی ہے۔ حضرت ملک العلما کی سوانح حیات اور ان کی فقہی مہارت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلے مرشد برحق حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے حکم سے المجمع الرضوی، بریلی شریف سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ پھر پاکستان کے متعدد مکتبوں نے شائع کیں۔

[۴] نام کتاب: منبع الانساب

علی گڑھ، مدرسہ فیضان مصطفےٰ پہلا ایڈیشن: ۲۰۰۵ء [صفحات: ۵۰۴]/ دوسرا ایڈیشن: ۲۰۱۵ء [صفحات: ۱۰۱۶]

مخطوطہ کے مصنف : مخدوم سید معین الحق چشتی جھونسوی قدس سرہٗ، الٰہ آباد

الٰہ آباد/ لکھنو، ندوہ لائبریری

زبان: فارسی موضوع: تصوف و رجال تصوف زمانۂ تصنیف: تقریباً ۸۳۰ھ صفحات مخطوطہ: ۲۲۳

تقریباً چھ سو سال پرانے اس گرانقدر صوفیانہ مخطوطے تک رسائی کئی مرحلوں میں ہوئی۔ پہلے اس کا ۱۲۹۸ھ کا رقم کردہ ناقص الآخر نسخہ ملا جس کا ترجمہ متوسط سائز کے ۵۰۴ر صفحات پر مشتمل ۲۰۱۰ء میں منظر عام پر آیا پھر اس کا کامل نسخہ محترم فرید الحسن عثمانی ایڈوکیٹ [پتھر گلی، الٰہ آباد] کی عنایت سے حاصل ہوا جو بڑے سائز کے ۲۲۳ر صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۹۷ھ کا تحریر کردہ ہے۔ تیسرا نسخہ ندوہ میں دستیاب ہوا جو ناقص الطرفین اور باریک خط تھا۔ ان تین نسخوں کے مقابلے کے بعد اس کامل نسخے کا اردو ترجمہ تحشیہ اور تقدیم مکمل ہوئی جو بڑے سائز کے ۱۰۱۶ر پر پھیل گئی۔

[۵] نام کتاب: وجود العاشقین [زیر طبع]

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۱۱۲]

مخطوطہ کے مصنف : خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد زیدی، گلبرگہ شریف [م ۸۲۵ھ]

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اندراج:

زبان: فارسی موضوع: تصوف/ وحدۃ الوجود زمانۂ تصنیف: آٹھویں صدی ہجری صفحات مخطوطہ: ۲۰

اس کا مخطوطہ علی گڑھ کے دوران قیام دستیاب ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ تحشیہ کے ساتھ ۸۰ر صفحات پر پھیل گیا۔ شروع میں حضرت سیدنا خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کے حالات مبارکہ بھی شامل کئے گئے۔ یہ اس مبارک کتاب کا پہلا ترجمہ نہیں ہے، سنا ہے کہ اس کا ترجمہ ہو چکا ہے جو میری نگاہ سے نہیں گذرا، لیکن وہ صرف ترجمہ ہے، ہمارے ترجمہ میں وضاحتی تحشیہ بھی شامل ہے۔

[۶] نام کتاب: سلاسل صوفیہ

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۲۱۶]

مخطوطہ کے مصنف : علامہ صوفی سعد اللہ سلونی، بریلوی علیہ الرحمہ [م ۱۱۳۸ھ]

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اندراج: احسن عربیہ، ۵/۷، ۲۹۷

زبان: عربی موضوع: تصوف و رجال تصوف زمانۂ تصنیف: تقریباً ۱۱۳۰ھ صفحات مخطوطہ: ۲۰

تقریباً تین سو سال قدیم اس مختصر مخطوطے کی زیارت بھی منبع الانساب پر تحقیق و ترجمہ کے دوران علی گڈھ میں ہوئی۔ اس میں صوفیہ کے مشہور چودہ خانوادوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس فقیر قادری نے اس کا اردو ترجمہ کیا، حواشی تحریر کئے اور اس میں کافی اضافے کئے۔ اب یہ سلاسل صوفیہ پر ایک مختصر اور جامع کتاب ہے جو ۲۱۶ر پر پھیل چکی ہے۔

[۷] نام کتاب: سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات [فضائل سادات]

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۵ء [صفحات: ۱۳۶]

مخطوطہ کے مصنف : علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ [م ۱۲۰۰ھ]

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اندراج: احسن فارسیہ- ۹۲۰،۲۳

زبان: فارسی موضوع: سوانح و فضائل زمانۂ تصنیف: بارہویں صدی ہجری صفحات مخطوطہ: ۲۰

ڈھائی سو سال قدیم یہ فارسی مخطوطہ بھی علی گڈھ میں دریافت ہوا جب میں منبع الانساب کے ترجمہ و تحقیق میں مصروف تھا۔ اس فارسی مخطوطے کی اشاعت غالباً ممبئی سے کبھی ہو چکی ہے لیکن میرے سامنے مخطوطہ تھا، اس کی مطبوعہ صورت سے میں نا آشنا تھا۔ مئی ۲۰۱۴ء میں اس کا ترجمہ اور تحشیہ مکمل کیا اور فضائل سادات پر اپنے ایک مضمون کو بھی اخیر میں شامل کتاب کر کے اس کا عام فہم نام ''فضائل سادات'' تجویز کیا۔

[۸] نام کتاب: نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی [صغروی سادات بلگرام]

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء [صفحات: ۳۶۸]

مخطوطہ کے مصنف : علامہ سید محمد بن سید غلام نبی بلگرامی علیہ الرحمہ [وفات: تیرہویں صدی]

زبان: فارسی موضوع: سوانح و رجال زمانۂ تصنیف: ۱۲۷۰ھ صفحات مخطوطہ: ۲۰۰

سادات بلگرام کے نسب نامے پر مشتمل یہ کتاب کافی معلوماتی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہ وبارک وسلم سے لے کر مصنف تک کے بلگرامی خاندانوں کی ذیلی شاخوں کا جامع اور مختصر تعارف ہے۔ اس میں صرف حضرت میر اسمٰعیل رزاقی قدس سرہٗ، مسولی شریف اور ان کے پیر و مرشد سرکار بانسہ محبوب بے کر سیدنا شاہ عبد الرزاق قادری قدس سرہٗ کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہے۔ بلگرامی سادات میں ایک قبیلہ پنچ بھیہ کہلاتا ہے جو پانچ بھائیوں کی اولاد پر مشتمل ہے۔ اس قبیلہ کے افراد کا خاص تعارف اس کتاب کا خاص مقصود ہے۔ اس کا قلمی نسخہ خانقاہ قادریہ چشتیہ صغرویہ سے دستیاب ہوا۔ اس کا دوسرا نسخہ مارہرہ کی خانقاہ میں بھی موجود ہے۔

[۹] نام کتاب: سلاسل الانوار فی سیر الاخیار [تذکرہ مشائخ سلاسل]

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۳۶۸]

مخطوطہ کے مصنف: میر سید نوازش علی فقیر بلگرامی [م ۱۱۹۷ھ] [سال نقل مخطوطہ: ۱۴ر محرم ۱۱۹۴ھ]

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اندراج: احسن فارسیہ 920.24 زبان: فارسی

موضوع: سوانح مشائخ سلاسل زمانۂ تصنیف: ۱۱۵۷ھ صفحات مخطوطہ: ۸۰ر [بڑا سائز، ۲۳ر باریک سطریں]

حضرت مصنف کے جد امجد سید العارفین سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ کو جن سلاسل خمسہ: قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، بدیعیہ کی اجازتیں کالپی شریف سے حاصل تھیں، انہیں سلاسل کے مشائخ عظام کا اجمالی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے باریک خط کے اَسّی صفحات کی اس کتاب میں اخیر کے تیس صفحات شاہ لدھا قدس سرہٗ کے مبارک احوال اور خاندانی کوائف پر مشتمل ہیں۔

[۱۰] نام کتاب: وفیات الاعلام [زیر تکمیل]

مخطوطہ کے مصنف : سید شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی قدس سرہٗ [م ۱۱۴۴ھ]

خانقاہ اجملیہ، دائرۂ شاہ اجمل، الٰہ آباد

زبان: فارسی موضوع: سوانح مشائخ زمانۂ تصنیف: ۱۱۵۷ھ صفحات مخطوطہ: ۷۰۰ر [۲ر جلدیں]

مشائخ اسلام کے حالات و سوانح پر یہ قیمتی کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب میں انفرادیت یہ ہے کہ اس کی ترتیب مہینوں کے اعتبار سے ہے۔ محرم میں جن مشائخ کا وصال ہے، انہیں محرم کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے، چاہے سال وصال کچھ بھی ہو۔ [تشنۂ تکمیل]

[۱۱] نام کتاب: صحیح البہاری معروف بہ جامع الرضوی [جلد اول/ کتاب العقائد]

ممبئی، دار العلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ۲۰۱۹ء [زیر تکمیل]

مخطوطہ کے مصنف : ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہٗ [م ۱۳۸۲ھ]

پروفیسر مختارالدین آرزو کے ذخیرۂ کتب میں محفوظ مخطوطہ [کتاب العقائد]

زبان: عربی موضوع: حدیث زمانۂ تصنیف: ۱۳۴۵ھ صفحات مخطوطہ: ۲۰۰

تصانیف

قرآنیات

[۱] جمالیات اور قرآن حکیم، [زیر طبع] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۳۶۰]

[۲] فن ترجمہ اور قرآنی تراجم [زیر طبع] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۲۴۰]

حدیث

[۱] ملک العلما کی علم حدیث میں نمایاں خدمات [زیر تکمیل]

[۲] امام اعظم اور علم حدیث [عربی] [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۴۴]

سیرت

[۱] تاریخ ولادت نبوی لدھیانہ، پنجاب، مجلس فکر رضا، ۲۰۱۶ء [صفحات: ۹۶]

فقہ

[۱] فقہ و افتا اور اس کے تقاضے [زیر طبع] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، [صفحات: ۹۶]

[۲] مجموعۂ فتاویٰ [زیر ترتیب] مصدقہ: فقیہ اعظم حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

تصوف

[۱] تصوف - چند وضاحتیں، [زیر طبع] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۱۸۸]

نوٹ: مخطوطات میں "کاشف الاستار"، "نظم اللآلی"، "منبع الانساب"، "سلاسل صوفیہ" بھی تصوف کے ذیل میں آتی ہیں۔

اسلامیات

[۱] حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۲۸]

تنقیدات و تعاقبات

[۱] حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۲۸]

[۲] وہابیہ کی کفری عبارتوں کی تاویلات - ایک تنقیدی جائزہ [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۸۴]

تحقیقات

[۱] مخدوم سمنانی کے علمی آثار [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۲۰]

[۲] مساھمۃ العلامۃ فضل حق الخیرآبادی فی الدراسات الاسلامیۃ والفلسفیۃ [پی ایچ ڈی کا عربی مقالہ] [غیر مطبوعہ، صفحات: ۵۰۰]

معاشیات

[۱] مسلمانوں کی اسلامی معیشت - ہندوستانی تناظر میں [غیر مطبوعہ، صفحات: ۹۲]

اسلامی تاریخ

[۱] شدھی تحریک اور حضرت صدر الافاضل [غیر مطبوعہ، صفحات: ۹۶]

[۲] مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز - ہندوستانی تناظر میں [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۸۴]

شخصیات

[۱] تذکار قدوسی [زیر طبع، صفحات: ۳۶۸] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز/ بنگلور، امام احمد رضا موومنٹ

[۲] حافظ ملت [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳۶۸]

[۳] حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی - حیات اور خدمات داتا گنج، خانقاہ منوریہ مظفریہ، ۲۰۰۴ء، [صفحات: ۱۱۲]

[۳] حضرت سید شاہ محمد حمزہ چشتی قدس سرہٗ - حیات و خدمات [غیر مطبوعہ، صفحات: ۲۷۲]

[۴] حضرت صادق شہسرامی - حیات اور شاعری شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء [صفحات: ۳۶۸]

[۵] خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳۶۸]

نوٹ: یہ کتاب مقالہ کی صورت میں تقریباً ۲۰۰ صفحات میں سالنامہ "اہل سنت کی آواز" ۱۹۹۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔

[۵] خواجۂ ہند [غیر مطبوعہ، صفحات: ۲۴۰]

[۶] دائرۂ قادریہ - بلگرام شریف شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء [صفحات: ۳۶۸]

[۷] شارح بخاری [غیر مطبوعہ، صفحات: ۵۰۴]

[۸] صاحب عرس قاسمی مارہرہ، دارالاشاعت برکاتی، ۲۰۰۶ء/ ۲۰۱۲ء [صفحات: ۶۴]

[۹] صدر الشریعہ [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳۶۸]

[۱۰] قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ عثمانی - حیات و افکار [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۸۴]

[۱۱] ملک العلما کراچی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، ۲۰۰۶ء [صفحات: ۲۸۴]

[۱۲] مولانا سید غیاث الدین حسن شرفی رضوی - حیات اور شاعری
شہسرام، خانقاہ غیاثیہ شرفیہ، مجلہ دائرہ، ۲۰۰۲ء [صفحات: ۲۸۴]/ سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۳۶۸]

رضویات

[۱] امام احمد رضا اور شہسرام [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۲۸]

[۲] رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویہ کی خصوصیات [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳۲]

[۳] مخدوم جہاں اور امام احمد رضا [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۲۸]

[۴] مفتی اعظم [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳۶۸]

[۵] ***A Legend of the East***

[A brief introduction of Alahazrat Imam Ahmad Raza Qadri's life & work
Pages: 96 ,Sultan Sgershah Suri Publications, Sasaram, 2019

ادبیات

[۱] عرفان عرب [عربی ادب کی تاریخ اور ایم اے عربی کی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ]
شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء [صفحات: ۵۶۸]

[۲] متنبی - ایک خصوصی مطالعہ شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۰ء [صفحات: ۱۸۴]

[۳] مجموعۂ کلام "موج ساحل" [غیر مطبوعہ] [صفحات: ۱۳۲]

تراجم

[۱] انبیا و مرسلین علیہم السلام [فارسی/ غیر مطبوعہ] مصنف: مخدوم سید معین الحق جھونسوی [صفحات: ۲۴۸]

[۲] الحزب الاعظم [عربی/ غیر مطبوعہ] مصنف: ملا علی قاری حنفی ہروی [صفحات: ۱۳۲]

[۳] تذکرہ غوث اعظم [فارسی/ غیر مطبوعہ] مصنف: مخدوم سید معین الحق جھونسوی الہ آبادی [صفحات: ۲۴۰]

[۴] النور والبہا لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیا [۱۳۰۷ھ] مصنف: سراج العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری
حیدرآباد، عرشی کتاب گھر، ۲۰۱۰ء [صفحات: ۸۸] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۱۴۴]

نوٹ: تراجم میں "اوراد قادریہ" بھی شامل ہے، کیونکہ اس میں درجن سے زائد اوراد کے تراجم فقیر قادری نے کیے ہیں۔

مرتبات و مولفات

[۱] اسلام کا نظریہ موت مصنف: ملک العلما علامہ ظفر الدین رضوی ممبئی، ۲۰۰۷ء، [صفحات: ۱۴۴]

[۲] اوراد قادریہ حیدرآباد، عرشی کتاب گھر، ۲۰۱۰ء [صفحات: ۲۴۰] سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، [صفحات: ۳۸۴]

[۳] پنج درود غوثیہ کبیر بنگلور، امام احمد رضا موومنٹ، ۲۰۱۴ء [صفحات: ۳۲]

[۴] تحفۂ حجاز [رد سحر اور دشمنوں کے شر سے حفاظت کے لئے اوراد کا مجموعہ]
علی گڑھ، مدرسہ فیضان مصطفیٰ، ۲۰۰۶ء، [صفحات: ۲۴] شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۴۸]

[۵] ختم قادریہ کبیر مع ترکیب توشۂ غوثیہ شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۳۲]

[۶] شجرۂ عالیہ قادریہ بدر الہند علی گڑھ، مدرسہ فیضان مصطفیٰ 2015ء [صفحات: ۵۶]

[۷] معارف سراج ملت دار العلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی، ۲۰۱۹ء [صفحات: ۶۸۰]

[۸] مقالات شارح بخاری [۳ جلدیں] گھوسی، دائرۃ البرکات، ۲۰۰۶ء [صفحات: ۱۴۰۰]

مقالات

قرآنیات:

۱- قرآن کا تصور الٰہ سالنامہ "اہل سنت کی آواز" [عظمت قرآن نمبر] مارہرہ، ۲۰۰۵ء/ ماہنامہ ماہ نور دہلی، ۲۰۰۶ء
[صفحات: ۲۱] [۹ر شوال ۱۴۲۶ھ/ ۱۲ر نومبر ۲۰۰۵ء شنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

حدیث واصول حدیث:

۱- علم حدیث میں حضرات صوفیا کی خدمات [زیر ترتیب]
۲- اصول حدیث میں حضرات شیخین کی فکری بنیادیں [زیر ترتیب]
۳- اصول حدیث میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افادات [زیر ترتیب]

سیرت:

۱- جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روایاتی تسلسل اور تقاضے
ماہنامہ "طیبہ"، حیدر آباد ۱۹۹۷ء [صفحات ۹] [۱۳ر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ/ ۱۱ر اگست ۱۹۹۵ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- مصطفیٰ جان رحمت پیکر صبر واستقامت [غیر مطبوعہ] [صفحات: ۱۸] [تکمیل مقالہ: ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء]

فقہیات:

۱- اعضا کی پیوند کاری "صحیفہ مجلس شرعی"، جلد دوم ۲۰۰۲ء، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور [صفحات: ۱۲]
۲- صدر الشریعہ کا تفقہ- ایک ضمیمہ جاتی رسالہ کی روشنی میں
"صدر الشریعہ- حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء، [صفحات: ٦] [تکمیل: ۲ر محرم ۱۴۱٦ھ/ ۲ر جون ۱۹۹۵ء]
۳- علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال "صحیفہ مجلس شرعی"، جلد دوم ۲۰۰۲ء، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور [صفحات: ۹]
۴- عمرانہ قضیے کا شرعی فیصلہ اور مسلمان ماہنامہ "ماہ نور"، دہلی، ستمبر ۲۰۰۵ء [صفحات: ۱۴]
[کتب خانہ امجدیہ، دہلی سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ تکمیل مقالہ: ٦ر جمادی الآخرہ ۱۴۲٦ھ/ ۱۳ر جولائی ۲۰۰۵ء بروز بدھ]
۵- فقہ واصول کی تدوین- اسباب ومقاصد
ماہنامہ "جام نور"، دہلی، اپریل ۲۰۰۷ء [صفحات: ۱۳] [۴ر صفر المظفر ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ر فروری ۲۰۰۷ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

تصوف:

۱- آم اور خربوزے کا مناظرہ
ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور، فروری ۲۰۰۰ء [صفحات: ۷] [۲۳ر جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ/ ۵ر ستمبر ۱۹۹۹ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- امام احمد رضا سے خانقاہوں کے روابط [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۵] ، یہ مقالہ امام احمد رضا سیمینار، بنگلور ۲۰۱۲ء میں پیش ہوا]
۳- تبرکات خاندان برکات
سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۳ء [صفحات: ۱۲] برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی سے کتابچے کی شکل میں بھی شائع ہوا۔
۴- حضرت تاج الشریعہ- ایک مرشد کامل ماہنامہ "سنی دنیا"، بریلی شریف، مارچ ۲۰۱۷ء [صفحات: ۱۵]
[یہ مقالہ "حضرت تاج الشریعہ سیمینار" پٹنہ، منعقدہ بتاریخ ۱۹ر مئی ۲۰۱٦ء میں پیش کیا گیا]
۵- خانوادۂ رضویہ اور اس کے تبرکات [صفحات: ۵] ہفت روزہ "مسلم ٹائمز"، ممبئی، اکتوبر ۲۰۱۵ء/ ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی شریف، مارچ ۲۰۱٦ء/ ماہنامہ "اعلیٰ حضرت"، بریلی شریف ستمبر ۲۰۱٦ء
٦- خواجۂ ہند کی صوفیانہ شاعری سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۸ء [گوشۂ خواجہ غریب نواز]
[صفحات: ۴۴] [۱۲ر شوال ۱۴۱۹/ ۳۱ جنوری ۱۹۹۹ء یکشنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۷- سامان بخشش میں تذکیر نفس کا پہلو "پیغام رضا"، سیتا مڑھی، جولائی ۱۹۹۸ء/ ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور ستمبر ۱۹۹۹ء
[صفحات: ۷] [۲۱ر ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ/ ٦ر ستمبر ۱۹۹٦ء جمعہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۸- سراج ملت کے روحانی سلاسل [صفحات: ۳۵] [۳ر فروری ۲۰۱۹ء، "معارف سراج ملت"، دار العلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی]
۹- شب برات کے فضائل واعمال روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی ۱۷ر اگست ۱۹۹۹ء/ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ستمبر ۲۰۰۰ء
[صفحات: ۳] [۲۵ر شعبان ۱۴۱۹ھ/ ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۸ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا] دار المطالعہ اہل سنت، شہسرام نے فولڈر شائع کیا۔
۱۰- شمالی ہندوستان کی ایک اہم قادری خانقاہ- خانقاہ برکاتیہ سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۷ء [صفحات: ۱۰]

۱۱- صدر الشریعہ کا باطنی سفر "صدر الشریعہ- حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء
[صفحات: ۲۷] [۱۹ر صفر ۱۴۱٦ھ/ ۱۹ر جولائی ۱۹۹۵ء چہار شنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۱۲- علامہ فضل حق خیرآبادی اور نظریۂ وحدت الوجود
[غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۳، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر لکھنؤ کے علامہ فضل حق خیرآبادی سیمینار میں پیش ہوا]

تحقیقات:

۱- حضرت شارح بخاری کے مناظرے ماہنامہ کنز الایمان دہلی، شارح بخاری نمبر ۲۰۰۱ء [صفحات: ۴۸]
۲- حضرت شاہ اکبر داناپوری کا مذہبی تصلب [غیر مطبوعہ، ۲۰۱۸ء] [صفحات: ۱۵]
۳- علم الانساب اور سادات کرام ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی شریف ستمبر ۲۰۱٦ء [صفحات: ۱۷]
۴- مفتی اعظم اور رد بدعات ومنکرات "انوار مفتی اعظم"، رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۰۰۱ء [صفحات: ۲۵]
۵- خاندان برکات کی تصانیف- ایک نظر میں ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور اکتوبر ۲۰۰۴ء [صفحات: ۷]
[برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی سے کتابچے کی شکل میں شائع ہوا]

تنقیدات وتعاقبات:

۱- اظہار حقیقت [صفحات: ۵] [۴ر رمضان ۱۴۲۳ھ/ نومبر ۲۰۰۲ء سہ شنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
[اعلیٰ حضرت اور اشرف علی کے رفیق درس ہونے کا فسانہ] دار المطالعہ اہل سنت، شہسرام نے ۱۹۹۹ء فولڈر شائع کیا]
۲- تبلیغی جماعت سے کیوں بچیں؟ [غیر مطبوعہ، صفحات: ۲۰، تکمیل: ۲۰۰۳ء]
۳- دینی مدارس میں سائنس نصاب کی شمولیت
ماہنامہ "تہذیب الاخلاق"، علی گڑھ اگست ۱۹۹۴ء [صفحات: ۵] [۲۹ر جون ۱۹۹۴ء، علی گڑھ سیمینار میں پیش ہوا]

تاریخ وسیاست:

۱- شدھی تحریک ماہنامہ "تہذیب الاخلاق"، علی گڑھ، اگست ۱۹۹۷ء [صفحات: ۵]
۲- صدر الشریعہ کے عہد کا سیاسی ماحول "صدر الشریعہ- حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء [صفحات: ۱۹]

ادبیات:

۱- اردو کا تَرواں اسلامی ادب [غیر مطبوعہ]، صفحات: ۴]
۲- تاج العلما اور سید العلما کے چند مکاتیب سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۴ء [صفحات: ۲۸]
۳- حافظ ملت کی چند تاثراتی تحریریں ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور، ستمبر ۲۰۰۰ء، [صفحات: ۱۳] تکمیل مقالہ: ۱۲ر اگست ۱۹۹۹ء]
۴- حافظ ملت کی چند تقریظات [صفحات: ٦] ماہنامہ "اشرفیہ" ، اکتوبر ۱۹۹۹ء، [تکمیل: ۴، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ/ ۲۸ر اگست ۱۹۹۸ء]
۵- حسان پاکستان- اعظم چشتی ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارک پور، ستمبر ۲۰۰۱ء/ ماہنامہ "جام نور"، دہلی مارچ ۲۰۰۷ء
[صفحات: ٦] [۱۰ر جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ- ۱۰ر ستمبر ۲۰۰۰ء دوشنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
٦- دار المطالعہ اہل سنت ایک تعارف [صفحات: ۵] [دار المطالعہ اہل سنت سے ۱۹۹۸ء میں کتابچے کی شکل میں شائع ہوا]
۷- سراج ملت کے اسفار ومشاہدات [صفحات: ۱۰۵] [۵ر فروری ۲۰۱۹ء، "معارف سراج ملت"، دار العلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی]
۸- سراجی مکاتیب [صفحات: ۵۰] [۷ر فروری ۲۰۱۹ء، "معارف سراج ملت"، دار العلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی]
۹- شعر اشرف- بہاروں کا استعارہ ماہنامہ جام نور، دہلی، نومبر ۲۰۰۹ء [صفحات: ۵]
۱۰- صدر الشریعہ کی اردو نثر نگاری "صدر الشریعہ- حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ گھوسی ۲۰۰۱ء [صفحات: ۵] [تکمیل: ۱۰ر مارچ ۱۹۹۷ء]
۱۱- علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری علیہ الرحمہ کا ایک مکتوب گرامی، ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور، اکتوبر ۲۰۰۱ء [صفحات: ۳]
۱۲- علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات [غیر مطبوعہ، صفحات: ۱۲] [۲۲ر صفر ۱۴۱۸ھ/ ۲۸ر جون ۱۹۹۷ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۱۳- ماورائیت کا نمائندہ قدسی ماہنامہ "جام نور" دہلی، نومبر ۲۰۰۵ء، [صفحات: ۹] [۸ر شوال ۱۴۲۵ھ/ ۲۲ر نومبر ۲۰۰۴ء]
۱۴- منظوم نسب نامہ سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۹ء [صفحات: ۷]
۱۵- نعت اور غزل کا سحر طراز شاعر شبنم کمالی [صفحات: ۷]، ماہنامہ "اشرفیہ" مبارکپور، دسمبر ۲۰۰۱ء [تکمیل: ۵ر رجب ۱۴۲۱ھ/ ۳ر اکتوبر ۲۰۰۰ء
۱٦- نصاب مطالعہ- ایک تحریک، ایک تشکیل [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳]

شخصیات:

۱- حافظ ملت-ایک شخصیاتی تجزیہ ماہنامہ "اشرفیہ" مبارکپور، دسمبر ۱۹۹۸ء [صفحات: ۱۰] [تکمیل: رجب ۱۴۱۶ھ/ دسمبر ۱۹۹۵ء]
۲- حضرت ملک العلما اور علمائے شہسرام [صفحات: ۸۰] ماہنامہ "جہان رضا"، لاہور، جون ۱۹۹۹ء/ "جہان ملک العلما"، ممبئی
۳- حضرت میاں میر قادری قدس سرہ-قادریت کے روشن چراغ [غیر مطبوعہ، صفحات: ۲۵، یہ مقالہ ۲۰۱۰ء میں تحریر ہوا]
۴- خاندان برکات کا اجمالی تعارف [غیر مطبوعہ/ صفحات: ۳] [۵ر جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ/ ۵ ستمبر ۲۰۰۰ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۵- دینی قدروں کے محافظ-حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی، "عرفان حفیظ"، بارسوئی، کلیہار ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء [صفحات: ۲]
یہ مقالہ ۲۷ر ربیع الاول ۱۴۳۰ھ/ ۲۵ر مارچ ۲۰۰۹ء کو مکمل ہوا۔
۶- سید الشہدا حضرت امام حسین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما [صفحات: ۸] سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۷ء
۷- سرکار عالی بدر الہند ماہنامہ "اشرفیہ" مبارکپور، "سنی دنیا" بریلی شریف [صفحات: ۱۵، یہ مقالہ ۲۰۱۰ء میں تحریر ہوا]
۸- صدر العلماء کے ممتاز شاگرد-شارح بخاری [صفحات: ۱۹] ماہنامہ "اشرفیہ" مبارکپور ستمبر ۲۰۰۸ء [تکمیل: ۲۳ر نومبر ۲۰۰۵ء بدھ]
۹- غوث اعظم محبوب سبحانی [صفحات: ۱۸]، "سنی دنیا" بریلی شریف نومبر ۲۰۱۶ء [تکمیل: ۲۴ر حب المرجب ۱۴۳۰ھ/ ۱۸ر جولائی ۲۰۰۹ء
۱۰- فقیہ اعظم پر مشائخ مارہرہ کا خصوصی فیضان [صفحات: ۴] "کنز الایمان" دہلی ۲۰۰۱ء [تکمیل: ۵ر ربیع النور شریف ۱۴۲۱ھ/ ۸ر جون ۲۰۰۰ء]
۱۱- مشاہیر مشائخ چشت [صفحات: ۸] سالنامہ "اہل سنت کی آواز" [گوشۂ غریب نواز] مارہرہ، ۲۰۰۸ء
۱۲- مولانا سمرقندی-حیات اور کارنامے [صفحات: ۵] [غیر مطبوعہ، تحریر کردہ: ۱۹۹۷ء]

رضویات:

۱- امام احمد رضا اور شہسرام [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳۱] [۱۸ر ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ/ ۲۳ر اگست ۱۹۹۷ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقبولیت اور حاسدین کی ریشہ دوانیاں [صفحات: ۲۵]
ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف/ المختار، کلیان، ممبئی، دسمبر ۲۰۱۸ء/ معارف رضا کراچی
۳- پیکر جمیل [حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ] [صفحات: ۷] "پیغام رضا"، بمبئی، ستمبر ۱۹۹۷ء
۴- فکر رضا کے تعارف کے عصری تقاضے [صفحات: ۸] ماہنامہ "سنی دعوت اسلامی"، ممبئی/ "معارف رضا" کراچی [تکمیل: ۷ر جنوری ۲۰۱۲ء]
۵- مفتی اعظم کا وصال-ملت کا ایک عظیم نقصان [صفحات: ۹] [غیر مطبوعہ، تکمیل مقالہ: ۱۹۹۱ء]
۶- مفتی اعظم کے مرشد برحق [صفحات: ۱۷]، "جہان مفتی اعظم" رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۵ء [تکمیل: ۲۳ر شوال ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ر نومبر ۲۰۰۵ء
۷- نقیب بزم رضا [رضا اکیڈمی، ممبئی کی خدمات کا تعارف] [صفحات: ۴] مجلہ "یادگار رضا" ۲۰۰۴ء، رضا اکیڈمی، ممبئی

تعزیتی تحریریں:

۱- آہ! بحر العلوم [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳] [۳ر صفر ۱۴۳۴ھ/ ۱۷ر نومبر ۲۰۱۲ء دوشنبہ مبارکہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- آہ! حضرت شاہ غلام مصطفےٰ احمد منگی [صفحات: ۵] ماہنامہ "سنی دنیا"، بریلی شریف ۲۰۱۲ء/ نور مصطفےٰ، خانقاہ منعمیہ، گیا
۳- آہ! مسعود ملت [پروفیسر مسعود احمد مظہری، کراچی] [غیر مطبوعہ، صفحات: ۳]
۴- آہ! مفتی اعظم راجستھان [صفحات: ۴] ماہنامہ "سنی دنیا"، بریلی شریف دسمبر ۲۰۱۳ء، [۱۳ر نومبر ۲۰۱۳ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۵- افسوس! ایک انجمار اشرف نے ردائے سکوت اوڑھ لی [صفحات: ۳] 'ضیائے مخدوم'، کچھوچھہ شریف اپریل ۲۰۱۲ء
۶- اک آفتاب علم و تمدن نہیں رہا [مفتی محمد اسلم رضوی مظفر پوری] سہ ماہی "رضا بک ریویو"، پٹنہ اپریل-جون ۲۰۱۲ء
[صفحات: ۳] [۵ر ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ/ ۲۹ر جنوری ۲۰۱۲ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۷- تم کیا گئے کہ رونق دنیا چلی گئی [حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ] صفحات: ۲] [۱۳ر اگست ۲۰۱۸ء/ یکم ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ دوشنبہ]
"نقوش تاج الشریعہ" خصوصی شمارہ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف ستمبر ۲۰۱۸ء/ تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ المختار، کلیان، ممبئی، دسمبر ۲۰۱۸ء
۸- ذکر جمیل [حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن] [صفحات: ۵] سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ ۱۹۹۵ء
۹- سراج ملت کی رحلت-جہان سنیت کا عظیم خسارہ [صفحات: ۸] [۲۹ر جنوری ۲۰۱۹ء] "معارف سراج ملت"، ممبئی]
۱۰- فدائے اعلیٰ حضرت [الحاج غلام احمد رضا منے میاں بریلوی، پٹنہ] [صفحات: ۲]
سہ ماہی "رضا بک ریویو"، پٹنہ، اپریل-جون ۲۰۱۱ء [۶ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ/ ۹ر جولائی ۲۰۱۱ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۱۱- محسن اہل سنت [مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ] [صفحات: ۸] ماہنامہ "کنز الایمان"، دہلی، اگست ۲۰۱۱ء
۱۲- موسیٰ طور رضا [حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری علیہ الرحمہ، متوفی ۱۹۹۹ء]
ماہنامہ "جہان رضا"، لاہور، نومبر ۱۹۹۹ء [صفحات: ۹] [۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۱۳- یادگار سلف [حضرت صدر العلما شاہ تحسین رضا قادری] [صفحات: ۲]
ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، ستمبر ۲۰۰۷ء شریف [۸ر شعبان ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ر اگست ۲۰۰۷ء کو مقالہ مکمل ہوا]
۱۴- یادگار سلف مولانا سید تطہیر احمد زیدی [غیر مطبوعہ، صفحات: ۲] [۳۱ر جولائی ۲۰۰۲ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

تبصرے، تقریظیں اور انٹرویو:

۱- تبصرہ بر "مرے خواب زندہ ہیں" مصنف: عین تابش، شہسرام
روزنامہ "قومی تنظیم"، پٹنہ، ۱۳ر جنوری ۲۰۰۵ء [صفحات: ۴] [۸ر شوال ۲۵/ ۲۲ر نومبر ۲۰۰۴ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- تبصرہ بر "عربی تذکرہ نگاری کا ارتقا [عہد عباسی تک] مصنف: ڈاکٹر طارق مختار، علی گڈھ، [صفحات: ۲، غیر مطبوعہ]
۳- صاحب غیاث الطالبین-چشتیت اور قادریت کے حسین سنگم [تکمیل: ۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۶ء یکشنبہ]
ماہنامہ "ماہ نور"، دہلی ستمبر ۲۰۰۷ء [صفحات: ۶] یہ مضمون بطور پیش لفظ "غیاث الطالبین" کے لئے لکھا گیا
۴- فن خطابت کے عصری تقاضے [صفحات: ۶] پیش لفظ "خطبات اعلیٰ حضرت"/ سہ ماہی "افکار رضا"، ممبئی، جولائی-ستمبر ۲۰۰۷ء
۵- "انٹرویو" جسے حضرت مولانا محمد ادریس رضوی، کلیان نے قلم بند فرمایا۔ [غیر مطبوعہ]

سیمینار وکانفرنس

۱- علامہ فضل حق خیرآبادی سیمینار [منعقدہ: ۱۹۹۴ء]
دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ، گومتی نگر [مقالہ پیش ہوا] موضوع: "علامہ فضل حق خیرآبادی اور نظریہ وحدت الوجود"
۲- علی گڑھ سیمینار [منعقدہ: ۱۹۹۴ء] زیر اہتمام: مرکز فروغ سائنس، شعبہ فزکس، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
[مقالہ پیش ہوا] موضوع: "دینی مدارس میں سائنسی نصاب کی شمولیت"
۳- صدر الشریعہ سیمینار [منعقدہ: ۱۹۹۵ء]
زیر اہتمام: جامعہ امجدیہ، گھوسی، یوپی [مقالہ پیش ہوا] موضوع: "صدر الشریعہ کی اردو نثر نگاری"
۴-۱۰ فقہی سیمینار [منعقدہ: ۱۹۹۵ء تا ۲۰۰۰ء] زیر اہتمام: مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ [مقالات پیش ہوئے]
موضوعات: "اعضا کی پیوند کاری"، "علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال" وغیرہ
۱۱- تصوف سیمینار [منعقدہ: ۲۰۱۱ء]
زیر اہتمام: خانقاہ جنیدیہ، گلبرگہ شریف، کرناٹک [مقالہ پیش ہوا] موضوع: "تصوف-چند وضاحتیں"
۱۲- امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس [منعقدہ: ۲۰۱۳ء] [مقالہ پیش ہوا] زیر اہتمام: برکات رضا ایجوکیشنل ٹرسٹ، ممبئی
مقام: نزد مسجد شمس، میرا روڈ، ممبئی موضوع: "فکر رضا کے تعارف کے عصری تقاضے"
۱۳- امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس [منعقدہ: ۲۰۱۳ء] [مقالہ پیش ہوا] زیر اہتمام: امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور
مقام: دار السلام، کوئینس روڈ، بنگلور موضوع: "امام احمد رضا سے خانقاہوں کے روابط"
۱۴- فقہی سیمینار [منعقدہ: ۲۰۱۵ء] مقام: بیلیکسی، ناگپور موضوع: "فلیٹس کی خرید و فروخت پر زکوٰۃ کا حکم"
زیر اہتمام: شرعی کونسل، جامعۃ الرضا، بریلی شریف [صرف شرکت ہوئی] زیر انتظام: دار العلوم امام احمد رضا، ناگپور
۱۵- فقہی سیمینار [منعقدہ: ۲۰۱۶ء] زیر اہتمام: شرعی کونسل، جامعۃ الرضا، بریلی شریف [صرف شرکت ہوئی]
زیر انتظام: دار العلوم امام احمد رضا، جام نگر، مہاراشٹر موضوع: "فلیٹس کی خرید و فروخت پر زکوٰۃ کا حکم"
۱۶- تاج الشریعہ سیمینار [منعقدہ: ۲۰۱۶ء] [مقالہ پیش ہوا] زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ، پٹنہ سٹی
مقام: اردو اکیڈمی آڈیٹوریم، اشوک راج پتھ، پٹنہ-۴ موضوع: "حضرت تاج الشریعہ-ایک مرشد کامل"
۱۷- تاج الشریعہ سیمینار [منعقدہ: ۸ر دسمبر ۲۰۱۸ء] [مقالہ پیش ہوا] زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ، کلیان، ممبئی
مقام: ریسورٹ، کلیان، ممبئی موضوع: تاج الشریعہ کے جد اعلیٰ حضرت کی مقبولیت اور حاسدین کی ریشہ دوانیاں
۱۸- علامہ قدسی سیمینار [منعقدہ: ۲۰۰۵ء] کرلا، ممبئی [مقالہ پیش ہوا لیکن شرکت نہ ہوسکی] موضوع: "ماورائیت کا نمائندہ قدسی"
۱۸- امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس [منعقدہ: ۲۰۰۴ء] زیر اہتمام: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی [مصروفیت کی وجہ سے شرکت نہ ہوسکی]
میری کتاب "ملک العلما" چھاپ کر کانفرنس میں تقسیم کی گئی اور اس کی سافٹ کاپی ادارہ کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کی گئی

تقریظات و تقدیمات

۱- عصر حاضر کا چیلنج اور اس کا مقابلہ مصنف: مولانا شمس الدین ثاقب القادری مصباحی بنارس، یوپی، ۱۹۹۶ء

۲- [نعتیہ مجموعہ] شاعر: مولانا شمس الدین ثاقب القادری مصباحی بنارس، یوپی، ۱۹۹۷ء
۳- امتیاز حق و باطل مصنف: مولانا عبدالمالک مصباحی سیتامڑھی، بہار، ۱۹۹۶ء
۴- خطبات اسلام مصنف: مولانا عبدالمالک مصباحی سیتامڑھی، بہار، ۱۹۹۷ء
۵- گھر آنگن میلاد مصنف: حضرت سید آل رسول نظمی بزم برکات آل مصطفےٰ، ممبئی، ۱۹۹۹ء
۶- خطبات اعلیٰ حضرت مرتب: مولانا محمد شعیب رضا نعیمی المجمع الرضوی، بریلی شریف ۲۰۰۶ء
۷- غیاث الطالبین مصنف: حضرت علامہ سید محمد غیاث الدین شریفی اصدقی
محشی: پروفیسر سید حسین الحق اصدقی، مگدھ یونیورسٹی، گیا خانقاہ غیاثیہ شریفیہ اصدقیہ، شہسرام ۲۰۰۶ء
۸- صلوا علیہ وآلہ [نعتیہ مجموعۂ کلام] شاعر: سید محمد اشرف [چیف کمشنر، کولکاتا] دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ، ایٹہ، یوپی ۲۰۰۷ء
۹- بعد از خدا [نعتیہ مجموعۂ کلام] شاعر: حضرت سید آل رسول نظمی بزم برکات آل مصطفےٰ، ممبئی ۲۰۰۸ء
۱۰- مناقب مشائخ چشت شاعر: مولانا علی احمد سیوانی علی گڈھ ۲۰۰۸ء
۱۱- مخطوطہ مشاہیر بنام امام احمد رضا مولف: مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی ممبئی ۲۰۰۸ء
۱۲- صحیح البہاری [اردو] مصنف: ملک العلما علامہ سید ظفر الدین قادری مترجم: مولانا عبدالقدوس اشرفی مصباحی، احمد آباد ۲۰۱۰ء
۱۳- اعلیٰ حضرت- ایک عالمگیر شخصیت مصنف: مولانا کلیم رضا نوری امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۲۰۱۳ء
۱۴- انوار تاج الشریعہ مصنف: حافظ شمس الحق رضوی مجلس فکر رضا، لدھیانہ، پنجاب ۲۰۱۴ء
۱۵- سفرنامۂ اعلیٰ حضرت مصنف: ڈاکٹر مولانا غلام جابر شمس پورنوی امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۲۰۱۵ء
۱۶- بھاگلپور نامہ [منظوم سوانح رجال بھاگلپور] شاعر: مولانا تحسین عالم رضوی بھاگلپور ۲۰۱۵ء
۱۷- داڑھی کا حکم مصنف: علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۲۰۱۹ء
۱۸- بے مثل مصطفےٰ مصنف: ملک العلما سید ظفر الدین قادری، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۲۰۱۸ء
۱۹- غیاث الخطیب [خطبات جمعہ] مصنف: علامہ سید محمد غیاث الدین اصدقی، خانقاہ غیاثیہ شریفیہ، شہسرام ۲۰۱۸ء
۲۰- تاریخ شہسرام مصنف: مولانا ابو محمد مصلح شہسرامی خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ، شیر گنج، شہسرام ۲۰۱۸ء
۲۱- سفر آخرت، مولف: مولانا شارب ضیا مصباحی، بنگلور ۲۰۱۹ء

ادارت وایڈیٹنگ

۱- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۶ء [خصوصی شمارہ: مصطفےٰ جان رحمت] برکاتی دارالاشاعت، مارہرہ، ایٹہ، یوپی [صفحات: ۷۱۳]
۲- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۷ء [خصوصی شمارہ: گوشۂ غوث اعظم ﷺ] [صفحات: ۵۹۶]، مارہرہ، ایٹہ، یوپی
۳- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۸ء [خصوصی شمارہ: گوشۂ خواجہ غریب نواز ﷺ] [صفحات: ۶۵۶] مارہرہ، ایٹہ، یوپی
۴- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۹ء [خصوصی شمارہ: مشائخ مارہرہ-۱] [صفحات: ۵۹۶] مارہرہ، ایٹہ، یوپی
۵- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء [خصوصی شمارہ: مشائخ مارہرہ-۲] [صفحات: ۷۵۰] مارہرہ، ایٹہ، یوپی
مدیر اعلیٰ: سید محمد اشرف [چیف کمشنر انکم ٹیکس، کولکاتا] مدیر: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]
۶- اسکروٹنائزر: فارسی نصاب کی کتاب [برائے درجہ ہشتم] کرناٹکا ٹیکسٹ بکس سوسائٹی، بنگلور ۲۰۱۳ء
۷- اسکروٹنائزر: فارسی نصاب کی کتاب [برائے درجۂ نہم] کرناٹکا ٹیکسٹ بکس سوسائٹی، بنگلور ۲۰۱۳ء

نوٹ: تقریظات کے ذیل میں مذکور بیشتر کتابیں ایڈیٹنگ، اسکروٹنائزنگ اور نظر ثانی کے ذیل میں آتی ہیں۔

زمانہ طالب علمی کے چند مقالات

۱- عصر حاضر کا چیلنج اور اس کا مقابلہ [اردو] ۱۹۹۰ء [صفحات: ۱۰] ۲- مفتی اعظم اور ان کا کردار [انگریزی] ۱۹۹۰ء [صفحات: ۸]
۳- امام اعظم اور ان کے معاصرین [انگریزی] ۱۹۹۱ء [صفحات: ۷] ۴- مفتی اعظم اور رد بدعات و منکرات [اردو] ۱۹۹۰ء [صفحات: ۲۵]
۵- امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت [اردو] ۱۹۹۱ء [صفحات: ۱۱]

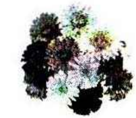
دائرۂ قادریہ

بلگرام شریف

تصنیف

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی

ایم اے، پی ایچ ڈی [علیگ]



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرزمین ہند میں خطۂ اودھ اپنی جغرافیائی، سماجی اور علمی وادبی خصوصیات کی بنیاد پر ایک ممتاز شناخت رکھتا ہے۔ لکھنؤ، فرنگی محل، کاکوری، سنڈیلہ، بلگرام، قنوج، سیتا پور، خیرآباد جیسے قصبے اپنے رجال کی بدولت رشک شیراز بنے ہوئے تھے۔

علامہ آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر چہ ہندوستان کے تمام صوبہ جات حاملان علوم کے وجود کی وجہ سے قابل افتخار ہیں.....مگر صوبہ اودھ اور الہ آباد ایسی خصوصیت رکھتے ہیں جو کسی بھی صوبہ کو میسر نہیں۔ اس لئے کہ تمام صوبۂ اودھ اور اکثر صوبۂ الہٰ آباد کی آبادی پانچ کوس کے دائرے سے لے کر دس دس کوس کے دائرے میں اکثر شرفاء ورؤساہیں جنہیں سلاطین وحکام کی طرف سے وظائف اور جاگیریں بطور مدد معاش ملتی رہی ہیں۔ انہوں نے مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں بنا رکھی ہیں جہاں معلمین عصر ہر مقام پر علوم کے دروازے متعلمین کے لئے کھولے ہوئے ہیں اور اطلبو العلم کی صدا لگا رہے ہیں۔'' [مآثر الکرام، اردو۔ ص ۳۳۱]

مضافات اودھ کے قصبات میں بلگرام شریف اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ قنوج اور ہردوئی کے درمیان واقع یہ خطہ گنگا کے قرب اور زمین کی سرسبزی کی بدولت عجب شاداب رونقیں رکھتا ہے۔ اس کا طول بلد [Longtitude] 80.o2.E اور عرض البلد 27.11.on[Latitude] ہے۔ کفر وشرک کے اس گڑھ میں اسلام کی برکتیں دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ظاہر ہونے لگی تھیں، حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ مآثر الکرام میں رقم طراز ہیں:

''ملک ہندوستان ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں محمد بن قاسم ثقفی کے

ہاتھوں فتح ہوا۔ ۹۲ھ کے وسط سے ۹۵ھ کے آغاز تک اسلامی جھنڈے ولایت سندھ کی حدود پار کر کے قنوج کے ارد گرد تک لہرانے لگے تھے''۔ [مآثر الکرام اردو، ص ۶۸]

گنگا کے بائیں کنارے یہ بستی ایک اونچی سطح پر آباد تھی۔ ''ہردوئی جن پد کی اتہاسک سانسکرتی دھروہر'' کا مولف لکھتا ہے:

''بلگرام کا پراچین نام ''بھیل گرام'' تھا۔ اس کا سمبندھ، بھلاّ دیتیہ اور بھیلا جاتی کی وشال آبادی سے رہا ہے۔ رَیک بار راجپوت شری رام نے نویں صدی میں اسے شری نگر کے روپ میں بسایا۔'' [ص ۱۱۴]

گنگا کے پڑوس اور جنگلات کی وجہ سے اس علاقے میں آسیب اور سحر کا کافی زور تھا۔ یہاں کا راجہ مسلمانوں کے لئے حد درجہ ظالم تھا۔ اس کا گرو 'بیل' ایک مشہور جوگی تھا جو اپنے فن میں طاق تھا۔ یہاں کے ساحرین اور ظالم بادشاہ نے عام مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا کہ مسیحائے انسانیت بن کر ایک محمدی فقیر اس خطے میں تشریف لایا جنہیں حضرت خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جو اس خطے میں اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری چھٹی صدی ہجری کے نصف آخر میں ہوئی۔ حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ عماد الدین بلگرامی علیہ الرحمہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ کے مرید خاص بلگرام کے قدیم اولیائے کرام سے صاحب ولایت بزرگ اور عالی شان امام ہیں۔ عالی مقامات اور روشن حالات رکھتے ہیں......

آپ نے کسی کو اپنا مرید وخلیفہ نہیں بنایا اور ہمیشہ اپنے آپ کو پردے میں رکھا.....قنوج اور بلگرام کے درمیان سے گنگا بہتی ہے۔ آپ طالب علم کے لباس میں صبح تڑکے جب سارا عالم محوخواب ہوتا، بلگرام سے قنوج گنگا کے کنارے تشریف لاتے اور اپنا سبق یاد کرتے پھر شام کو واپس آجاتے۔ کسی شخص کو بھی ان حالات کی خبر نہ ہوتی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ فلاں ٹیلے پر جو دیو پری کا مسکن ہے مجھے دفن کریں تا کہ دیو پری کا آسیب قصبہ بلگرام سے دور

ہو جائے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے بھی آپ کی ملاقات رہی ہے۔ اخیر دنوں میں آپ سے کرامات کا ظہور بھی ہوا، جس سے آپ کی ولایت کا راز فاش ہو گیا۔ ۲ر شوال المکرّم ۶۳۲ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔'' [مآثر الکرام، فارسی، ص ۹-۱۰]

حضرت خواجہ عمادالدین چشتی قدس سرہٗ نے ہی فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ کی تشریف آوری اور فتح بلگرام کی بشارت دی تھی تاج العلما حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہٗ ''اصح التواریخ'' میں رقم طراز ہیں:

''ہمارے حضرت جد اعلیٰ سید محمد صغریٰ نے بعد فتح، بلگرام کو مرکز دائرۂ اسلام بنا کر اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھ دیا اور پھر یہی مشہور ہو گیا، یہاں تک کہ اب کوئی سری نگر نہیں کہتا۔ فقیر کہتا ہے، شاید اس نام سے موسوم اس لئے کیا گیا ہے کہ بعد کے لوگوں کو یہ نام شوکت وقوت اسلام کی یاد دلاتا رہے۔ یہ بتا تا رہے کہ وہ مقام جو ''بیل'' ایسے دیو لعین کا ''گرام'' شہر و جائے قیام تھا، آج بفضلہٖ تعالیٰ و بحولہ وقوتہ جل جلالہ نزہت کدۂ شعائر اسلام ہے۔ اس لئے کہ یہ نام مرکب ہے دو لفظوں سے ایک بیل دوسرا گرام بمعنی مقام وشہر وآبادی۔ اور بیل ایک دیو ملعون کا نام تھا جسے اس زمانے کے جوگی اور ساحر جو بلگرام میں بہت رہتے تھے، کوہستان کشمیر سے پوجا پاٹ اور جادو کے ذریعہ سے تسخیر کر کے اپنی مدد اور اعانت کے لئے یہاں لائے اور اسے یہاں رکھا تھا۔ یہ شیطان لعین ایسا زبردست تھا کہ دور دور تک اپنے مخالف کو نہ رہنے دیتا اور سوائے اپنی پوجا کے کسی کی پوجا نہ ہونے دیتا۔ اگر کوئی اسے نہ پوجتا تو اسے آزار واذیت پہنچاتا۔ حضرت خواجہ عمادالدین بلگرامی قدس سرہٗ نے حضرت سید محمد صغریٰ کے بلگرام فتح کرنے سے چند سال پہلے اپنی قوت باطنی اور زور روحانی سے بحول وقوت الٰہی اس دیو لعین کا خاک کر ڈالا۔ جب یہ خبر راجہ بلگرام کو پہنچی، اس نے چاہا کہ حضرت خواجہ پر فوج کشی کرے۔ اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ ہم نے اپنی پوتھیوں میں دیکھا ہے کہ ایک زمانہ میں اس سرزمین پر مسلمان چھائیں گے اور جو اُن سے مقابلہ کرے گا وہ بجز ذلت وناکامی اور کچھ نتیجہ نہ پائے گا۔ لہٰذا ان درویش سے تعرض کرنا نہ چاہئے جو ایسے

زبردست ہیں کہ جس بیل ملعون کے بل بوتے پر ہم کودتے تھے، اسے انہوں نے ایک دم میں نابود کر ڈالا۔ تیری کیا طاقت ہے جو اُن سے مقابلہ کر سکے گا۔ آخر راجہ نے فوج کشی سے باز آ کر ایک جوگی کو جو سحر ساحری میں طاق تھا، حضرت کے مقابلے میں بھیجا۔ حضرت کے سامنے اس نے کچھ سحر کے شعبدے دکھائے جنہیں حضرت نے بحول وقوۃ الٰہی دفع کر دیا۔ آخر وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہو کر راجہ کے پاس واپس گیا اور اپنے سحر کی بے اثری اور حضرت کے زور باطن اور دین اسلام کی بزرگی وقوت بیان کر کے راجہ کو دعوت اسلام دی۔ اس سے راجہ غصہ ہو کر بولا، تو پرانا رفیق ہے ورنہ میں تجھے مروا ڈالتا۔ اس نے کہا تیری کیا طاقت ہے جو مجھے مروا ڈالے۔ میں نے ایسے برگزیدۂ حق کا ہاتھ پکڑا ہے کہ تیرے ایسے ہزاروں اس کے سامنے خس برابر ہیں اور وہاں سے آ کر حضرت خواجہ سے اس راجہ مغرور کے تعصب کفر کا حال بیان کر کے اس کے قلع قمع کے لئے عرض کیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: اس بیل دیو لعین کو مار ڈالنا تو فقیر کے ہاتھ سے مقدر تھا جو واقع ہوا اور اس کافر راجہ کا استیصال بھی کچھ دشوار نہیں۔ مگر تقدیر الٰہی میں یوں جاری ہو چکا ہے کہ ولایت سے ایک سید مسلمانان اہل عرب کی فوج کے ساتھ آ کر راہِ حق میں جہاد کرے گا اور ان کافروں کو ان کے مَقرّ اصلی جہنم میں پہنچائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت سید محمد صغریٰ نے آ کر بلگرام فتح فرمایا اور اسے اسلام آباد کر دیا۔'' [نظم اللآلی، اصح التواریخ، ص ۱۷۱-۱۷۲]

''تاریخ بلگرام'' میں رسالۂ عمادیہ کے حوالے سے تسخیر دیو بیل کی یہ روایت درج ہے:

''جب خواجہ عمادالدین اپنے وطن سے آتے آتے کوفہ میں پہنچے، وہاں چند روز انہوں نے درس دیا۔ ایک دن اپنے حجرے میں مشغول عبادت الٰہی تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ اے عمادالدین! متصل قنوج کے ایک قصبہ ہے نگر نام وہاں ایک دیو رہتا ہے اور لوگوں کو ایذا پہونچاتا ہے، تم وہاں جاؤ کہ وہ ملعون تمہارے ہاتھ سے مارا جائے گا اور تین بار یہی آواز آئی اور شب کو آنحضرت ﷺ نے بھی بشارت دی کہ جا کر دیو کو ہلاک کرو اور وہ ولایت تم کو مرحمت ہوئی اور جامع مسجد قنوج کی تعمیر بھی تمہیں پر

موقوف ہے۔ الغرض جب خواجہ صاحب آئے، آتے ہی قنوج میں پہونچے اور صبح کو آبِ گنگ سے گذر کر آگے چلے۔ ایک جوگی نظر آیا، اوس سے بیل دیو کا مقام پوچھا، جوگی متعجب ہوا کہ اوس دیو کے خوف سے آج تک کوئی یہاں نہیں آیا۔ یہ کون شخص ہے کہ دلیرانہ پوچھتا ہے۔ جوگی نے پوچھا تم کو دیو سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ میں اس کو ہلاک کروں گا۔ جوگی نے کہا پہلے مجھ سے لڑلو تو اس کو مار یو، اس کا مارنا آسان نہیں ہے اور اس وقت بلگرام میں جوگیوں کی کثرت تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے بے دست وپا! تیری کیا قدرت ہے کہ مجھ سے لڑ سکے، وہیں رہ جا۔ یہ کہنا تھا کہ اس جوگی کے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے، جوگی فریاد کرنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو، میں مسلمان ہوتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی نہیں جب میں دیو کو مارلوں تو تجھے چھوڑ دوں گا کہ حکم یہی ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے جب مقام بیل میں پہونچے، وہ دیو آگاہ ہوکر سامنے آیا بصورت کریہ وہیبت ناک مگر جب خواجہ صاحب کا جمال دیکھا، ڈرا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ ہر چند اس نے قصد کیا کہ بھاگ جاؤں مگر جرأت نہ ہوئی۔ آخر اور جوگی جمع ہوئے اور افسوں [منتر] پڑھنے لگے، کوئی کارگر نہ ہوا۔ ناگاہ عالم مراقبہ میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو دیکھا کہ فرماتے ہیں اے فرزند! جو کچھ جوگی اور دیو نے سحر پڑھا تھا، سب اوس پر منقلب ہوگیا۔ تم جلد تکبیر کہو کہ دیو ملعون ہلاک ہو۔ خواجہ صاحب نے تکبیر شروع کی۔ جب کلمہ للہ الحمد تک پہونچے، دیو کے پاؤں سے آگ لگی اور سر میں جاکر بجھی اور دیو جل بھن کر خاک اور ہلاک ہوگیا اور بہت سے اور جوگی بھی جل مرے۔ اس کے بعد ایک ہوا چلی کہ سب کی خاک اوڑا لے گئی۔ خواجہ صاحب نے وہیں اپنا عصا گاڑ دیا اور فرمایا کہ یہ مقام میرا ہے۔ کچھ جوگی بھاگ کر وہاں کے راجہ کے پاس گئے اور حال بیان کیا۔ راجہ نے فوج طیار کی مگر لوگوں نے سمجھایا۔ آخر وہ باز رہا اور وہ جوگی جو قید تھا، رِہا ہوا اور مسلمان ہوگیا۔ ایک جوگی نے جاکر راجہ سے اجازت لی کہ ہم خواجہ صاحب سے لڑیں گے اور سامنے آیا اور بہت کچھ شعبدے دکھائے مگر آخر کو مسلمان ہوا اور راجہ سے

جاکر اپنے اسلام کا اظہار کیا، راجہ بہت ناخوش ہوا اور اس کو ایذا دینا چاہا مگر نومسلم جوگی نے قوت اسلام سے اس کو ساکت کیا اور آکر خواجہ صاحب سے شکایت کی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ راجہ سے لڑنا مجھے ضرور نہیں ہے، مجھے دیو کے مارنے کا حکم تھا، راجہ سے لڑنے کے واسطے ایک سید ولایت سے مع فوج مسلمانان اہل عرب آئے گا اور والی دہلی کے حکم سے راجہ کو جہنم واصل فرمائے گا۔ نومسلم جوگی یہ سن کر خاموش ہوا۔"
[تاریخ بلگرام صفیر بلگرامی، ص ۳-۵]

حضرت فاتح بلگرام سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ فرشوری شیوخ اور ترکمانوں کی دہلوی فوج کے ساتھ سری نگر [بلگرام] تشریف لائے، ۶۱۴ھ میں یہاں کے سرکش ہندو راجہ کو زیر کیا اور پھر اپنے معاونین کے ساتھ یہیں طرح اقامت ڈالی، چنانچہ آج بھی فرشوری شیوخ اور ترکمانی فوجیوں کی نسلیں بلگرام شریف میں موجود ہیں۔

فاتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے دم قدم سے یہ ویرانۂ کفر، گلشن اسلام میں تبدیل ہوگیا اور پھر تو دین وسنیت، زہد وتقویٰ اور علم وفضل کی وہ باد بہاری چلی کہ یہ خطہ رشکِ ہندوستان بن گیا۔ یہاں پر علم وفضل اور زہد واتقا کے ایسے آفتاب وماہتاب طلوع ہوئے کہ ایک عالم میں اجالا کر ڈالا۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

"صوبۂ اودھ میں محروسۂ بلگرام زمانۂ قدیم سے فضلائے کرام اور علمائے عظام کی جائے نشو ونما رہا ہے اور بے شمار دانشور اس شہر سے اٹھے، افادہ واستفادہ کی انجمن بہترین انداز سے سجائی۔" [مآثر الکرام، ص ۳۳۴]

تاریخ بلگرام میں سادات بلگرام کی عظمت کا اعتراف عالمگیر اورنگ زیب کے ان لفظوں میں درج ہے: "سادات بلگرام ذوی الاحترام چوب مسجد وورق مصحف ناطق، نہ قابل سوختن، نہ لائق فروختن" [تاریخ بلگرام، ص ۷]

معزز سادات بلگرام چوب مسجد اور مصحف قرآنی کے ورق کی طرح محترم ہیں کہ نہ چوب مسجد اور مصحف کے ورق کو ضائع کیا جاسکتا ہے، نہ فروخت کیا جاسکتا ہے۔ انہیں بہر طور سینے سے لگا کر رکھنا ہے۔

ذرا ایک نگاہ اٹھائیے اور دیکھئے کہ کیسے کیسے لعل وجواہر اس معدن فضل وکرامت سے نمودار ہوئے۔ یہ حضرت سید محمود اکبر ہیں جو علم الاسما اور علم تکسیر کے امام اور مرتبۂ ابدالیت پر فائز ہیں۔ یہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی ہیں جو دسویں صدی کے مجدد ہیں اور جن کی سبع سنابل شریف بارگاہ رسالت میں قبولیت کی سند رکھتی ہے، آپ کے صاحب زادگان میں حضرت عبدالجلیل چشتی بلگرامی ہیں جن کے جذب وعشق اور باطنی تصرفات کے سامنے جنات سر بہ خم ہیں، آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت میر سید طیب کے بارے میں سید العارفین شاہ لدھا کے والد ماجد سید کرم اللہ فرمایا کرتے:

''اگر کوئی شخص روئے زمین پر فرشتہ دیکھنا چاہے تو وہ میر سید طیب کا مشاہدہ کرلے''

صاحب مرآۃ المبتدئین جو میر سید طیب کے ہم عصر ہیں، لکھتے ہیں:

''قطبیت، ابدالیت، غوثیت، اوتادیت اور جو فضائل بھی کہے جاسکتے ہیں، سب ان [میر طیب] کی ذات میں موجود ہیں''۔

یہ سید العارفین میر لطف اللہ شاہ لدھا ہیں جن کے بارے میں مرشد گرامی میر سید احمد ترمذی کالپوی کے صاحبزادے میر شاہ فضل اللہ کالپوی نے فرمایا:

''سید احمد کے میخانے کی شراب خالص تو شاہ لدھا نے پی لی اور دوسروں نے تلچھٹ چکھی ہے''۔

یہ سید نور اللہ برادر اصغر شاہ لدھا ہیں جو خدا دوست اور دنیا دشمن تھے۔ آپ کی پوری پوری رات سجدے میں گذر جاتی، ایک مرتبہ وضو کرتے وقت جھکے پھر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تین دن تک رکوع کی حالت میں رہ گئے۔

یہ سلطان العاشقین حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ ہیں جو علامہ آزاد کے لفظوں میں: ''ایسے شاہباز ہیں جن کا آشیانہ سدرۃ المنتہٰی ہے، ایسے بے مثل شہسوار ہیں جن کا میدان بلند آسمان ہے۔'' جن کی علمی اور روحانی عظمتوں کا سارا زمانہ معترف ہے اور جن کے سوز عشق نے فارسی شاعری اور ہندی دوہوں میں پیغام اسلام عام فرمایا۔ آپ ہی کے صاحبزادے سید شاہ آل محمد ہیں جن کے بے مثل مجاہدے کی وسعت کے سامنے صحرا کی وسعتیں سمٹ گئی تھیں۔

یہ سید محب اللہ بلگرامی ہیں جن کی جلوۂ سرمدی میں فنائیت اس درجہ تھی کہ خود فرماتے: ''جس وقت میں کلمۂ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا ہوں، اس وقت کوئی بھی چیز میری نگاہ کے سامنے نہیں رہتی اور جب الا اللہ کہتا ہوں ساری اشیا موجود ہو جاتی ہیں''۔

یہ برہان العارفین شاہ رحمت اللہ ہیں جو حسن ازل کے ایسے شیفتہ تھے کہ مظاہر قدرت کی رنگینیاں آپ کو جلوۂ محبوب کی یاد دلاتی رہتیں، مرتبۂ ابدالیت پر فائز تھے۔ بلاؤں اور ایذا رسانیوں پر حد درجہ صابر بلکہ مسرور، گویا فیض ایوبی سے خاص حصہ پایا تھا۔

یہ بانی دائرہ قادریہ صاحب العرفان کاشف الحقیقت سید محمد قادری ہیں جن کی علمی اور روحانی عظمتوں کے سامنے بڑے بڑوں کی پیشانیاں خم ہیں، جن کے تصرفات کا ایک مسلسل کارواں ہے جس کا مشاہدہ ایک زمانہ کرتا ہے۔ آپ ہی کے پوتے ہیں شہرۂ آفاق محدث، ادیب اور محقق حضرت علامہ سید مرتضیٰ حسن زبیدی ہیں جن کی علمی جلالت کو عالم عرب سلام کرتا ہے۔

یہ سید تاج الدین حجرہ نشین ہیں جن کے فقر وجذب الٰہی نے انہیں دنیا سے بالکل بے نیاز کردیا تھا۔ یہ حضرت میر سید اسمٰعیل بلگرامی مسولوی جنہیں خود مولائے کائنات نے عالم خواب میں تشریف لاکر شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ یہ میر سید مبارک محدث ہیں، جنہیں خدمت علم حدیث کے اعزاز میں قطب المحدثین کے لقب سے یاد کیا گیا۔ یہ حضرت میر طفیل محمد اترولوی ثم بلگرامی ہیں جن کے علمی فیضان سے بے شمار زیدی سادات بلگرام فیض یاب ہوئے۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی خود آپ کے شاگرد اور بے حد مداح نظر آتے ہیں۔ یہ قاضی الٰہ داد بلگرامی ہیں جن کو علامہ آزاد نے اپنے زمانہ کا امام ابو یوسف بتایا ہے۔

یہ علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی ہیں جن کے بارے میں علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کے تاثرات یہ ہیں: ''زمانے کی نگاہوں نے اس جامعیت کے صاحب کمال بہت کم ہی دیکھے ہوں گے۔ بلگرام کا نام وجود فائض الجود کی برکتوں سے شہرۂ آفاق ہوگیا...... سید علی معصوم مدنی مصنف ''سلافۃ العصر'' فرماتے تھے: میں نے اپنی عمر میں میر عبدالجلیل جیسا جامع العلوم نہیں دیکھا۔''

یہ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی ہیں جو عربی اور فارسی ادب کے دانائے راز ہیں۔ عربی زبان میں سترہ ہزار سے زائد اشعار کہے اور وہ بھی ایسے کہ جن کی نظیر معاصر عرب دنیا بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسلامی ہندوستان کی ایک ہزار سالہ تاریخ کھنگال ڈالئے، آپ کا ہم پلہ عربی داں دو چار ہی مل سکے گا۔ بلگرام کی یہی مردم خیزی اور فکر کی سرسبزی وشادابی دیکھ کر صاحبان دل پکار اٹھے۔

۱- سبحان اللہ چہ بلگرامے — کوثر مئے ،آفتاب جامے
۲- خاکش گل نوبہار عشق است — آبش مئے بے خمار عشق است
۳- از عشق سرشتہ ایزد پاک — در روز ازل خمیر ایں خاک
۴- ہر گل کہ دمیدہ است زیں خاک — خونیں جگرے ست، پیرہن چاک

[مثنوی امواج الخیال، علامہ میر عبدالجلیل نامی بلگرامی، سرو آزاد، ص ۲۶۵]

[۱] سبحان اللہ! سرزمین بلگرام کی کیا بات ہے۔ یہاں کی شراب کوثر کی اور جام آفتاب کا ہے۔
[۲] اس کی خاک، عشق کا گل نوبہار معلوم ہوتی ہے، اور اس کے پانی میں شراب عشق کا مزہ آتا ہے جس میں بدمستی نہیں ہوتی۔
[۳] اللہ رب العزت نے روز ازل اس سرزمین کا خمیر عشق سے گوندھا تھا۔
[۴] اس خاک میں جو پھول بھی کھلتا ہے، وہ سوز عشق سے جگر خون اور پیراہن چاک رکھتا ہے۔

سیر باید کرد یاراں ،نوبہار بلگرام — برزمرد ناز دارد، سبزہ زارِ بلگرام
ہر نفس عطر گلستانِ یمن بومی کند — خوش دماغاں از نسیم مشک بار بلگرام
شش جہت تنگ ست بر جولانِ رخش ہم نشیں — بر فراز عرش تازد شہسوار بلگرام
خواجۂ کامل عمادالدین قطب الاولیا — حلقۂ بابِ حریم او حصارِ بلگرام

[میر سید محمد شاعر بلگرامی ولد میر عبدالجلیل بلگرامی، اصح التواریخ، ۹۲/۱]

[۱] دوستو! جب بہار کا موسم ہو تو بلگرام کی سیر کرنی چاہئے، یہاں کے سبزہ زار، زمرد پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

[۲] یہاں کے خوش ذوق افراد کی ہر سانس میں یمن کے باغات کی خوشبو بسی ہوتی ہے اور یہ خوشبو بلگرام کی نسیم مشک بار کی دین ہوتی ہے۔
[۳] یہاں کے شہسواروں کی تیز چال کے سامنے تو ساری جہتیں تنگ معلوم ہوتی ہیں۔ بلگرام کا شہسوار تو فراز عرش کو بھی پائمال کرتا نظر آتا ہے۔
[۴] خواجۂ کامل عمادالدین قطب اولیا، آپ کے مزار پاک کی حریم کا دائرہ، بلگرام کا حصار ہے۔

اللہ اللہ عزوشان واحترام بلگرام — عبدواحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر ومہ کی دیکھ لے — جلوۂ انوار حق ہے صبح وشام بلگرام
یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض کے — خندہ ہائے گل رُخانِ لالہ فام بلگرام

[اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی، حدائق بخشش حصہ سوم]

شیخ علی بخش ظہیر بلگرامی، ساکن محلّہ سلہٹرہ نے عظمت بلگرام کا گن گاتے ہوئے یہ خوبصورت اشعار نظم کئے۔

باغ جناں ہے کوچۂ وبازار بلگرام — رضواں ہے نقد دل سے خریدار بلگرام
سینچا ہوا ہے یہ چمن آب حیات سے — طوبیٰ سے سربلند ہیں اشجار بلگرام
جام جہاں نما سے بھی جم کو تھی یہ غرض — رہ جائے تا نہ حسرت دیدار بلگرام
آیا یہاں گدا جو کوئی ، شاہ ہوگیا — ظل ہُما ہے سایۂ دیوار بلگرام
یہ وہ جگہ ہے جس سے جہاں فیض یاب ہے — حاجت روائے عام ہے سرکار بلگرام
باغ جناں میں بلبل سدرہ ہے نغمہ ساز — میں ہوں ظہیر طوطئ گلزار بلگرام

[تاریخ بلگرام، صفیر بلگرامی، ص ۳۱]

فاتح بلگرام حضرت محمد سید صاحب الدعوۃ الصغریٰ چشتی قدس سرہٗ کے دو

صاحبزادے تھے: سید محمد سالار اور سید محمد عمر۔ حضرت کی نسلیں بعد کے ادوار میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بلگرام میں اس جگہ اقامت پذیر تھیں جسے سیدواڑہ کہا جاتا ہے۔ نسلیں جب پھیلیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اقامت گاہ کو بھی وسعت دی جائے۔ اس لئے مختلف مرحلوں میں بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد سالار کے اخلاف سیدواڑہ، میدان پورہ، مدینہ منورہ، مارہرہ، اناؤ، مسولی، کوٹہ، بمبئی، کراچی، امریکہ تک پھیل گئے۔ چھوٹے صاحبزادے سید محمد عمر کی شاخیں محلّہ بھتہا جو میدان پورہ سے متصل ہے، محلّہ سلہڑہ، آرہ، شاہ آباد، مارہرہ، کواتھ، باڑی، علی گڑھ، حیدرآباد، کراچی تک میں موجود ہیں۔

حضرت سید ابراہیم بن سید ناصر بن سید مسعود بن سید سالار، [حضرت سید محمد سالار کے پر پوتے] کے چار صاحبزادے تھے: ۱-سید جمال الدین، ۲-سید علاء الدین، ۳-سید بہاء الدین، ۴-سید ناصر۔ صاحب دائرۂ قادریہ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ، حضرت سید جمال الدین کی شاخ میں آتے ہیں۔

سید جمال الدین کی اولاد میں سادات سیدواڑہ، اور موجودہ سادات مارہرہ، سید علاء الدین کی اولاد میں سادات پنج بھیا محلّہ میدان پورہ و مسولی، سید بہاء الدین کی اولاد میں سادات اُناؤ آتے ہیں اور سید ناصر کی اولاد دکن میں ہے۔ علامہ آزاد شجرۂ طیبہ میں رقم طراز ہیں:

’’گویند کہ سید ابراہیم درآخر سال بطرف دکن رفتہ درآں جا در شہرے سکونت گرفت وزنے ازدواج آورد واز اوسید ناصر تولد شد واولاد او در دکن تا حال است۔‘‘ [شجرۂ طیبہ، قلمی ص۷۰-۷۱]

حضرت سید علاء الدین جد اعلیٰ قبیلہ پنج بھیہ نے، اہل وعیال کی ضروریات کی بنا پر خاندانی محلّہ سیدواڑہ چھوڑ کر اسی سے ذرا فاصلے پر محلّہ میدان پورہ آباد کیا، جس جگہ بعد میں دائرۂ قادریہ آباد ہوا۔ صاحب روضۃ الکرام لکھتے ہیں:

’’سید علاء الدین جد القبیلہ پنج بھیا اپنے بھائی سید جمال الدین وغیرہ کے ہمراہ محلّہ سیدواڑہ میں رہتے تھے۔ جب اولاد بڑھی تو آپ نے قلعہ کے پچھم جانب ایک میدان میں مکان بنوایا اور وہاں رہنے لگے۔ آپ کی وجہ سے اور لوگ بھی وہاں آباد ہو گئے

اور اس محلّہ کا نام میدان پورہ پڑ گیا۔ سید علاء الدین کے گیارہ صاحبزادے تھے، جن میں سے چھ فوت ہو گئے، پانچ صاحبزادوں کو لے کر آپ نئے مکان میں تشریف لے گئے۔ پہلے وہ مکان پنچ بھیوں کا مشہور ہوا۔ اس کے بعد اس خاندان کو پنچ بھیہ کہنے لگے۔ سید صاحب کی اولاد بیشتر صاحب علم تھی۔ جب بابر شاہ کے زمانے میں معافی پرگنہ بلگرام پر مال گذاری تشخیص ہوئی تو آپ نے اپنا کُل حصہ اپنے بھائی سید جمال الدین کی اولاد کو دیدیا اور کہا میرے بچے ملازمت کے ذریعہ سے گذر کرلیں گے۔ چنانچہ جائداد اس وقت تک سید جمال الدین کی اولاد میں ہے۔‘‘ [روضۃ الکرام جدید، ص۱۲۶]

حضرت سید جمال الدین جد اعلیٰ سادات سیدواڑہ کی نسلوں میں پھر کئی بڑے قبیلے ہو گئے۔ بانی دائرۂ قادریہ حضرت سید محمد قادری تاجوزئی قبیلے میں آتے ہیں۔ آپ کے پردادا سید عبدالغفار کی شادی سید محمد اشرف بن سید احمد عرف اچھے قبیلہ پنچ بھیا کی صاحبزادی سے ہوئی۔ سید محمد اشرف کی نرینہ اولاد نہیں تھی، اس لئے انہوں نے اپنے داماد سید عبدالغفار کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا۔ اس تعلق کی بنا پر سید عبدالغفار سیدواڑہ سے چلے آئے اور پنچ بھیہ کے محلّہ میدان پورہ میں رہنے لگے۔ اس طور سے میدان پورہ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کا ثانوی آبائی محلّہ بن گیا۔‘‘ [مآثر الکرام اردو، ص۳۵۱]

حضرت سید علاء الدین کے حیات پانچ صاحبزادوں میں سے تین سے نسل چلی:

۱- سید فضل اللہ ، ۲-سید حسام الدین گدائی ، ۳-سید ابوالفرح

باقی دو صاحبزادوں کے نام بھی پردۂ گمنائی میں چلے گئے۔ دائرۂ قادریہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ دامت برکاتہم القدسیہ حضرت سید فضل اللہ کی شاخ میں آتے ہیں۔ حضرت سید فضل اللہ کے پوتے حضرت سید اجمل بڑے نامور اور یکتائے روزگار گذرے ہیں۔ آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت میر عبدالواحد بلگرامی کے عقد میں دیدی، اس کے بعد ہی حضرت میر، موجودہ محلّہ سلہڑہ میں قیام پذیر ہوئے اور اسے آباد فرمایا۔ تفصیل آگے آتی ہے۔ حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

"میر عبدالواحد بن سید ابراہیم بن قطب الدین بن سید ماہرو بن سید بڈھ قدس اللہ اسرارہم، آپ فلک ولایت کے قطب اور دائرۂ ہدایت کے مرکز تھے۔ قدرت کی کھلی نشانیوں اور روشن کرامات کے مالک تھے۔ آپ کے اجداد میں سید ماہرو، حاکمانہ ذمہ داریاں نبھانے کے لئے بلگرام سے قصبہ سَرہ گئے اور وہیں فروکش ہوگئے۔ قصبہ سرہ اور اس کے چوبیس متعلقہ گاؤں بادشاہ وقت کی طرف سے انعام میں ملے تھے۔ ایک زمانہ بعد وہاں کے زمین داروں کی مخالفت سامنے آئی اور آپس میں جنگ ہوئی۔ سید صاحب نے اپنی بعض اولاد کے ساتھ شربت شہادت نوش کیا۔ ان کا مزار قصبہ سرہ میں ہے، اور ماہرو کھیڑہ قصبہ سرہ سے متصل مشہور جگہ ہے۔ سید صاحب کے بنوائے ہوئے قلعے کے آثار اس جگہ باقی ہیں۔ بقیہ اولاد اور دوسرے متعلقین قصبہ سرہ سے گوگھاٹ نامی گاؤں میں آکر سکونت پذیر ہوگئے لیکن وہاں بھی مستقل پائے اقامت نہ جما سکے۔ آخر کار وہاں سے نکل کر قصبہ سانڈی میں جو بلگرام سے چار کوس کے فاصلے پر ہے، قیام پذیر ہوئے۔

حضرت ماہرو کی بعد کی اولادوں میں سے ایک شخص علم حاصل کرنے لگے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد قصبہ باڑی کے عہدۂ قضا کی سند بادشاہ وقت سے حاصل کی۔ سید ماہرو نے اپنے بعد تین اولادیں چھوڑی تھیں۔ ان میں سے دو صاحبزادے منصب قضا کی وجہ سے باڑی جا کر اقامت پذیر ہوگئے اور بادشاہ اکبر کے زمانے میں قصبہ باڑی انہیں انعام میں ملا۔

میر عبدالواحد، حضرت سید ماہرو کے تیسرے صاحبزادے سید قطب الدین کی اولاد میں ہیں جو قصبہ سانڈی میں رہ گئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی کی شادی ہمارے جد اعلیٰ سید محمود اصغر کے ہمراہ ہوئی۔ اپنے داماد کے ساتھ قلبی تعلق کی بنا پر فرمایا کہ فلاں نے مجھے بلگرام بلایا ہے اور آپ پھر اپنے آبائے کرام کے وطن تشریف لے آئے۔ پہلے پہل محلّہ میدان پورہ میں سید محمود کے مکان کے قریب سکونت اختیار فرمائی۔ چند دنوں کے بعد سلہڑہ کے تالاب کے کنارے جا کر آباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل میں بہت خیر و برکت عطا فرمائی۔ تھوڑی ہی مدت

میں آپ کی اولادوں سے ایک بڑا محلّہ آباد ہوگیا۔" [مآثر الکرام، ص ۹۷-۹۸]

بانی دائرۂ قادریہ حضرت سید محمد قادری کے پردادا سید عبدالغفار قدس سرہٗ نے سیدواڑہ چھوڑ کر محلّہ میدان پورہ میں طرح اقامت ڈالی تھی، اس طور سے تین پشت سے حضرت سید محمد قادری کا خاندان محلّہ میدان پورہ میں آباد تھا۔ آپ کی آبائی حویلی وہی ہے جہاں آپ ابھی آرام فرما ہیں۔ حضرت قادری بغداد مقدس سے بلگرام شریف کب واپس تشریف لائے، تاریخ میں اس کا متعین سراغ نہ ملا۔ اتنی صراحت ملتی ہے کہ ۱۱۱۵ھ میں آپ عراق میں تھے۔ وہاں کئی سال قیام رہا، پھر ہندوستان واپس ہوئے۔ چند سال دہلی میں رہ کر بلگرام شریف آئے۔ اس زمانے کے علمی مزاج اور وسائل سفر کے تناظر میں آپ کی بلگرام آمد کا زمانہ ۱۱۳۰ھ سے ۱۱۴۰ھ کے درمیان معلوم ہوتا ہے۔

بہر کیف! جب بھی حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی بلگرام تشریف آوری ہوئی، اس کے بعد ہی فیض قادریت کی تقسیم کا سلسلہ شروع ہوگیا اور آپ کی خانقاہ دائرۂ قادریہ کے نام سے معروف ہوئی۔ آج بھی عوام اس درگاہ کو "قادریہ" ہی کہتی ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد درج ذیل حضرات سجادہ نشین ہوئے:

- ۱- حضرت سید غلام عماد الدین عرف غلام میاں بن سید محمد بن سید محمد قادری
- ۲- حضرت حاجی سید باسط علی بن سید علی مرتضیٰ بن سید محمد بن سید محمد قادری
- ۳- حضرت سید مرتضیٰ بن سید باسط علی واسطی
- ۴- حضرت سید شاہ عبدالرسول واسطی
- ۵- حضرت سید شاہ نذر علی واسطی
- ۶- حضرت سید شاہ نیاز حسن واسطی
- ۷- حضرت سید شاہ محمد حسین واسطی
- ۸- حضرت سید شاہ عزیز اللہ واسطی

- ۹-حضرت سید شاہ بشیر حسین واسطی
- ۱۰-حضرت سید شاہ علی حسین واسطی
- ۱۱-حضرت سید شاہ زین العابدین واسطی قدست اسرارہم
- ۱۲-حضرت سید شاہ اویس مصطفیٰ واسطی دامت برکاتہم القدسیہ

اب ذیل میں ان بزرگوں کا قدرے مفصل تعارف پیش کیا جارہا ہے جن کا دائرۂ قادریہ سے خصوصی ربط ہے:

۱- فاتح بلگرام سید محمد چشتی صاحب الدعوۃ الصغریٰ [آپ بانی دائرۂ قادریہ کے جداعلیٰ ہیں]

۲- سید شاہ محمد اجمل بلگرامی [آپ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کے دادا کی نانیہال کے ممتاز بزرگ ہیں اور موجودہ سجادہ نشین آپ ہی کی نسل میں آتے ہیں]

۳- حضرت سید محمد قادری [بانی دائرۂ قادریہ، بلگرام شریف]

۴- حضرت سید شاہ لطف اللہ قادری شاہ لدھا بلگرامی [موجودہ سجادہ نشین دائرۂ قادریہ آپ کی خانقاہ کے بھی جانشین اور متولی ہیں]

۵- حضرت سید زین العابدین قادری بلگرامی [سابق سجادہ نشین دائرۂ قادریہ بلگرام شریف]

۶- حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ قادری دام ظلہٗ [موجودہ سجادہ نشین، دائرۂ قادریہ]

فاتح بلگرام
سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ
چشتی بلگرامی قدس سرہٗ



فاتح بلگرام، مجاہد اسلام، شہزادۂ رسول حضرت سید محمد صغریٰ چھٹی صدی ہجری کے نصف اخیر ۵۶۴ھ میں * جلوہ آرائے بزم کائنات ہوئے۔ تعلیم کے حصول کے بعد دلّی دربار سے وابستہ ہوگئے۔ آپ کا شمار سلطان شمس الدین التمش کے مقربین میں ہوتا ہے۔ شجاعت اور حکمت ورثے میں ملی تھی، اس لئے عروج وارتقا کی منزلیں خود ہی غبار قدم بنتی گئیں۔ آپ زیدی سادات سے ہیں۔ سلسلۂ نسب اٹھارہ واسطوں سے سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ ولد، ۱-سید علی ولد، ۲-سید حسین ولد، ۳-سید ابوالفرح ثانی ولد، ۴-سید ابو الفراس ولد، ۵-سید ابو الفرح واسطی ولد، ۶-سید داؤد ولد، ۷-سید حسین ولد، ۸-سید یحیٰ ولد، ۹-سید زید ثالث ولد، ۱۰-سید عمر ولد، ۱۱-سید زید ثانی ولد، ۱۲-سید علی عراقی ولد، ۱۳-سید حسین ولد، ۱۴-سید علی ولد، ۱۵-سید محمد ولد، ۱۶-سید عیسیٰ موتم الاشبال ولد، ۱۷-سید زید شہید ولد، ۱۸-سیدنا امام زین العابدین سید علی ولد، ۱۹-سیدنا امام حسین شہید کربلا ولد، ۲۰-امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ زوج، ۲۱-خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دختر، ۲۲-سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

[کاشف الاستار شریف، اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینؔی، ص ۱۵۱]

---

* روضۃ الکرام کے قدیم نسخہ، ص ۲۷ر پر درج ہے: ''سید محمد صغریٰ کی عمر شریف ۸۱ر سال کی ہوئی اور ۱۴ر شعبان روز دوشنبہ ۶۴۵ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔'' اس بیان کی روشنی میں حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ کا سال ولادت ۵۶۴ھ ٹھہرتا ہے۔ ۱۲- ساحل

حضرت علامہ آزاد بلگرامی کے نانا اور استاذ حضرت علامہ سید عبد الجلیل نامؔی واسطی بلگرامی نے بہت ہی دلکش پیرائے میں حضرت فاتح بلگرام کے نسب نامے کو نظم کیا ہے۔ الفاظ استعمال فرمائے ہیں، لگتا ہے نگینے جڑ دیئے ہیں۔ اسلوب کی روانی کوثر و سلسبیل کے مزے دیتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس آبدار فارسی نظم کو پیش کر دیا جائے جو ہے تو طویل لیکن اس میں موجود دلکشی اور غنائیت اسے فکروں پر بوجھ نہیں بننے دیتی۔ علامہ نامؔی فرماتے ہیں۔

۱-مائیم نخل سبز ریاض پیمبری — احسان ماست بر ہمہ از سایہ گستری
۲-نخلے کہ اصل ثابت او ختم انبیا است — فرعش گذشتہ است ازیں چرخ چنبری
۳-آں ختم انبیا کہ بتول ست دخترش — آرائش منصۂ پاکیزہ گوہری
۴-آں دختر نبی کہ بود زوجِ او علی — دریائے فیض، ساقی صہبائے کوثری
۵-فرزند اوست خامس آل عبا حسین — ابن جہت زطلعتِ او یافت زیوری
۶-سجاد آں کہ آدم آل حسین بود — ایزد نصیب دشمن او کرد ابتری
۷-زید شہید مصحف اسرار اہل بیت — پیدا است از مناقب او شان حیدری
۸-عیسیٰ کہ شد بہ موتم اشبال مشتہر — کردے شکار شیر زروئے دلاوری
۹-سید محمد آں کہ جہاں را زخلق او — پیچیدہ در دماغ نسیم معطری
۱۰-سید علی کہ بردر عالم پناہ او — کیواں ستادہ است بعنوان قنبری
۱۱-سید حسین شمسۂ ایوانِ مکرمت — روح الامیں کند بہ رواقش کبوتری
۱۲-سید علی عراقی کہ از فیض مقدمش — خاک عراق یافتہ از عرش برتری
۱۳-سید حسن کہ اختر اوج سیادت است — کسب سعادت از نظرش کرد مشتری
۱۴-سید علی کہ دشمن شوریدہ بخت را — سازد کباب آتش خورشید محشری
۱۵-شادابی بہار گلستانِ خلق زید — می کرد در تحفظ دلہا صنوبری
۱۶-سید عمر کہ سرور عالی مقام بود — در بزم او ہمیشہ فلک گرم مجمری
۱۷-زید سوم کہ خسرو اقلیم فقر بود — کردے زروئے آئینۂ دل سکندری

۱۸-یحییٰ کہ در ریاض صفات کمال او　　یک شہر چشم حیر تیاں کرد عبہری
۱۹-سید حسین منتخب دودۂ شرف　　باشد چراغ انجمن افروز مہتری
۲۰-داؤد آنکہ دشمن فولاد جسم را　　چوں موم نرم ساخت زدست بہادری
۲۱-والا گہر ابو الفرح واسطی کہ شُست　　از آب ذوالفقار بسے نقش کافری
۲۲-سید ابو الفراس کہ ہنگام کارزار　　آمد ز دستِ او ہمہ کارِ غضنفری
۲۳-ثانی ابوالفرح کہ بہ آئینِ جدِّ خویش　　روز نبرد شیر نیستان صفدری
۲۴-سید حسین صاحب شمشیر خونچکاں　　باقلب دشمناں نگہش کرد خنجری
۲۵-سید علی کہ صارمِ خارا شگافِ او　　چوں ذوالفقار دم زدہ ازفتحِ خیبری
۲۶-جدّ کلاں محمد صغریٰ کہ تیغِ او　　بر بلگرام یافتہ فتح ومظفری
۲۷-مفتوح گشت در زمنِ شاہ التمش　　تاریخِ آں ز لفظ ''خداداد'' بشمری
۲۸-در سالِ شش صدو چہل و پنج فوت کرد　　آسود بر بساطِ معلاّ ئے عبقری
۲۹-شعبان روز چار دہم ضحوۂ ثنین　　کرد از جہاں بہ ملکِ مقدس مسافری
۳۰-باشد بہ بلگرام مزارِ مبارکش　　بر مرقدش کنند ملائک مجاوری

[مآثر الکرام فارسی، ص ۲۶۹-۲۷۱، مطبع مفید عام آگرہ، ۱۹۱۰ء/ ۱۳۲۸ھ]

ترجمہ:[۱] ہم گلستان محمدی کے سرسبز وشاداب درخت ہیں۔ ہمارا احسان سایہ کی مانند سب کو محیط ہے۔

[۲] ایسے درخت جس کی مضبوط جڑ سیدنا خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور جس کی مبارک شاخیں اس نیلگوں گول آسمان سے بھی پرے پھیلی ہوئی ہیں۔

[۳] وہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی شاہزادی حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کا مبارک وجود نسلی طور پر بزم تقدس کی آبرو ہے۔

[۴] ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس شاہزادی کے شوہر مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو فیض کا دریا اور صہبائے کوثر کے ساقی ہیں۔

[۵] انہیں مولائے کائنات کے شاہزادے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو حضرات پنجتن اہل بیت میں پانچویں ہیں اور جنہوں نے دریائے شہادت میں غوطہ لگایا ہے۔

[۶] حضرت امام زین العابدین سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسینی سادات کے بابائے آدم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کے دشمن کے حق میں تباہی مقدر کر رکھی ہے۔

[۷] حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود حضرات اہل بیت کے خاندانی اسرار کا گنجینہ ہے۔ ان کے فضائل ومناقب سے شان حیدری ٹپکتی ہے۔

[۸] حضرت سید عیسیٰ جو موتم الاشبال کے لقب سے مشہور ہوئے ،وہ اپنی فطری بہادری کی وجہ سے شیر کا شکار کرتے تھے۔

[۹] حضرت سید محمد جن کے پاکیزہ اخلاق کی خوشبو سے ایک جہان کا دماغ معطر تھا۔

[۱۰] حضرت سید علی جن کے عالم پناہ آستانے پر ستارۂ زحل دست بستہ غلامانہ حاضر رہتا ہے۔

[۱۱] حضرت سید حسین جو ایوان عظمت وکرامت کے سرمایۂ افتخار کلس ہیں، جس کے بالائی حصہ پر حضرت جبرئیل روح الامین پیغام رسانی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

[۱۲] حضرت سید علی عراقی جن کے قدوم میمنت لزوم کے فیضان سے سرزمین عراق کو عرش پر فضیلت حاصل ہوئی۔

[۱۳] حضرت سید حسن جو بام سیادت کا روشن ستارہ ہیں، جن کی نگاہ کرم سے مشتری ستارے نے سعادتیں حاصل کی ہیں۔

[۱۴] حضرت سید علی جو بدنصیب دشمن کو محشر جیسے تپتے ہوئے سورج کی آتش حسد میں جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

[۱۵] گلستان انسانیت کے موسم بہار کی شادابی کا نام حضرت سید زید دوم ہے، جو دلوں کی حفاظت میں صنوبری کا کردار ادا کرتے ہیں۔

[۱۶] حضرت سید عمر عالی مرتبت سردار تھے جن کی بزم میں فلک اپنی انگیٹھی ہمیشہ گرم رکھتا تھا یعنی فتوحات کا دور قائم تھا۔

[۱۷] حضرت سید زید سوم مملکت فقر کے تاجدار تھے جنہوں نے اپنے شفاف دل کے ذریعہ دلوں پر حکومت کی۔ ،

[۱۸] حضرت سید یحییٰ جن کی باکمال صفات کے باغ میں پورا شہر محو حیرت کھڑا

ہے، مارے حیرت کے ان کی آنکھیں زرد نرگسی ہو چکی ہیں۔

[۱۹] حضرت سید حسین خاندان شرف کا انتخاب تھے۔ آپ کا وجود سب سے زیادہ روشن اور ممتاز چراغ تھا جو انجمن میں اجالا کر دیا کرتا تھا۔

[۲۰] حضرت سید داؤد فولادی جسم رکھنے والے دشمن کو بھی اپنے بہادر ہاتھوں سے موم کی طرح نرم کر دیا کرتے تھے۔

[۲۱] عظیم المرتبت حضرت سید ابولفرح واسطی نے اپنی شمشیر آبدار سیف ذوالفقار کے ذریعہ ایک جہان سے کفر وشرک کے نقوش مٹا دیئے۔

[۲۲] حضرت سید ابوالفراس میدان کارزار میں شیرانہ حملے کیا کرتے تھے۔

[۲۳] حضرت سید ابوالفرح ثانی اپنے جد کریم کی روایت کے مطابق میدان میں صفدر وصف شکن شیر کی طرح ثابت قدم رہتے۔

[۲۴] حضرت سید حسین جن کی تلوار ہمیشہ دشمنوں کے خون سے تر رہا کرتی تھی۔ ان کی نگاہ بھی دشمنوں کے دل میں خنجر کی طرح چبھتی تھی۔

[۲۵] حضرت سید علی جن کی خارا شگاف تلوار سیف ذوالفقار کی مانند تیز اور کاٹ دار حملے کیا کرتی تھی۔

[۲۶] ہمارے جد اعلیٰ سید محمد صغریٰ جنہوں نے بزور شمشیر بلگرام فتح کیا۔

[۲۷] یہ سرزمین سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں فتح ہوئی، اس کی تاریخ فتح لفظ ''خداداد'' [۶۱۴ھ] سے برآمد ہوتی ہے۔

[۲۸] حضرت سید محمد صغریٰ نے ۶۴۵ھ میں وفات پائی اور جنت کے اعلیٰ تخت پر آرام فرما ہوئے۔

[۲۹] جب آپ نے مملکت قدس [آخرت] کا سفر اختیار فرمایا تو پیر کا دن تھا، دوپہر کا وقت تھا اور شعبان معظم کی چودہ تاریخ تھی۔

[۳۰] آپ کا مزار مبارک بلگرام شریف میں ہے۔ فرشتے آپ کے مقدس مرقد کی مجاوری کیا کرتے ہیں۔ ۱۲ ساحل

....

سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کئی شادیاں

فرمائیں، سیدہ فاطمہ بنت امام حسن سے حضرت امام محمد باقر پیدا ہوئے اور مختار ثقفی کی نذر کردہ کنیز جیدا کے بطن سے حضرت زید شہید تولد ہوئے، یہی حضرت فاتح بلگرام کے جد اعلیٰ ہیں جن کے وسیلے سے آپ کا سلسلۂ نسب امام عالی مقام تک پہنچتا ہے۔

حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جرأت وشجاعت، علم وفضل اور زہد واتقا کا مرقع تھے۔ دراز قد، خوش رو اور اپنے جد کریم حضرت امام حسین سے مشابہہ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین نے خود آپ کی شہادت کی اطلاع دی تھی۔ آپ نے ۱۱۷ھ میں ہشام بن عبدالملک کے سپہ سالار یوسف بن عمر ثقفی سے جنگ کی۔ تین دن مسلسل لڑائی چلتی رہی۔ یوسف کے ہمراہ بارہ ہزار کی فوج تھی اور آپ کے ساتھ کوفیوں کی فطری غداری کے سبب صرف تین سو افراد تھے، جب کہ ابتداً پندرہ ہزار کوفیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ یوسف ثقفی کے غلام راشد نے تاک کر تیر مارا جو آپ کے دونوں ابرو کے درمیان پیوست ہو گیا اور آپ گھوڑے سے گر کر شہید ہو گئے۔ ۲۵ محرم ۱۱۷ھ تاریخ شہادت ہے۔ عمر مبارک ۴۲ رسال تھی۔ آپ کی فوج کے صرف ۶۷ رافراد نے جام شہادت نوش کیا جب کہ ثقفی کے سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ آپ کے سپاہیوں نے آپ کی تدفین کی اور قبر اطہر بے نشان رکھی لیکن ایک حبشی غلام کی نشاندہی پر یوسف نے آپ کی نعش مبارک نکلوائی، سر اقدس کو جدا کر کے ہشام کے پاس بھیجا اور جسد اطہر کو بے لباس کر کے دار پر چڑھا دیا۔ چار سال تک جسم اطہر سولی پر رہا۔ مکڑیوں نے جالا بن کر آپ کی ستر پوشی کر دی تھی۔ ہشام کے مرنے کے بعد یوسف ثقفی نے ولید بن یزید کے حکم سے بدن اطہر اتروا کر جلا دیا اور خاک فرات میں ڈلوا دی۔

حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شادیاں فرمائیں۔ پہلی اہلیہ رقیہ تھیں جو حضرت امام حسن کے پوتے حضرت عبداللہ المحض کی بیٹی تھیں۔ ان سے تین صاحبزادے: ۱-محمد -۲- حسین ذوالدمعہ -۳- عیسیٰ موتم الاشبال اور ایک صاحبزادی سعادت حمیدہ تولد ہوئیں۔ دوسری اہلیہ ربطہ تھیں جو حضرت محمد بن حنفیہ کی پوتی تھیں،

جن سے حضرت یحییٰ تولد ہوئے۔ان چار صاحبزادوں میں حضرت عیسیٰ موتم الاشبال سب سے چھوٹے تھے۔والد ماجد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سال تھی۔حضرت فاتح بلگرام آپ ہی کی نسل سے ہیں۔

حضرت سید عیسیٰ کثرت سے شیر کا شکار کیا کرتے تھے۔اس لئے آپ کو موتم الاشبال [شیر کے بچوں کو یتیم بنانے والا] کہنے لگے،آپ کی پرورش آپ کے ماموں ابراہیم قتیل بن عبداللہ المحض نے کی۔آپ نے اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد گمنامی کی حالت میں بہت پوشیدہ رہ کر زندگی کے لمحات گذارے۔ظالموں کی بہت کوشش اور جستجو کے باوجود ہاتھ نہ آئے اور کوفہ/بصرہ میں ۴۶رسال کی عمر پا کر ۱۶۸ھ میں وصال محبوب سے شادکام ہوئے۔آپ کی نماز جنازہ حسن بن صالح نے پڑھائی اور پوشیدہ طریقے سے تدفین عمل میں آئی۔

ظالموں کے ظلم سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ موتم الاشبال کی چوتھی نسل میں حضرت سید علی عراقی کوفہ اور بصرہ کے وسط میں لب دجلہ شہر واسط میں قیام پذیر ہوئے جسے حجاج بن یوسف ثقفی نے ۶۰ھ میں آباد کیا تھا۔یہاں کا قلم بہت شہرت رکھتا تھا،اسی لئے اسے واسط القصب بھی کہتے ہیں۔حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

دانی کہ خوش نویسی ما از برائے چیست
مائیم واسطی وقلم نیز واسطی ست

اب شاید واسط نام کا کوئی قصبہ لب دجلہ نہیں ملتا۔دریا کے رخ بدلنے سے شہروں کی حدیں تبدیل ہو جاتی ہیں اور بہت سے علاقے اس تبدیلی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ہوسکتا ہے واسط کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہو۔البتہ تاریخ کے صفحات میں یہ علاقہ ایسا محفوظ ہے کہ نسلیں واسطی کے عنوان سے پہچانی جاتی ہیں۔

حضرت سید علی عراقی کی کئی پشتیں بہت سکون،وقار اور فارغ البالی کے ساتھ واسط میں مراحل حیات طے کرتی رہیں،یہاں تک کہ چوتھی پشت میں حضرت سید ابوالفرح واسطی کی بعض معاملات میں رئیس کوفہ سے بے لطفی ہوگئی۔حالانکہ وہ

جہاں بانی کے معاملات میں آپ سے مشورہ لیا کرتا اور آپ کی فراست وتدبر اور سیاسی بصیرت سے مستفید ہوا کرتا تھا۔حالات کی بے کیفی اور فتنوں سے حفاظت کے پیش نظر سید ابوالفرح واسطی،سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں واسط سے ہجرت کر کے غزنی تشریف لے آئے۔ساتھ میں آپ کے چاروں شاہزادے سید ابوالفراس،سید ابوالفضائل،سید داؤد اور سید معزالدین بھی تھے۔آپ کا سفر ہندوستان کے پڑوس غزنی تک ہی رک گیا۔سید تراب علی بلگرامی [پچ بھیہ] اپنے نسب نامے میں لکھتے ہیں:

’’آں ولی اللہ [سید ابوالفرح واسطی] مع قبائل وعیال واطفال وسی شش قوم رعایا ولوازم دار ضروری ہمراہ گرفتہ بسمت ہندوستان روانہ گشتند‘‘۔[تاریخ بلگرام،ص ۹۷]

حضرت سید ابوالفرح واسطی اپنے اہل وعیال اور رعایا کے ۳۶رافراد اور ضروری لوازمات کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوئے۔

جب رئیس کوفہ کو اپنے کئے پر ندامت ہوئی تو اس نے حضرت سید ابوالفرح کی خدمت اقدس میں عریضہ لکھ کر دوبارہ واسط تشریف آوری کی درخواست کی۔ حضرت واسطی کچھ دنوں بعد اپنے صاحبزادے سید معزالدین کے ساتھ واپس تشریف لے گئے لیکن آپ کے تین صاحبزادوں نے ہندوستان کا رخ کیا۔سید ابوالفراس جد سادات بلگرام نے جاجنیر،سید ابوالفضائل نے چھاترود،اور سید داؤد نے تھن پور کو اقامت کے واسطے منتخب فرمایا۔شاہ دہلی کی طرف سے چار مواضعات ان تین بھائیوں کی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے عنایت ہوئے۔جاجنیر،چھاترود،تھن پور،اور بڈولی۔جب اولاد بڑھی تو بارہ مواضعات پرگنہ کھتیل ضلع مظفر نگر میں اور عنایت ہوئے اور یہ حضرات ان بارہ بستیوں کے سبب سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئے۔سید ابوالفضائل اور سید داؤد کی اولاد پنجاب اور پٹیالہ میں رہی اور سید ابوفراس کی اولاد میں سادات بارہہ اور بلگرام ہیں۔

حضرت سید ابوفراس کے تین صاحبزادے تھے:

۱-سید محمد جو لاولد رہے۔

۲-سید اسمٰعیل جن کی اولاد بارہہ میں رہی۔

۳-سید ابوالفرح ثانی جن کی اولاد میں سادات بلگرام اور اناوو وغیرہ آتے ہیں۔

حضرت سید ابوالفرح ثانی کے صرف ایک صاحبزادے تھے: سید حسین جنہوں نے سب سے پہلے بلگرام کا رخ کیا۔ جب آپ بلگرام کے قریب پہنچے تو قصبہ سے ایک میل پچھّم جانب موضع اِٹولی میں ایک بلندی پر آپ کا خیمہ نصب ہوا۔ جب اس کی اطلاع راجہ بلگرام کرشن کنور کو ہوئی تو وہ سانڈی اور قنوج کے راجاؤں کی مدد سے آپ سے آمادۂ جنگ ہوا۔ اس جگہ پہلے سے کچھ مسلمان موجود تھے جو ہندو راجہ کے دست ستم کا شکار رہتے تھے۔ انہوں نے حضرت سید حسین علیہ الرحمہ کا ساتھ دیا۔ لیکن کافروں کی فوج بہت زیادہ تھی اور مسلمان بہت تھوڑے، اس لئے جنگ میں ناکامی کا سامنا رہا اور آپ بارہہ واپس تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کے والد سید ابوالفرح ثانی واسط تشریف لے گئے ہیں تو اپنے صاحبزادے سید علی کو ان کے بھائیوں کے پاس چھوڑ کر آپ بھی واسط کے لئے روانہ ہوگئے۔ حضرت سید علی کے چار صاحبزادے تھے:

۱-سید جعفر جن کی اولاد بڈولی میں ہے۔

۲-سید احمد جن کی اولاد دھرسو میں ہے۔

۳-سید معز الدین جن کی اولاد جاجنیر میں ہے۔ یہ شاہی رسالہ دار ہو گئے تھے، اسی لئے ان کی اولاد اب تک رسالہ دار کہلاتی ہے۔

۴-سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ جن کی اولاد میں سادات بلگرام آتے ہیں۔ [نظم اللآلی مآثر الکرام، روضۃ الکرام]

سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ اسلام اور مسلمانوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ یہ پہلا بادشاہ دہلی تھا جس نے پورے ہندوستان پر باضابطہ حکومت کی اور پورے عدل وانصاف کے ساتھ کی۔ سفرنامہ ابن بطوطہ میں ہے:

"و هو اول من ولی الملک بمدینة دهلی مستقل". [رحلۃ ابن بطوطہ، ۲/۲۱]

بڑا عابد و زاہد، عالم و فضل، علم دوست، انسانیت نواز سلطان عادل تھا جس کے دم سے اسلام کو ہندوستان میں تقویت پہنچی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے:

"شمس الدین التمش بڑا صالح اور عادل بادشاہ تھا۔ دادرسی کی طرف اسے خاص توجہ تھی۔ چنانچہ اس نے حکم دیدیا تھا کہ سوائے فریادی اور مظلوم کے اور کوئی شخص رنگین کپڑا نہ پہنے۔ چنانچہ جب وہ کسی کو رنگین ملبوس میں دیکھتا تو سمجھ جاتا کہ اس پر ظلم ہوا ہے اور فوراً بلا کر اس سے حالات دریافت کرتا۔ انصاف کرنے کے لئے وہ شب و روز ہر وقت مستعد رہتا تھا۔ اس نے محل کے دروازے پر دو شیر سنگ مرمر کے رکھے اور ان کے گلے میں دو آہنی زنجیریں ڈال کر ان میں گھنٹیاں لٹکا دیں۔ جب کوئی مظلوم رات کو آتا تو زنجیر کو جنبش دیتا اور سلطان فوراً قصر سے باہر نکل کر اس کی فریاد سنتا"۔

[رحلۃ ابن بطوطہ: ۲/۲۲، تاریخ ہندوستان، مولوی محمد ذکاء اللہ]

التمش کے معاصر مؤرخ منہاج السراج نے طبقات ناصری میں بیان کیا ہے کہ جراءت وسیاست، شرافت نفس، ذہانت طبع، علم دوستی، ہنر پروری، عالی حوصلگی و دریادلی، کریم الاخلاقی اور فیاضی میں اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ عدل وانصاف کی طرف اسے وہی توجہ تھی جو ایک فرماں روا کو ہونی چاہئے۔ [محمد بن قاسم سے حملۂ بابر تک، نیاز فتح پوری، نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، لکھنؤ، ص۲۰۱]

التمش کا خاص کمال یہ تھا کہ اس نے اپنی دین پسندی، زاہدانہ کردار اور علما و مشائخ کی تعظیم کی بدولت حلقۂ سیاست اور دین پسند طبقے کے فاصلے کو کم کیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی دین پسندی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"در تعظیم مشائخ وعلماو زہاد از بادشاہان وقت نظیر نداشت۔"

مشائخ، علماء اور زہاد کی تعظیم میں وہ بادشاہان وقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ [سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، پروفیسر خلیق احمد نظامی، ص۱۱۲-بحوالہ تاریخ حقی قلمی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص۱۰۷الف، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۸ء]

اسی دین پسندی اور علم نوازی کا اثر تھا کہ جب ۲۰/شعبان ۶۳۳ھ/ اپریل

۱۲۳۶ء بروز پیر سلطان شمس الدین التمش کا وصال ہوا تو صرف درباریوں نے نہیں، بلکہ علما و مشائخ نے مرثیے لکھے۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا۔

بسال شش صدوسی وسہ بود کہ از ہجرت نماند شاہِ جہاں، شمس دین عالم گیر

۶۳۳ھ میں عالمگیر سطح کے سلطان جہاں، شمس الدین التمش دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر کے محبوب خلیفہ، حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے سلطان التمش کی وفات پر کئی مرثیے لکھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

۱-سلطان جہاں بغزو چوں رائے زدے فتحش چو رکاب بوسہ برپائے زدے

۲-بت خانہ بعون حق مساجد کردے وز خنجر اسلام ہمہ رائے زدے

۱- سلطان جہان [شمس الدین] جب میدان جنگ میں پرچم لہراتا تو فتح و کامرانی اس کے رکاب کو بوسہ دیتی۔

۲- اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے اس نے بت کدوں کو مسجد میں تبدیل کیا اور اپنے خنجر [عسکری قوت] کے ذریعہ اس نے ہر جگہ اسلام کا بول بالا کر دیا۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

۱-جمشید سریر مملکت شمس الدین ناگہ بخر امید سوئے خلد بریں

۲-شہ زمانہ نماند و از و حکایت ماند میان جاہل و دانا بدہر در افواہ

۱- مملکت ہندوستان کا بادشاہ شمس الدین اچانک خلد بریں کی جانب چل پڑا۔

۲- زمانے کا بادشاہ نہیں رہا، ہر کہ و مہ کی زبان پر صرف اس کی داستانیں رہ گئیں۔

[سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۱۳۱، بحوالہ دیوان شیخ جمال الدین ہانسوی، ۱/ ۲۹۸-۲۹۹-۲/ ۲۱۰]

ایسے عادل، مدبر، دین پسند بادشاہ کے زمانے میں فتوحات کا عظیم سلسلہ رہا۔ طبقات ناصری میں التمش کی فتوحات کے دائرے میں درج ذیل علاقے اور مواقع کا تذکرہ ہے:

۱-فتح بدایوں جس میں رائے مان کو شکست ہوئی، ۲- فتح بنارس جس میں قائماز کو شکست ہوئی، ۳- فتح قلعہ رنتھبور، ۴- فتح قلعہ مندور، ۵- فتح قلعہ دیبل [کراچی]، ۶۔

فتح بہار، ۷- فتح بھکر، ۸- فتح ملتان، ۹- فتح اُچہ، ۱۰- فتح سیوستان، ۱۱- فتح دیول، ۱۲- فتح اجین نگری، ۱۳- فتح بیلستان، ۱۴- فتح کالپور، ۱۵- فتح محاذ تاج الدین، ۱۶- فتح لاہور، ۱۷- فتح تبرہندہ، ۱۸- فتح سرستی، ۱۹- فتح کہرام، ۲۰- فتح محاذ ناصر الدین قباچہ، ۲۱- فتح لکھنوتی، ۲۲- فتح ترہت، ۲۳- فتح قنوج، ۲۴- فتح جالیور وسندھ، ۲۵- فتح دربھنگہ، ۲۶- فتح قلعہ تھنکر، ۲۷- فتح جاجنگر، ۲۸- فتح قلعہ بھیلسان، ۲۹- فتح الھیر، ۳۰- فتح نندنہ، ۳۱- فتح کوخاہ وسیالکوٹ، ۳۲- فتح جھجھر، ۳۳- فتح مالوہ، ۳۴- فتح شیر گڑھ، ۳۵- فتح لالیہر، ۳۶- فتح گوالیار، ۳۷- فتح مندوہ، ۳۸- فتح اجمیر۔

[طبقات ناصری، منہاج سراج جوز جانی، ص ۴۵۲، انجمن تاریخ افغانستان، کابل ۱۳۴۲ھ]

اس میں فتح بلگرام کا علیٰحدہ طور سے ذکر نہیں، غالباً وہ فتح قنوج میں شامل ہے۔ ویسے بھی یہ کوئی مکمل فہرست نہیں جیسا کہ مختلف نسخوں کے مطالعے سے ظاہر ہے۔ اس فہرست سے ظاہر ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کا ۲۵ر سالہ دور حکومت سیاسی اور جنگی سطح پر خاصا مصروف دور رہا ہے۔ جس سال اس نے حضرت فاتح بلگرام کو اس محاذ پر بھیجا، اس سال اس نے اپنے دیرینہ حریف ملک ناصر الدین قباچہ کو بھی زبردست شکست دی۔ مولوی محمد ذکاء اللہ لکھتے ہیں:

"۶۱۴ھ/ ۱۲۱۷ء میں سلطان شمس الدین التمش اور ملک ناصر الدین قباچہ کا اقطاع لاہور کی سرحد پر حوالی منصوریہ میں دریائے چناب کے کنارے محاربہ ہوا۔ یہاں التمش کو فتح نصیب ہوئی۔ حوالی غزنی میں جو ملوک خلج تھے، وہ مضافات سندھ پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے۔ اس لئے ۶۱۴ھ میں سلطان قباچہ سے ان کی لڑائی ہوئی اور خلجیوں کو شکست ہوئی۔ ان مغلوب خلجیوں نے التمش کا دامن پکڑا، اس نے ان خلجیوں کو ساتھ لے کر ناصر الدین قباچہ پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اور وہ کہیں اپنے ملک کی انتہا پر بھاگ گیا۔ سلطان دہلی چلا آیا۔"

[تاریخ ہندوستان، مولوی محمد ذکاء اللہ، ۱/ ۳۶۸۔ مطبع انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ ۱۹۱۵ء]

فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ اسی دین پسند اور علم نواز صالح اور عادل بادشاہ کے فوجی امیروں میں شامل تھے۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سید محمد صغریٰ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ [م ۶۳۳ھ] کے مرید تھے۔ ظاہری اور باطنی فضائل کی جامعیت میں مجمع البحرین تھے۔ آپ کو دین مصطفوی کا کلمہ بلند کرنے، سنت نبوی کو زندہ کرنے اور بدعت سیئہ کومٹانے میں مکمل رسوخ حاصل تھا۔ سلطان شمس الدین التمش کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے باطنی احوال وکمالات کو نوکری کے لباس میں عوام کی نگاہوں سے چھپائے رکھتے تھے''۔ [مآثر الکرام، فارسی مترجماً، ص ۱۱]

ہمت بلند، اعلیٰ خصائل اور جامع کمالات ہونے کے ساتھ ساتھ آپ سلطان التمش کے خواجہ طاش بھی تھے، کیوں کہ سلطان شمس الدین التمش بھی سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے اور حد درجہ نیاز مند۔ امور سلطنت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے مرشد کی بارگاہ میں ہفتے میں دوبار حاضر ہوتے۔ شیخ الاسلام جمال الدین محمد بستامی کی وفات کے بعد انہوں نے شیخ الاسلام کا منصب سیدنا خواجہ قطب الدین کی خدمت میں پیش کرنا چاہا لیکن حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ [اہل سنت کی آواز، گوشۂ غریب نواز، ص ۳۸۲]

حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید مراد تھے۔ حضرت قطب صاحب نے آپ کو اپنی ارادت کے ساتھ ساتھ شرف خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ [نظم اللآلی، قلمی] اسی قرب واتصال کی نسبت سے حضرت میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کو سلطان التمش کے دربار میں خصوصی امتیاز حاصل تھا۔

حضرت میر محمد صغریٰ قدس سرہٗ کو ابتدائے شعور سے یہ ملال تھا کہ ان کے دادا سید حسین علیہ الرحمہ کو ناگہانی صورت حال اور مسلمانوں کی قلیل تعداد کی وجہ سے بلگرام

کی جنگ میں فتح نصیب نہ ہوئی۔ بالآخر آپ نے اس قلق کے ازالے اور اسلام کی سربلندی کے ارادے سے مرشد گرامی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ میں عرضداشت پیش کی۔ عرضداشت قبول ہوئی اور سلطان شمس الدین التمش نے ایک بڑی فوج کے ساتھ آپ کو بلگرام کی تسخیر کی مہم پر روانہ فرمایا جس میں فرشوری شیوخ، ترکمانی اور دیگر افراد شامل تھے۔ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ پچاس سال کی عمر میں مجاہدین اسلام کی فوج کے ساتھ بلگرام تشریف لائے اور بلگرام کے سرکش اور جابر راجہ سری کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ شدت کا معرکہ ہوا۔ بلگرام کے راجہ نے سانڈی اور قنوج کے راجاؤں سے بھی فوجی مدد حاصل کی لیکن اس کی کوئی چال کارگر نہ ہوئی اور سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کی عسکری قیادت، جبلی شجاعت اور ایمانی قوت نے کفر کے اس فرعونی پیکر کو خاک وخون میں نہلا دیا۔ راجہ کا لشکر سخت ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا۔ حضرت علامہ آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سید محمد نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ۶۱۴ھ/ ۱۲۱۷ء میں اسلام کے غازیوں کی ایک فوج کے ساتھ بلگرام پر چڑھائی کردی اور یہاں کے متعصب کافر راجہ ''سری'' کے ساتھ معرکۂ قتال آراستہ کیا جسے خزانوں کی بہتات اور سپاہیوں اور مددگاروں کی کثرت نے غرور میں مبتلا کر رکھا تھا۔ حضرت سید نے راجہ کو اس کے سپاہیوں اور عزیز واقارب کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا اور آب شمشیر سے اس علاقے کو مشرکین کی نجاست سے دھو کر پاک کر دیا اور اسے شعار اسلام کا گلستاں بنا دیا۔ اس فتح کی تاریخ لفظ 'خداداد' [۶۱۴ھ] سے برآمد ہوتی ہے۔'' [مآثر الکرام، فارسی، ص ۱۱]

مؤرخین کے نزدیک اتنا طے ہے کہ ۶۱۴ھ/ ۱۲۱۷ء میں ہی بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اس سے پہلے اس سرزمین پر فاتحانہ عسکری یورش نہیں ہوئی۔ Settlement Report کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"The Real conquest of Bilgram did not take place till 1217 A.D." [Settlement report P.109]

اس خداداد فتح کے بعد حضرت سید محمد نے اپنے رفقا اور معاونین کے ساتھ یہیں سکونت اختیار کرلی۔آپ کے ہمراہ فرشوری شیوخ اور ترکمانوں کی عظیم جماعت تھی۔فرشور خیبر کے پاس ایک علاقہ ہے جہاں صدیقی اور عثمانی شیوخ کی خاصی تعداد آباد تھی۔یہ سادات کرام سے بہت گہری انسیت رکھتے تھے [روضۃ الکرام جدید، ص ۱۱۵] اور سفر وحضر میں ان کا ساتھ نبھاتے۔اس لئے واسطی سادات کے ساتھ بھی فرشوری شیوخ کی جماعت حق محبت ادا کرتی رہی۔حضرت علامہ آزاد مآثر الکرام میں رقم طراز ہیں:

''واسطی سادات کے جد اعلیٰ سید محمد صغریٰ اور فرشوری شیوخ کے جد اعلیٰ خراسان کی جانب سے ایک ساتھ ہندوستان آئے اور بلگرام کی فتح کے بعد یہیں بود و باش اختیار کرلی۔بلگرام کے شرعی عہدے مثلاً قضا،افتا اور عدالت و تولیت قدیم زمانے سے شیوخ فرشوری سے متعلق ہیں اور زمین داری سادات سے متعلق ہے۔[مآثر الکرام،اردو،ص ۸۴]

Settlement report ص ۶۳ پر درج ہے:

"Sayyed Mohammad, fourth in descent from Abul Fazal, a Sayyed of Wasit in Irak....... marched to Bilgram with a large force of Frishauri Shaiks drove out the Hindus (Sri Ram and Raikawars) and settled there. [Settlement Report P. 63.]

[تنقید الکلام فی تحقیق فتح البلگرام، سید شاہد حسین رضوی نقاد سندیلوی ثم بلگرامی، ص ۶۷، بشیر المطابع]

آپ کے ساتھ دوسرے بڑے سپہ سالار حضرت شیخ محمد فقیہ عراقی تھے۔

اودھ کے حالات میں تحریر ہے:

"A little later, in the time of Shamsuddin Altamash 614 H. [12 17 AD] Shaikh Mohammad Faqih of Iraq, with a force took possession of Bilgram."

[Notes on "Races and tribes of Oudh P.66.]

Settlement report کا مؤلف لکھتا ہے:

"Two Mohammadan captains seen to have reduced Srinagar and the country round it, Sheikh Mohammad Fakih of Iraq and sayyed Mohammad Sughra ancestor of the Taluqdars of Bilgram."

[Settlement report P. 110]

اس عظیم الشان فتح کی خوش خبری میر سید محمد صغریٰ صاحب نیسلطان شمس الدین التمش کو دی۔سلطان نے اس کی خوشی میں بلگرام اور مضافات کے گاؤں آپ کی ملکیت میں دیئے اور عُشر کا لگان وصول کرنے کا حق بھی آپ کو عنایت کیا جو بعد کے سلاطین تک باقی رہا۔علامہ آزاد تحریر فرماتے ہیں:

''بلگرام فتح کرنے کے بعد آپ نے فرشوری اور ترکمانی شیوخ کے ساتھ یہیں سکونت اختیار کرلی اور عُشر [پیداوار کا دسواں حصہ] کی وصولی کا فرمان سلطان شمس الدین التمش سے حاصل کرلیا اور اس زمانے سے سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی کے زمانے تک پرگنہ بلگرام کی پیداوار کے عُشر کی وصولیابی کا سلسلہ باقی رہا۔سلطان بابر کے زمانے سے پرانا نظام ختم ہوگیا۔عُشر سے متعلق محمود شاہ ولد محمد شاہ ولد فیروز شاہ تغلق فرماں روائے دہلی کا فرمان راقم الحروف [علامہ آزاد بلگرامی] نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔اس فرمان کی عبارت یہ ہے:

''چنانچہ در عہد سلاطین ماضیہ عُشر عین غلّہ دادہ ہم براں جملہ بدہند''

جس طرح گذشتہ بادشاہوں کے زمانے کے لوگوں نے غلے کا عُشر دیا ہے،آج بھی لوگ اسے دیتے رہیں گے۔فرمان کے اخیر میں یہ عبارت خط ثلث قدیم میں درج ہے:

"الواثق بتائید الرحمن ابو المجاهد محمود شاه بن محمد شاه بن فیروزشاه السلطان فی السابع والعشرین من ربیع الآخر ۸۰۵ ھ خمس وثمان مائة."[۲۷-ربیع الآخر ۸۰۵ھ] [مآثر الکرام، فارسی، ص ۱۲/ نظم اللآلی قلمی]

سلطان شمس الدین التمش نے درج ذیل مواضعات پرگنہ بلگرام میں فاتح

بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ اوران کی اولاد کو عطا کئے:

اللہ داد پور، تندول، بدرالدین پور، شیخ پور، بگھیاری، سلیم پور پرچل، برون، احمد پور کراہی، اکبر پور، پسنا مئو، اسمٰعیل پور، اکھریری، بھٹابزرگ، بھکاری پور، رلیس پور، بروری، جنید پور، محمودنگر، پنوڑی، رائی پور، غنی پور، ابراہیم پور، جہانگیر پور، شرف الدین پور، جوجامئو، حسن نگر پسنیر، حاتم پور، خیراللہ پور، خان جہان پور، حسن پور، گہمویا، چاند پور، جلالپور، بڑھا، نور پور، من جھیارہ، ڈھونڈ پور، بازید پور، دھوندھئی، شاہ پور، داراب نگر، دوست پور ہتھوڑہ، دھربی، رسول پور اکھریری، رامپور دھوندھی، سلیم پور بسریا، دہودر پور، شکوی، شیخ پور بدہولی، شاہ پور، شیخن پور، دودامئو، صادق پور، کندرولی، صدر پور، ہتوا، عمر پور، شریف آباد، لوہیا، فتن پور، فتح پور بنگر، کھندریا، کیکہائی، کویلرا، کمرولی، کلیان پور، گددو پور، قاسم پور، متھر اپور، کراہی، گور بوج پور، گرولی، لعل پور، کنھر ی، مہورا، مرزا پور، محی الدین پور، نور پور، ہاشم نگر، بدہولی، گواہر پور، مصطفیٰ آباد، فیض پور، قاسم پور، منجھلہ اسلام پور، ہنسولیا، فاضل پور، میر آباد، کاچھا، پیم پٹی، اترچھا خورد، بھوگیتا پور، بھرولی، برسوا، بھسا مئو، جھکرولی، چھبر امئو، حاتم پور، کھمونیا، خواجگی پور، کوئی، ای پورہ، کورالہ ہنرہ، شانرو، سونہار، میوکھیرہ، اسحاق پور، گوسوا، مرتضیٰ نگر، میواتر، شادی پور، بنڈر، لطف اللہ پور، کید پور، کھجر ی، ہتھیائی، سرائے دھامی، بولی پور، سلیم پور بڑا، گور پور، گھسولی، بہمن کھیڑہ، سرسہ، بھٹہ خورد، بھسورہ، یعقوب پور، بڈھواں، کھومنیا، سید پور، پچکھپورہ، نوادہ، گوپال پور جمال پور، چمریا، جولی، دالمنڈی، رامپور، ہجورہ، سہ مئو، عبدل پور، سلیم پور، گھوروا، اکبر پور، الیس پور، ولی پور، شاہ پور، ڈالمنڈی، سکھوا مئو، منتخب پور، اسولی، طاس کھیرہ، ہردوئی، ابراہیم پور، بوسر، اختیار پور، اندھرا، رائے پور، ردولی، بہرائچ مئو، یاری پور، بروں، بلبندہ، بدن پور، بسہر، بوسراء شمس پور، پتنگ، برگاواں، کٹار پور، ہیبت پور، اکبر پور، بوسر، جلا مئو، جبار پور، چشتی پور، جنید پور، چک منجھیارہ، ڈھولیا، سرائے فخر پور، سرونا کھیر، سکندر پور، رہولہ، شیر پور جرولی، عرب پور، قطب پور، قطلق پور، علما پور، گوپال پور، لعل پور، فخر پور، محمد پور تہل، اورنگ آباد، ماہی مئو، پنیتی پور،

نبک پور، الیا کھیرہ، نظام پور، لاڑ پور، للر پور ہرئی، محمد پور مونا، جھلہار پور، سیسنڈا، احمی پور، لڈھیا، خلیل نگر، کاکیلو، مرزا پور، ہیرا پور، قصبہ بلگرام، ملک پٹی، پرسینڈا، پرمانند پور، عظیم آباد، عادل پور، اعتماد پور، سنت پور، برولی، جینا مئو، سنجر پور، النا پور، اکنولی، اترچھا بزرگ، عظمت نگر، چوہڑ پور، نہوڑا، دیوپال پور، پینڈا پور، بلہی، پرسدی پور، بیہٹ، پرسوتروا، چاند پورتروا، جرولی نوادا، دہاندہا مئو، رحمٰن پور، سلیمان پور، سانپ کھیڑہ، شاہم پور، شاہ پور، مالکا پارہ، فخر پور کچھ، ظفر پور، مہتو، محمد زماں پور، نورنگ پور، ہاشم پور، محمود پور کڑ، میورا، کھجوہرا خاص، کہرولی بہان، ککومر، دلار پور، سلیم پور دولار، تاج پور، حسین پور، دیوریا خورد، عدلی پور، فتحپور زبرہا، کہوری، مانک پور، منوہر پور، مہونا، مہیش پور، قاسم پور ککو، سرسہ خاص، اچھن پور، چک ہنگاہار، خواجگی پور، میاں پور، خوشی پور، صادق پور، صلاح پور، طوطی پور سرسیا، دہارک پور، فرید پور، نظام پور، دیوالی، احمد پور، لتھری، میولی، بھٹہ ایسولی، راجے پور، رجن پور، بادل پور، باسا مئو، بھونچہ، بلھولی، پیم مئو، جُورا، خیرالدین پور، منسکہ کھرا، سلیم پور سراواں، شہاب الدین پور، سکندر پور، کودکوجا، کسرانواں، کرنپور، کھمریا، کھوکہہ، ستھرا، مادھو پور، نانا مئو، سید پورائیا، پچکوارا، سہالی، مصطفیٰ آباد، احمد پور ترولی، بہائی پور، مکری، نرائن پور، پہلوان آباد، سلیم پور بدھولی، کریم پور للولی، ترولی، کوندہئی، جگدیش پور، اعلیٰ پور، اقدار پور، گوجری، حسن پورا کھریڑی، سرائے عادل پور، نوملک پور، شاہم پور، مصطفےٰ آباد ترولی، ڈابھا، گوبردھن پور، نیک پور، للولی، الڑپور، کمال پور، سبحان پور، پکھرولی، سالاری پور، بہادر پور، جوجو پور، شجاعت پور، ہدادارت پور کرہکا، جوسینا مئو، اندار پور، اندلا مئو، سنگلی پور، فخرالدین پور، چک نظام، دوہتھیا مئو، ایسولی، فرید پور کہریا، سرائے خیرالدین پور، مینڈو، بالپور، دیوریا بزرگ، کڑہتا، ہجلی، بہیلا، انکھریا، اسمٰعیل پور کرمر، ادورا، اینچا مئو، احرا مئو، اکبر پور بہٹی، ٹھہریا، بنوری، گھور، مئی عبدلپور چمپا، فتح پور چورا، سونہریا، متوا، بڈن پور، چک بھلانوہ، بہونا سلطان پور، للولی، ڈنی، بی بی پور، سید کڑہ، پچلائی، حسن پور مور، مادھو پور پچلائی، تبکا پور، بڈہا، گنگا پور، پہلی، کجوری، سارنگ پور، سرائے پالی،

بہولی،، رام نگر، سیدنا کہڑہ، جورا، کشنا پور۔ [روضۃ الکرام جدید، ص ۲۶۷-۲۶۸]

حکومتی نظم ونسق درست کرنے کے بعد اسلام کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ رہا۔ بلگرام اوراس کے آس پاس کفر کی سرکشی کا سلسلہ جاری تھا۔ یہاں کا راجہ سری راؤ راجپوت نسل سے تھا۔ عوام میں ٹھٹھیرے، تیلی، راجپوت اور بنئے زیادہ تھے۔ ان میں ٹھٹھیرے کافی سرکش تھے۔ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی آمد سے عرصہ پہلے قنوج کے راجہ نے کشمیر کے ریگوار سرداروں کو ان کی تسخیر کے لئے مامور کیا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ جتنا علاقہ تم ان سرکشوں سے خالی کرالوگے، وہ تمہارے حوالے کردیا جائے گا، چنانچہ قنوج اور بلگرام کے درمیان کئی گاؤں اور مواضعات پر یہ ریگوار سردار قابض تھے جو انہیں کے نام پر آباد تھے۔ سی ڈبلیو میکمن کی ’’گزیٹر آف دی پروینسی آف اودھ‘‘ ایلیٹ کی ’’دی کرانکلس آف اناؤ‘‘ کے حوالے سے چترویدی لکھتے ہیں:

’’آکرمن کاری سینا نے پرگنہ بلگرام کے راجا شری رام کے ونش جوں یعنی ریگوار سرداروں سے جنہوں نے لگ بھگ دوسوسال پہلے شری نگر [بلگرام] اوراس جاگیر کی استھاپنا کی تھی، اس چھیتر کو چھین لیا‘‘۔

[ہردوئی چھیتر کی اتہاسک سانسکرتی دھروہر، امئے کرشن چترویدی، ص ۱۶]

جسم وجاں کو زیر کرنے کے بعد سید والا تبار نے قلب کی تسخیر کا سلسلہ شروع فرمایا۔ چنانچہ آپ کے اخلاق کریمانہ، ایمانی توانائی، روحانی قوت نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا ایسا فریضہ انجام دیا کہ یہ مرکز کفر، گلشن اسلام میں تبدیل ہوگیا۔ بہت سے ریگوار سردار اپنے قبیلوں کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ لیکن شر کی فطرت ہے کہ نچلا نہیں بیٹھتا جب تک کہ اسے پورطور سے زیر نہ کردیا جائے۔ کفر کی سرکش طاقتوں نے جب عسکری میدان میں شکست کھائی تو داخلی فتنہ گری اور سحر وساحری پر اتر آئے۔ حضرت فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ نے اپنی خداداد ایمانی

قوت کے ذریعہ کفر کا یہ طلسم بھی باطل کردیا اور یہاں کے ساحروں اور جوگیوں کو زبردست شکست فاش دی اور سب نے منہ کی کھائی۔

شر وفساد کے یہی دراز سلسلے تھے۔ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ ان نابکاروں کی داخلی ریشہ دوانیوں سے کبیدہ خاطر تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت نے قہر وجلال کی نگاہ سے کفر کے گڈھ راجہ سری کے قلعے کی طرف دیکھا اور انگشت مبارک کا اشارہ فرمایا۔ قلعہ کی عمارت پر ایک لرزہ طاری ہوا اوراس کی فصیلیں، عمارتیں سب کی سب تہ وبالا ہوکر منہدم ہوگئیں اور پھر کفر کا وجود لرزہ براندام رہنے لگا۔

سلطان شمس الدین التمش نے اپنے اخیر دور حکومت میں اسی زمین بوس ٹیلے پر ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تاکہ صاحب ایمان کے لئے کفر کی سرکش فتنہ گری سے حفاظت کا ایک سامان ہوجائے اور حکومتی نظم ونسق میں سہولت رہے۔ سلطان شمس الدین التمش کا دور حکومت ۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء سے ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء تک محیط ہے۔ [مختصر تاریخ اہل ہند، ڈاکٹر ڈبلو ڈبلو ہنٹر، اردو ترجمہ، ایچ آر ولیم، ص ۲۰ نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۱ء] فتح بلگرام ۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء میں ہوئی جو التمش کے دور حکومت کا وسطی زمانہ ہے، اور یہ قلعہ ۶۲۷ھ/۱۲۲۹ء میں تعمیر ہوا، اس کے کچھ سالوں بعد ہی التمش کی وفات ہوگئی۔

حضرت علامہ آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں رقم طراز ہیں:

’’حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ نے حاکم بلگرام کی نشست کے لئے سلطان شمس الدین التمش کے حکم سے بلگرام کے وسط شہر میں بلند ٹیلے پر ۶۲۷ھ میں ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کرایا۔ زمانے کے گذرنے کے ساتھ اس قلعہ کی عمارت گرنے لگی تو سلطان شمس الدین التمش کے نام کا سنگی کتبہ وہاں سے اٹھا کر محلہ سید واڑہ کی مسجد سید میاں کی دیوار میں نصب کردیا گیا۔ کتبہ کی عمارت یہ ہے:

”حامی البلاد راعی العباد ذی الامان لأهل الایمان وارث ملک سلیمان صاحب الخاتم فی ملل العالم ظل اللہ فی الخافقین ابو المظفر ایلتمش السلطان ناصر امیر المؤمنین ادام اللہ تمکینه فی شهور ۶۲۷ھ سبع وعشرین وست مائة“. [مآثر الکرام فارسی، ص ۱۲-۱۳]

ترجمہ: مملکت ہند کے پشت پناہ، بندگان خدا کے نگہبان، مومنین کی پناہ گاہ، مملکت سلیمانی کے وارث، جن کا سکہ دنیا کی قوموں میں رواں ہے، جو ساری کائنات میں رحمت الٰہی کا سایہ ہیں۔ جن کا اسم گرامی ابوالمظفر ایلتمش ہے جو مومنوں کے امیر اور دستگیری کرنے والے سلطان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے وقار وتمکنت کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ انہوں نے ۶۲۷ھ کے مہینوں میں یہ قلعہ تعمیر کرایا۔

صفیر بلگرامی نے اس واقعے کو مثنوی معراج الخیال میں اس طرح نظم کیا ہے ؎

۱- زوطرح بنائے قلعہ راہم — جمعیت خوب شد فراہم
۲- چوں قلعۂ نامی بنا کرد — تزئین بانام بادشا کرد
۳- تعمیر ایں بنائے مسعود — درشش صدوبست ہفت بنمود
۴- ہم مسجد جامعے بلندی — چوں رفعت کعبہ ارجمندی
۵- فرمود بناجناب صغریٰ — کبریٰ شدہ زوثواب صغریٰ

[تاریخ بلگرام، ص۱۶]

۱- آپ نے اس قلعہ کی تعمیر کی طرح کیا ڈالی کہ دل خوب مطمئن اور مسرور ہوگیا۔
۲- جب اس نامور قلعے کی تعمیر ہوئی تو اسے سلطان شمس الدین التمش کے نام سے زینت بخشی۔
۳- اس مبارک عمارت کی تعمیر ۶۲۷ھ میں ہوئی۔
۴- اس قلعہ کے اندر رفعت کعبہ معظمہ سے فیض یاب ایک بلند جامع مسجد بھی ہے۔
۵- حضرت سید محمد صغریٰ نے مسجد تعمیر فرمائی جس نے ان کا ثواب دوگنا کردیا۔

آپ کی انہی مساعی جمیلہ اور اشاعت اسلام کے کارناموں کی بدولت آپ کو صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا جو بعد میں علم کی صورت اختیار کرگیا۔ عوام آج بھی آپ کو سید صغریٰ کہتے ہیں۔ اس لقب کے اختصار کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"دراصل حضرت سید محمد صغریٰ صاحب کا لقب "صاحب الدعوۃ الصغریٰ" ہے۔ کثرت استعمال کی وجہ سے پہلا حصہ متروک ہوگیا اور جزو اخیر زبانوں پر باقی رہ گیا،

جس طرح شیخ نجم الدین کبریٰ کے بارے میں علامہ جامی کی نفحات الانس میں مذکور ہے:

"لوگوں نے شیخ نجم الدین کو کبریٰ کا لقب اس لئے دیا کہ وہ ابتدائی جوانی کے دنوں میں علم حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ اس وقت جب وہ کسی سے مناظرہ کرتے تو اس پر غالب آجاتے۔ اس لئے لوگوں نے آپ کا لقب "الطامتہ الکبریٰ" [بہت بڑی مصیبت] رکھ دیا، پھر یہ لقب زیادہ استعمال ہونے لگا۔ اس لئے لوگوں نے سہولت کی خاطر طامتہ ہٹادیا اور صرف کبریٰ باقی رکھا۔" [مآثر الکرام فارسی، ص۱۲]

اسلام کی بے نظیر اشاعت، اس خطہ کو ایمان کی رونقیں اور اخلاق کی برکتیں عطافرماکر امام المجاہدین فی سبیل اللہ، سید الاولیا، قدوۃ المحبوبین فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ نے اکیاسی سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔ شعبان المعظم کی ۱۴ تاریخ تھی، پیر کا دن تھا، دوپہر کا وقت تھا اور ہجرت نبویہ کا ۶۴۵ھ سال تھا۔ ہند کے سلاطین غلاماں میں سلطان ناصرالدین محمود [۶۴۴ھ-۶۶۴ھ] کے عہد حکومت کا آغاز تھا۔

فاتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی تدفین بلگرام کے شمال مشرق گوشے پر سید مبارک دستار کلاں کے باغ میں عمل میں آئی۔ سید مبارک دستار کلاں، حضرت سید محمد صغریٰ کے بھانجے سید ابوطاہر کی اولاد میں آتے ہیں جو اپنے ماموں سید محمد صغریٰ کی وجہ سے بلگرام آکر آباد ہوئے، ان کی اولاد بھی بلگرام میں موجود ہے۔ "امام بلگرام وادیٔ عقبیٰ پیمودہ" [۶۴۵ھ] کے جملے سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ [اصح التواریخ، ص۱۷۵]

حضرت سید محمد قادری بانی دائرۂ قادریہ کے والد ماجد حضرت علامہ حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی فرماتے ہیں [روضۃ الکرام قدیم، ص۲۷] ؎

۱- جدّ ماسید محمد کش بود صغریٰ لقب — اوبذکروفکردیں، فارغ زفکرِ روز وشب
۲- دربقاعِ اہل کفر وشرک بعد از قتل عام — او نہاد از حکمِ قطب الحق بنائے بلگرام
۳- شرح آں حکم آں کہ سیدرہ بجوید درمراد — تا نہ او موزوں شود از حضرت خواجہ عماد
۴- درسنون ہفت صد کسرے کم از ہجر رسول — عامر ایں بقعہ شد آں سید عالی اصول

۵-مرقد او در شمالِ شہر در ارضے ست کاں   ہست اکنوں مقبر سید مبارک سب کلاں

۱- ہمارے جد اعلیٰ سید محمد ہیں جن کا لقب صاحب الدعوۃ الصغریٰ تھا۔ آپ کو یاد الٰہی اور دین مصطفوی کی فکر نے زمانے کے افکار سے بے نیاز کر دیا تھا۔

۲- کفار و مشرکین کے علاقے میں جنگ کرنے کے بعد آپ نے اپنے مرشد برحق خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے حکم سے شہر بلگرام کی بنیاد رکھی۔

۳- تاسیس بلگرام دراصل حضرت سید خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کے اس فرمان کی تعمیل تھی کہ ایک سیدزادے طلب مقصود کے سلسلے میں آتے ہیں، [وہی بلگرام فتح فرمائیں گے، ایسا ہی تقدیر الٰہی میں ہے] اس لئے فتح بلگرام حضرت خواجہ عماد قدس سرہٗ کے ہاتھوں نہ ہوئی۔

۴- اس سید عالی نسب نے یہ خطہ ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں آباد فرمایا۔

۵- آپ کا مزار مبارک شہر کے شمالی حصے میں واقع اس باغ میں ہے، جہاں اب سید مبارک دستار کلاں کا مزار پاک بھی ہے۔

حضرت کا مزار مبارک گنبد بے در میں یعنی آسمان تلے ہے۔ زمانہ قدیم میں مزار مبارک پر پتھر کی ایک تختی تھی جس پر آیت الکرسی اور حضرت کی تاریخ وفات منقوش تھی۔ زمانے کی گردش سے وہ پتھر خراب ہو گیا۔ سید محمد محسن عرف سید روشن نے ۱۱۵۱ھ میں دوبارہ مزار مبارک کی نئے سرے سے مرمت کرائی اور قبر مطہر کو اینٹ اور چونے سے چبوترے دار بنوایا۔ سید محمد محسن، سید محمود اکبر کے خاندان سے ہیں جو سید محمد عمر بن سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کی نسل میں آتے ہیں۔ سید محمد محسن، نواب برہان جنگ ۱۱۵۱ھ میں شہید ہوئے۔ [مآثر الکرام اردو، ص ۳۵۶]

۱۹۱۲ء میں سید حمید الحسن بن سید وزیر الحسن نے مزار مبارک کی از سر نو تعمیر کرائی۔ یہ سید مبارک دستار کلاں کی نسل میں ہیں جو سید محمد صغریٰ کے بھانجے اور داماد سید ابو طاہر کے پوتے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: سید حمید الحسن بن سید وزیر حسن بن سید طاہر حسن بن سید علی بن سید دلاور علی بن سید محمد باقر بن سید سیف اللہ بن سید لطف اللہ بن سید شاہ محمد بن سید مصطفیٰ بن سید مبارک دستار کلاں بن سید قطب الدین بن سید

اجمل بن سید تاج الحسن بن سید ابو طاہر قدست اسرارہم۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ اویس مصطفیٰ دامت برکاتہم القدسیہ نے مزار پاک کے ارد گرد کی زمین از سر نو خرید کر مزار مبارک پر شاندار گنبد کی تعمیر کا آغاز ۱۳؍جنوری ۲۰۱۰ء، بروز بدھ فرما دیا ہے۔ اور ایک منزل تک اس کی تعمیر ہو چکی ہے لیکن ابھی گنبد کا مرحلہ باقی ہے۔ خدا کرے یہ تعمیری مرحلہ جلد تکمیل کو پہنچے۔ آمین!

حضرت فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ کے مزار مبارک کی تاثیر کے بارے میں حضرت سید محمد حمزہ عینی بلگرامی قدس سرہٗ ''کاشف الاستار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''سادات بلگرام کا پورا قبیلۂ ابرار میر محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی اولاد امجاد کی ذریت ہے۔ حضرت نے یہاں اپنی مبارک زندگی کے اکتیس ۳۱؍سال گذارے اور ۱۴؍شعبان المعظم ۶۴۵ھ میں عالم قدس کی جانب محو خرام ہو گئے۔ آپ کی قبر شریف شہر کی آبادی میں اتر کی جانب ایک باغ کے اندر ہے جو فی الحال سید مبارک دستار کلاں کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ *جو شخص بھی خلوص دل کے ساتھ زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہے اور حضرت کی روح پر فتوح کو فاتحہ مبارکہ نذر کرتا ہے، وہ بے شمار خیر و برکات کا مشاہدہ کرتا ہے۔*

حضرت میر محمد دعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ شریعت و طریقت کے سنگم اور صوری و معنوی فضیلتوں کے جامع تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے۔ سید ابو الفرح واسطی، سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں غزنین تشریف لائے تھے۔''

[کاشف الاستار، اردو ترجمہ: ساحل شہسرامی، ص ۴۵۰]

فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جو آپ کے بھانجے سید ابو طاہر کو منسوب ہوئیں۔ سید محمد سالار معروف بہ مخدوم صاحب نے سپہ گری اختیار فرمائی اور سید محمد عمر خالص فقر محمدی کی راہ پر گامزن

ہوئے۔ حضرت فاتح بلگرام کے دونوں صاحبزادوں اور صاحبزادی کی نسلیں خوب پھلی پھولیں۔ تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ آزاد کی شجرۂ طیبہ اور سید وصی الحسن کی روضۃ الکرام ملاحظہ کیجیے۔ آٹھ سو سال سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے اور آپ کی نسل پاک میں اب تک ولایت وکرامت اور علم وفضل کے قافلے رواں دواں ہیں۔ یہ آپ کی بارگاہ خدا ورسول میں حد درجہ قبولیت اور وجاہت کی روشن دلیل ہے اور آپ کی مستجاب دعاؤں کا بابرکت اثر۔ آپ نے اخیر وقت میں اپنے محبوب رب کی بارگاہ میں تین دعائیں کی تھیں:

- میری نسل قیامت تک باقی رہے۔
- ان میں علمائے اسلام اور فاضلین دین اور مقربین بارگاہ الٰہی پیدا ہوتے رہیں۔
- میری اولاد میں جو قناعت کا راستہ اختیار کریں اور لالچ سے بچیں، انہیں ضروریات زندگی کی تکمیل میں کمی کا احساس نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کے اس محبوب شاہزادے کی یہ ساری دعائیں قبول فرمالیں۔ ان کی برکات کا ایک زمانہ مشاہدہ کر رہا ہے۔

سید محمد سالار بن محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ والد ماجد کا عکس جمیل تھے۔ بلگرام شریف میں آپ کو مخدوم صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ آپ کے حالات زندگی گردش ایام کی تہوں میں روپوش ہیں۔ سپہ گری آپ کا پیشہ تھا لیکن فقر محمدی کے تمام لوازمات اپنے پورے وجود پر حاوی رکھتے تھے۔ زبان ونگاہ میں عجب تاثیر تھی۔ آج بھی حضرت کے مزار مقدس سے تقدس اور قرب الٰہی کا جلال برستا ہے۔ آسیب وغیرہ کے مریض حضرت کی نگاہ فیض سے خوب شفا پاتے ہیں۔ علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی نے مثنوی امواج خیال لکھی جس میں بلگرام کی تہذیبی تاریخ کو نظم کا پیکر دیا۔ افراد خاندان میں سے کئی ایک نے اس مثنوی کا تکملہ بھی لکھا۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے مثنوی معراج الکمال لکھی جس کا ایک نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

میں موجود ہے۔ صفیر بلگرامی نے بھی اس کے تکملے میں ایک مثنوی لکھی اور اس کا نام معراج الخیال رکھا۔ اس مثنوی میں صفیر صاحب سید محمد سالار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱- سالار کہ اولیں پسر بود   ہم سلسلہ بند صد گہر بود
۲- زو یافتہ باہمہ فضائل   ترصیع گونا گوں قبائل
۳- جاری شدہ نہ قبیلہ از وے   شد سلسلہ را وسیلہ از وے
۴- صد رنگ شگفتہ نوجواناں   بر نہہ چمن آستیں فشاناں
۵- جمعیت ہر قبیلہ چوں شہر   واز کثرت خود چو بانہر
۶- بدلے زئی ونبی زئی نیز   تاجوزئی وعلی زئی نیز
۷- عثمان زئی از نژاد سالار   حاتم زئی از نہاد سالار
۸- دیگر دو کمال وہم خلیل است   بالفظ زئی کہ بے عدیل است
۹- پچ بھیّا قبیلہ نہم داں   اخوان خمسہ شد لقب شاں

[تاریخ بلگرام، صفیر بلگرامی، ص ۱۷]

۱- حضرت سید سالار، فاتح بلگرام کے بڑے صاحبزادے تھے جو سینکڑوں قیمتی موتیوں کے سلسلہ بند یعنی جد بزرگوار بھی تھے۔
۲- سارے فضائل وکمالات کے ساتھ آپ کے دم قدم سے ہی گونا گوں قبائل کی صفیں آراستہ ہوئیں۔
۳- آپ سے نو بڑے قبیلے جاری ہوئے۔ اس سلسلے کے ذریعہ آپ ہی ہیں۔
۴- سینکڑوں قسم کے شگفتہ رو جوانان رعنا، آزادی کے ساتھ چمن سے آستین جھاڑتے ہوئے اٹھتے ہیں۔
۵- ہر قبیلے کی جمعیت ایک شہر جیسی ہے، ان کی کثرت ایسی جیسے نہریں رواں ہوں۔
۶- بدلے زئی، نبی زئی، تاجوزئی، علی زئی۔
۷- عثمان زئی، حاتم زئی یہ سبھی قبائل سید محمد سالار کی نسل اور اصل سے ہیں۔
۸- کمال زئی، خلیل زئی بھی سالاری قبیلے ہیں جن کے ساتھ لفظ زئی کا بے مثل لاحقہ لگا ہوا ہے۔

۹- سالاری قبائل میں بج بھیانواں قبیلہ ہے جنہیں عرب میں اخوان خمسہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

آپ کی تاریخ وصال ۱۴؍رجب المرجب ہے۔ سال وصال محفوظ نہ رہ سکا۔ افراد خاندان حضرت مخدوم صاحب کا قل ۲؍بجے دن میں کرتے آئے ہیں۔ بلگرام شریف میں آپ مرجع انام بزرگ ہیں، جہاں کثرت سے لوگ حاضری دیتے ہیں۔

حضرت سید محمد سالار قدس سرہٗ معروف بہ مخدوم صاحب کی نسل میں کثرت سے اولیا، علما، ادبا، شعرا، صاحبان ذوق اور حفاظ، والیان جاہ واقتدار پیدا ہوئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مآثر الکرام اور روضۃ الکرام۔ ان میں سید محمد اجمل [م ۹۷۵ھ] سید عمر بلگرامی [۹۸۷ھ] سید حسین دہلی وال عرف دادا پیر [م ۱۰۰۰ھ] سید تاج الدین حجرہ نشین، سید مبارک محدث [م ۱۱۱۵] سید محمد قادری [م ۱۱۴۵ھ] سید محمد بلگرامی [۱۱۴۱ھ میں روپوش ہوگئے] سید اسمٰعیل بلگرامی ثم مسولوی [م ۱۱۶۴ھ] روحانیت اور فضلیت کے امام گذرے ہیں۔

۞ سید السادات میر سید حسین دہلی وال بلگرامی قدس سرہٗ:

حضرت علامہ آزاد کے لفظوں میں ''خانوادۂ سادات کا معیار اور علماء وزہاد کا خلاصہ تھے۔'' صاحب مرآۃ المبتدین لکھتے ہیں:

''سید صاحب بڑے عالی شان بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی پیشانی سے انوار مصطفوی وآثار مرتضوی دمکتے تھے۔ لوگ انہیں وقت کا سید السادات کہتے۔ تمام فروعی واصولی علوم کے جامع تھے۔ شاگردی وارادت اور دامادی سب آپ کو شیخ عبد العزیز بن شیخ حسن کمال الحق دہلوی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ شیخ نے بارہا برسر منبر مجمع عام میں فرمایا: ''یا سیدی! جو امانتیں آپ کے جد کریم سے ہم کو پہنچی ہیں، وہ سب سلامتی کے ساتھ آپ کی نذر کرتے ہیں''۔ کلمہ حق کہنے میں آپ کبھی کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ نہ لوگوں کی خوشامد اور بدسلوکی کی پرواہ کرتے۔ ۱۰۰۰ھ میں اس سرائے فانی کو الوداع کہا۔

۞ میر سید مبارک محدث بلگرامی قدس سرہٗ:

آپ کی ساری عمر علم حدیث کی خدمت میں گذری۔ لوگ آپ کو قطب

المحدثین کے لقب سے یاد کرتے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ عبد اللہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے صاحبزادے شیخ نور الحق محدث دہلوی سے علوم حدیث حاصل کئے۔ دہلی میں ہی میر سید عبد الفتاح عسکری احمد آبادی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ احترام شریعت حد درجہ ملحوظ تھا۔ بھلائی کی ہدایت اور برائیوں سے باز رکھنے میں بے حد مستعد تھے۔ طبیعت میں نفاست رچی بسی تھی۔ حضرت علامہ آزاد فرماتے ہیں:

''میر صاحب بہت ہی نازک طبع، نکتہ سنج اور لطیفہ گو تھے مگر اس کے باوجود ایسے باہیبت اور پرشکوہ تھے کہ آپ کی بارگاہ میں لوگوں کا زہرہ آب تھا۔ بہت ہی صفائی، پاکیزگی اور نزاکت کے ساتھ رہتے تھے۔ خاص نشست گاہ اور مسجد کا بیرونی صحن اس قدر صاف ستھرا رکھتے جیسے اہل دل کے شفاف سینے اور اہل نظر کی پاک نگاہیں ہوں۔''

غیرت حد سے زیادہ پائی تھی۔ علامہ آزاد ایک عبرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میر صاحب کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ وضو کے ارادے سے کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک زمین پر گر پڑے، میں دوڑ کر نزدیک پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو میں نے حالت پوچھی۔ بہت اصرار کرنے پر فرمایا کہ تین روز سے مطلقاً کوئی غذا میسر نہ آئی۔ ان تین دنوں میں نہ آپ نے کسی کے سامنے زبان کھولی، نہ کسی سے قرض لیا۔ میرا دل بھر آیا اور فوراً وہاں سے اپنے مکان کی جانب دوڑا اور آپ کی پسندیدہ ترین غذا لا کر حاضر کردی۔ پہلے تو آپ نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسے اصطلاح فقرا میں طعام اسراف کہتے ہیں۔ اگرچہ فقہا کے نزدیک اسے کھانا جائز ہے بلکہ شریعت میں تو تین دن کے بعد مردار بھی حلال ہے لیکن فقرا کی طریقت میں طعام اسراف کا کھانا جائز نہیں۔ جب میں نے یہ بات سنی تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کھانا لے کر باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر باہر ہی ٹھہرا رہا پھر کھانا لے کر حاضر خدمت ہوگیا۔ میں نے عرض کی: جب میں کھانا لے کر واپس چلا گیا تھا تو کیا حضرت کو توقع

تھی کہ میں کھانا واپس لاؤں گا؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: اب جب کہ حضرت کی توقع کے خلاف یہ کھانا لے کر آیا ہوں تو یہ طعام اسراف نہیں رہا۔ میر صاحب یہ تاویل سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: تم نے خوب فراست کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد آپ نے نہایت رغبت سے کھانا تناول فرمایا۔" [مآثر الکرام اردو، ص ۱۷۸-۱۷۹]

سید محمد اجمل اور سید محمد قادری کے تذکرے آگے آتے ہیں۔

حضرت میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے چھوٹے صاحبزادے سید محمد عمر کے حالات بھی دستیاب نہیں، یہاں تک کہ تاریخ وصال اور مدفن بھی نامعلوم ہے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔ صفیر بلگرامی اپنی مثنوی معراج الخیال [مشمولہ تاریخ بلگرام، ص ۱۷] میں لکھتے ہیں۔

۱- سید عمر آں بقدر اعلیٰ ۔۔۔ بودے دوم جناب صغریٰ
۲- علم و فضل وکمال واجلال ۔۔۔ از نسلش یافت حسن اکمال
۳- از کثرت منصب گرامی ۔۔۔ اولاد پاک اوست نامی
۴- اشہر شرف جلیلۂ اوست ۔۔۔ بھتہ لقب قبیلۂ اوست
۵- زاولاد اوست میر محمود ۔۔۔ کش اکبر ہست مدح مسعود
۶- کامل بودہ بعلم تسخیر ۔۔۔ ازوے شدہ لفظ بھُتھا تشہیر

۱- حضرت سید عمر، فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہما کے دوسرے عالی مرتبت شاہزادے ہیں۔
۲- آپ کی مقدس نسل سے علم و فضل، کمال اور بزرگی کو عظمتوں کا حسن نصیب ہوا۔
۳- آپ کی پاک اولاد عالی منصب پر فائز اور نامور رہی۔
۴- آپ کی نسل میں سب سے زیادہ شہرت و شرف اس قبیلے کو نصیب ہوا جسے بھتہ کہتے ہیں۔
۵- یہ قبیلہ بھتہ میر محمود اکبر کی نسل سے ہے۔
۶- حضرت میر محمود اکبر تسخیر اجنہ کے علم میں بہت باکمال تھے، اسی وجہ سے آپ کی نسل کو سادات بھتہ کہنے لگے۔

حضرت کے خاندان میں بھی مقربان بارگاہ الٰہی اور اساطین فضیلت و روحانیت کا ایک تسلسل رہا ہے۔ سید محمود کلاں [م ۹۳۲ھ] میر عبدالواحد بلگرامی [م ۱۰۱۷ھ]، میر طیب [۱۰۶۶ھ] میر عبدالجلیل بلگرامی [م ۱۰۵۷ھ] میر سید لطف اللہ شاہ لدھا [م ۱۱۴۳ھ] صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری [م ۱۱۴۲ھ]، علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی [م ۱۱۳۸ھ] سید شاہ آل محمد [م ۱۱۶۴ھ] سید شاہ نجات اللہ [م ۱۲۹۰ھ] سید شاہ حمزہ عینی [م ۱۱۹۸ھ] سید شاہ محمد حقانی [م ۱۲۱۰ھ] سید امام معروف بہ شاہ گدا [۱۲۰۵ھ] سید مقبول عالم معروف بہ شاہ سوندھا [۱۲۱۳ھ] سید آل احمد اچھے میاں [م ۱۲۳۵ھ] سید آل برکات ستھرے میاں [م ۱۲۵۱ھ] سید صاحب عالم [م ۱۲۸۸ھ] سید شاہ آل رسول احمدی [م ۱۲۹۶ھ] سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [۱۳۲۴ھ]۔ اسی عمری شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی سے لے کر حضرت سید ابوالحسین احمد نوری اور ان کے اخلاف قدست اسرارہم کی تفصیلات تاج العلما کی تصنیف: تاریخ خاندان برکات اور ناچیز کی تالیف "خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید محمد عمر قدس سرہٗ کی نسل میں حضرت شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ کا تذکرہ مستقلاً آگے آتا ہے۔ حضرت سید محمود اکبر، علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی اور علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کا ذکر قدرے تفصیل سے پیش ہوتا ہے۔

سید محمود اکبر: صغروی سادات کی ایک شاخ سادات بھتھا کے جد اعلیٰ ہیں، صاحب روضۃ الکرام لکھتے ہیں:

"سید محمود اول کی اولاد بھتھا کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سید محمود بہت بڑے عامل تھے اور تسخیر جنات میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حاکم بلگرام کے ملازمین سید صاحب کے باغ میں گئے اور بلا اجازت آم توڑنے شروع کیے۔ مالی نے منع کیا مگر وہ حکومت کے زعم میں کب سننے لگے۔ اتفاق سے

بقدرت خدا پتھر پڑنا شروع ہوئے اور اس قدر پتھر پڑے کہ حاکم کے ملازمین زخمی ہو گئے اور ناکام واپس جا کر انہوں نے حاکم وقت کو خبر کی۔ وہ اس کرامت کے ظاہر ہونے سے بہت مرعوب ہوا اور سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر خواہی کی۔ پہلے یہ باغ بھتھا مشہور تھا۔ سید محمود اول کی قبر اسی باغ میں ہے۔ ان کی اولاد بھتھا کہلانے لگی۔'' [روضۃ الکرام جدید، ص۶۹]

آغاز شباب میں تحصیل علم کی غرض سے دہلی گئے۔ تکمیل کے بعد زیارت حرمین طیبین کو روانہ ہوئے۔ سعادتیں حاصل کرنے کے بعد واپس ہوئے۔ احمد آباد گجرات ہوتے ہوئے مندور پہنچے اور شیخ بہاء الدین قادری شطاری سے بیعت ہوئے تین دن شیخ کی خدمت میں رہے۔ تیسرے دن ارشاد ہوا: سید! تمہارا کام مکمل ہو گیا۔ پھر خرقۂ خلافت عطا کرنے کے بعد وطن کو رخصت کیا۔ بلگرام پہنچے اور درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔ کچھ دنوں قنوج بھی قیام رہا۔ اخیر میں وطن واپس آئے اور بالکل گوشہ نشین ہو گئے۔ باغ بھتھا والے واقعے کے بعد دنیا سے اکتا گئے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کی: الٰہی!، دنیا کی زندگی سے سیر ہو گیا ہوں، مخلوق کی بھیڑ سے مجھے جلد آزاد فرما۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور ۵رجب ۹۳۳ھ محو خرام فردوس ہوئے۔'' [مآثر الکرام ص۹۰-۹۱/ روضۃ الکرام جدید ص۱۷۸]

آپ علم الاسماء اور علم تکسیر میں ماہر تھے اور کسی جاندار کی ایذا رسانی سے حد درجہ احتراز کرتے تھے۔ حضرت اپنے فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے فرزند! تجھ پر لازم ہے کہ دلوں کو جوڑتا رہے اور غموں سے مانوس ہوتا رہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ شکستہ خاطروں کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے حال پر خاص نظر عنایت فرماتا ہے۔ تجھ پر نسبت باطنی کی حفاظت، کتاب وسنت اور شریعت مصطفویہ کی پاسداری لازم ہے۔ اپنے پروردگار کی عبادت اس طرح سے کر، گویا تو اس کے حضور حاضر ہے اور اسے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ دونوں جہان میں اس کے سوا کسی سے امید مت لگانا۔'' [مآثر الکرام، ص۹۱]

✡ حضرت علامہ میر عبد الجلیل نامی بلگرامی قدس سرہٗ:

آپ خاندان میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ میں نادرۂ روزگار تھے۔ علامہ آزاد نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ زمانے کی نگاہوں نے اس جامعیت کے صاحب کمال بہت کم ہی دیکھے ہوں گے۔ آپ کے نام نامی سے تمام علمی دنیا واقف ہے۔ آپ کی تصانیف عرب اور مصر کے نصاب درس میں رہی ہیں۔ عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کے باکمال عالم تھے۔ ۱۳رشوال ۱۰۷۱ھ کو ولادت مبارکہ ہوئی اور ۱۱۳۸ھ میں اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ بہت ہی باوقار اور مقبول زندگی گذاری۔ گجرات، سندھ، سیوستان، بھکّر، دکن اور دہلی میں مناصب عالیہ پر فائز رہے۔ فکر عالی، مرغزار کی مانند دلکش اور مشک بار تھی۔ علامہ میر غلام علی آزاد اپنے نانا علامہ نامی کے بے حد مداح نظر آتے ہیں اور مآثر الکرام میں بڑا والہانہ تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ کی شان میں عربی اور فارسی کے قصائد لکھے ہیں۔

حضرت علامہ نامی تفسیر، حدیث، فقہ وادب، تاریخ، لغت، اشعار وامثال اور موسیقی میں خصوصی ملکہ رکھتے تھے۔ حافظہ غضب کا پایا تھا۔ قاموس اللغات از بر تھی۔ سعد اللہ بلگرامی، میر طفیل محمد بلگرامی، شیخ غلام نقشبند لکھنوی، میر سید مبارک محدث بلگرامی آپ کے اساتذہ میں تھے۔ عربی فارسی، سنسکرت تینوں زبان میں شاعری کرتے۔ اولاً طرازی پھر واسطی تخلص فرمایا۔ فارسی میں آپ نامی تخلص اختیار فرماتے۔ اسے ہی شہرت ملی۔

علامہ دکن میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ وہاں سے پھر گجرات کی وقائع نگاری کا منصب عطا ہوا۔ علامہ نامی دکن سے پہلے بلگرام تشریف لائے اور پھر ربیع الاول ۱۱۱۴ھ میں گجرات پہنچے۔ یہاں وقائع نگاری اور بحال مائی پور کی جاگیرداری دونوں مناصب کی ذمہ داریاں آپ نے خوبی سے نبھائیں۔ پھر سرکاری بھکّر وسیستان کی بخشی گیری اور وقائع نگاری کا منصب مرزا یار علی بیگ نے ۱۱۱۷ھ میں عطا کیا۔ ۱۱۳۰ھ میں دہلی تشریف لے گئے اور اورنگ زیب سے محمد شاہ کے زمانے تک آپ بہت ہی وقار وتمکنت اور عزت و احترام کے ساتھ افادۂ فنون اور منصبی فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ ۶۶ سال کی عمر

میں دہلی میں ہی ۱۱۳۸ھ میں انتقال فرمایا۔ تدفین بلگرام میں ہوئی ۔ان تمام تر عالی مناصب کے باوجود بہت سیر چشم ،اصول پسند اور بے نیاز طبیعت پائی تھی۔علامہ آزاد کی اس تحریر سے آپ کی بے نیاز طبیعت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔فرماتے ہیں:

''سید حسین امتیاز خاں ،جن کا تخلص خالص تھا، ہندوستان سے ولایت روانہ ہوئے۔ جب سیستان پہنچے تو خدایار خاں حاکم سندھ نے ۱۱۲۲ھ میں سید حسین کو قتل کردیا اور لاکھوں کے اموال پر قبضہ جمالیا۔اس کے بعد علامہ مرحوم کے پاس پیغام بھیجا کہ اس خبر کو بادشاہی سوانح میں حقیقت کا رنگ نہ دیں تو دو ہزار اشرفی طلا جو چودہ ہزار روپے کے برابر ہے،ادا کی جائے گی۔ علامہ مرحوم نے دروازے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ عنایت الٰہی سے ثروت رکھتا ہوں محتاج نہیں ہوں۔اگر اس واقعی خبر کو سپرد قلم نہ کروں تو کل رب العزت کے حضور کیا جواب دوں گا۔'' [مآثر الکرام،ص:۳۸۰]

آپ فضیلت علم کے ساتھ کمال روحانیت بھی رکھتے تھے۔آپ کو مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست بیعت کا شرف حاصل تھا۔ عالم بیداری میں حضور غوث پاک کے صاحب سجادہ سید یٰسین حموی قدس سرہما سے اویسی بیعت رکھتے تھے۔معمولات مشائخ کے پابند تھے۔حضرت علامہ آزاد فرماتے ہیں:

''ادائے فرائض وسنن کے بعد سب سے بڑا شغل مطالعہ کتب تھا۔جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد دوپہر سے پہلے تک دلائل الخیرات ختم فرماتے، درمیان میں گفتگو نہ کرتے۔......پھر دوپہر کے قریب غسل جمعہ کرکے مسجد تشریف لے جاتے۔ رمضان المبارک میں روزانہ بیت الخلانہ جاتے۔سفر وحضر میں تراویح کی نماز ترک نہ ہوئی'' [مآثر الکرام،اردو،ص:۳۸۱] دلائل الخیرات کا ذاتی نسخہ جسے آپ نے خود اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا تھا اور آپ کے وظیفے میں رہا کرتا تھا،آج بھی اہل خاندان میں محفوظ ہے۔

اسی قرب الٰہی ،قبولیت بارگاہ رسالت پناہی کا فیضان تھا کہ وصال کے بعد ۱۴ دن تک جسم اطہر مکمل طور سے سلامت رہا۔علامہ آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

''آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جسم مبارک آفتاب کی حرارت اور اس

طویل مدت کے باوجود کہ چودہ دن کی مدت میں تابوت کے اندر شاہجہان آباد [دہلی] سے وطن پہنچا، بالکل صحیح سلامت نکلا۔کسی عضو میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی۔جسم اقدس کو تابوت سے نکال کر چادر پر رکھا گیا اس انداز سے جیسے تازہ میت کو لیتے ہیں۔چار پائی قبر تک لائی گئی پھر جسم کو زیر کمر چادر ڈال کر لحد میں اتارا گیا، استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی نے قبر میں اتر کر سپرد خاک کیا۔'' [مآثر الکرام اردو،ص:۳۸۲]

حضرت علامہ میر عبدالجلیل نامؔی بلگرامی قدس سرہٗ کی تازہ کار شاعرانہ فکر ملاحظہ کرنی ہو تو آپ کا فارسی منظوم نسب نامہ اور مثنوی امواج الخیال ملاحظہ کیجئے جو اسی کتاب میں درج ہیں۔

حضرت علامہ نامی نے فارسی نثر میں بھی متعدد یادگاریں چھوڑی ہیں۔اپنے استاذ محترم حضرت مولانا سید ضیاء اللہ قادری بلگرامی قدس سرہٗ کی دستور الحجیٰ مرتب فرمائی اور اس کا دیباچہ تحریر فرمایا۔وہ عبارت حضرت سید ضیاء اللہ کے تذکرے میں آرہی ہے۔

آپ کی ایک کتاب اسرار النساء عرف نایکا بھید میرے پاس موجود ہے۔یہ کتاب ۱۱۰۴ھ میں بمقام کلکتہ شہر بیجا پور تحریر ہوئی۔کل صفحات نو ہیں،سطریں ۱۷، سائز متوسط ہے۔علامہ نامی آغاز کتاب میں رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،مشاطہ چہرہ افروز پری پیکران خلوت خانۂ خیال و دلالۂ جلوہ آموز حور چہرگان شبستان بال یعنی قلم لطیفہ رقم بسپاس بے قیاس بارگاہ احدی و درود نامحدود بارگاہ احمدی تبرک وتیمن جستہ بر منصۂ بیان جلوہ گرمی گرداند کہ از اقسام شعر وفنون سخن سنگار رس کہ بیان عشق وشیفتگی وداستان محبت ودل بستگی است ، دل نشین تر بود ونسبت عشق جز درمیان دو کس کہ یکے جمال معشوقی آرا و دیگر بے خیال عاشقی نماید،صورت پذیرند، بنا براں دانشوران ہند کہ باابداع مضامین واختراع قوانین بر سخنوران آفاق نمودہ اند، ہمت والانہمت را بہ بیان اقسام واحوال نایکا و نایک کہ عبارت از زن ومرد است وعشق طبیعی بمقتضائے ''خَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجاً'' درمیان این دو گوہرگان وجود متحقق می گردد،مصروف داشتہ اند و دریں رسالہ ہمیں مطلب را در دو مقالہ بیان نمودہ بخاتمہ ختم

سخن کردہ شود۔'' [نایکا بھید، علامہ سید میر عبدالجلیل نامی بلگرامی، قلمی مملوکہ خود، ص ا]

ترجمہ: خلوت کدۂ خیال کے پری پیکر چہروں کو روشن کرنے والی مشاطہ اور شبستان دل کے حور جیسے رخ زیبا رکھنے والیوں کو جلوہ گری سکھانے والی یعنی لطیف باتیں رقم کرنے والا قلم رب احد کی بارگاہ میں بے اندازہ حمد وثنا اور احمد مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں بے شمار درود کی پیشکش سے برکت حاصل کرتے ہوئے منبر بیان پر جلوہ گر ہوتا ہے کہ اقسام شعر وسخن میں سنگار رس بہت نشین ہوتا ہے، جس میں عشق وشیفتگی کا بیان اور محبت اور دل بستگی کی داستان ہوتی ہے۔ نسبت عشق صرف دو شخص کے درمیان استوار ہوتی ہے: ایک جمال جہاں آرا رکھنے والا معشوق اور دوسرا دل عاشق۔ اسی لئے ہندوستان کے دانشور جو نادر مضامین تراشنے اور قوانین اختراع کرنے میں دنیا کے سخنوروں پر فوقیت رکھتے ہیں، اپنی خاص توجہ مرد وعورت کے اقسام واحوال بیان کرنے کی جانب مبذول رکھتے ہیں کہ آیت کریمہ: ''وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجاً'' [النباء:۸] اور تمہیں جوڑے بنایا] کے مطابق عشق طبعی ان دونوں جوہروں کے درمیان متحقق ہوتا ہے۔ اس رسالہ میں اسی مفہوم کو دو مقالات میں بیان کیا گیا ہے اور ایک خاتمہ پر بات تمام کردی گئی ہے۔۱۲- ساحل

روضۃ الکرام کا نیا پاکستانی ایڈیشن دیکھا جس میں کچھ اضافے بھی ہیں، اس میں حضرت علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہے۔ اخیر میں آپ کی یہ دس تصانیف کے اسمائے گرامی درج ہیں جو نایکا بھید کے علاوہ ہیں:

۱- انشائے عقد الثمین، ۲- رسالۂ تعریب، ۳- رسالہ موسیقی، ۴- منشائے جلیل، ۵- انشائے وقائع ستارہ، ۶- سکھ نکھ [ہندی مجموعہ]، ۷- رسالہ فی ابطال جزء لا یتجزی، ۸- الحکم العرفانیۃ، ۹- مجموعہ عربی مثنوی، ۱۰- مجموعۂ ملفوظات ومکتوبات۔

[روضۃ الکرام، پاکستانی ایڈیشن، طبع ثالث، ص ۲۸۶]

آپ کی دو مثنوی قلمی صورت میں مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ میں موجود ہیں:

۱- مثنوی میر عبدالجلیل واسطی در بیان عروسی شہزادہ فرخ سیر۔ یہ ۱۱۲۸ھ میں مکمل ہوئی، چھوٹے سائز ۹۰؍صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسی مخطوطے کی جلد میں آپ کی دوسری مثنوی

بھی ہے جو ۸؍صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ناقص الآخر ہے۔ [اندراج: 47/2 فارسیہ، یونیورسٹی]

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ:

آپ علامہ میر عبدالجلیل نامی علیہ الرحمہ کے نواسے اور عزیز ترین شاگرد ہیں۔ عربی اور فارسی ادب کا ایسا عظیم اسکالر پورے اسلامی ہندوستان کی تاریخ میں شاید وباید نظر آئے۔ سترہ ہزار سے زیادہ عربی اشعار شاید ہی کسی ہندی شاعر نے کہے ہوں وہ بھی فکر کی ایسی ندرت کے ساتھ جس کی نظیر ملنی دشوار ہو۔ علامہ نے مآثر الکرام میں خود اپنا مختصر تعارف پیش کیا ہے جو سب سے مستند ہے۔ اسے پیش کرتا ہوں۔ وہ رقم طراز ہیں:

''راقم الحراف فقیر آزاد حسینی نسباً، واسطی اصلاً، بلگرامی مولداً ومنشاءً، حنفی مذہباً، چشتی طریقتاً نے ۲۵؍صفر ۱۱۱۶ھ میں لباس ہستی پہنا اور ابتدائے ہوش سے ہی تحصیل علم میں لگ گیا۔ ابتدا تا انتہا درسی کتابیں استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس میں بالترتیب پوری کیں اور فن لغت، حدیث، سیرت نبوی اور ادبی فنون اپنے نانا اور استاذ حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی علیہ الرحمہ کی قدسی تربیت بارگاہ سے حاصل کئے اور عروض، قافیہ اور بعض فنون ادب کے لیے اپنے ماموں، صاحبزادۂ علامہ عبدالجلیل، میر سید محمد شاعر بلگرامی کی خدمت بابرکت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ۱۱۳۷ھ میں سید العارفین میر سید لطف اللہ شاہ لدّھا بلگرامی قدس سرہٗ کی پاکیزہ جناب میں سلسلۂ چشتیہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ رجب دوشنبہ کو ۱۱۵۰ھ میں سفر خیر [۱۱۵۰ھ] حرمین شریفین کے ارادے سے تنہا پیدل بلگرام سے نکل پڑا۔ احباب واقرباء کو بالکل غافل رکھا تاکہ یہ منزل مقصود میں آڑے نہ آئیں۔ مثنوی طلسم اعظم میں اس سفر کی روداد لکھی ہے۔ تین دن بعد میرے گھر کے لوگ اس معاملے سے آگاہ ہوئے اور انگشت بدنداں رہ گئے۔ فقیر کے سگے بھائی سید غلام حسن نے تین منزل تک تعاقب کیا لیکن میں ہاتھ نہ آیا، اس لیے واپس لوٹ گئے۔ میں نے غیر معروف راستہ اختیار کیا تھا۔ سرونج توابع مالوہ تک کا راستہ پیدل طے ہوگیا۔ چونکہ قدم پیادہ گردی سے

کبھی آشنا نہیں تھے، اس لیے پیروں کے آبلے خوشۂ انگور بن گئے۔

اتفاقاً نواب آصف جاہ کے جھنڈے ان دنوں دیار مالوہ میں سایہ فگن تھے۔ رہنمائے قسمت نے مجھے اس سمت متوجہ کیا اور تازہ عنایت ربانی جلوہ گر ہوئی۔ بغیر کسی سابقہ تعارف کے ایک عزیز نے اپنے مہمان خانے میں جگہ دی۔ نیاز مندی کے رسوم حد سے زیادہ پیش کئے اور سواری کے لیے بہلی رتھ نذر کی۔ ۲۲ر شعبان ۱۱۵۰ھ کو نواب آصف جاہ مرحوم سے ملاقات ہوئی اور یہ رباعی بے ساختہ زبان پر آ گئی۔

اے حامیٔ دیں، محیط جود و احساں　　حق داد ترا خطاب آصف شایاں
او تخت بدر گاہ سلیماں آورد　　تو آل نبی را بہ در کعبہ رساں

ترجمہ: اے دین کے پشت پناہ، پیکر جود و سخا، سراپا احسان، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت موزوں لقب: آصف، عطا کیا ہے۔ حضرت آصف برخیا، تخت بلقیس لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ایک فرزند رسول کو آستان کعبہ تک پہنچا دیں۔

فقیر نے موزونیٔ طبع کے باوجود مالداروں کی تعریف میں پوری زندگی میں کبھی زبان نہیں کھولی۔ صرف یہ رباعی سفر بیت اللہ میں تعاون حاصل کرنے کی غرض سے سرزد ہوئی اور نواب نظام الدولہ شہید کی شان شہادت میں دو عربی شعر نذر ہوئے۔ نواب زادہ کی مدد سے خاطر خواہ توشہ اور سواری مل گئی اور ۱۱۵۱ھ میں حرمین طیبین کی زیارت کی عظیم سعادت حاصل کی۔'' [مآثر الکرام اردو، ص: ۲۶۰ اور ۴۳۴ تا ۴۴۱]

حضرت علامہ آزاد نے حرمین طیبین کے علما و مشائخ سے علمی فیوض و برکات بھی حاصل کئے۔ مولانا محمد حیات سندھی مدنی علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ اور مفردات کی اجازتیں حاصل کیں۔ شیخ عبدالوہاب طنطاوی مصری سے بھی علمی فوائد حاصل کئے۔ شیخ طنطاوی علامہ سے بے حد متاثر تھے۔ فرمایا کرتے: یَا سَیِّدِیْ: اَنْتَ مِنْ عُتَقَآءِ اللّٰہِ. ۱۱۵۲ھ میں ہندوستان واپس ہوئے۔ ۳ر جمادی الاولیٰ کو علامہ آزاد جدہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مخا کی بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز ہوا۔ وہاں آپ نے سلسلۂ شاذلیہ کے بانی حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی [م ۶۵۶ھ] کے مزار پرانوار پر حاضری دی

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۱۵۲ھ میں آپ کا جہاز سورت پہنچا اور آپ کا یہ مبارک سفر اختتام کو پہنچا۔ ''سفر بخیر'' [۱۱۵۲ھ] اختتام سفر کی تاریخ ہے۔

علامہ آزاد فقر و درویشی کے سارے لوازمات رکھتے تھے۔ معمولات مشائخ کے پابند اور بے نیاز طبیعت کے یہ بزرگ دنیا کی رنگینیوں کی سمت بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ نوابین اور امراء سے رابطے کو خلق خدا کے لیے استعمال کیا۔ حصول منفعت کے لیے نہیں۔ سُبحۃ المرجان میں خود فرماتے ہیں:

''بہتوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں کوئی شاہی منصب اختیار کروں اور دنیا کے لبریز جام نوش کروں لیکن میں نے اپنے دامن کو دنیوی گرد و غبار سے کبھی آلودہ ہونے نہیں دیا اور کبھی جادۂ استقامت کو چھوڑ کر اس دنیائے پر فریب کے جال میں نہیں پھنسا۔ اپنے احباب سے میں نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ اس دنیا کی مثال دریائے طالوت کی طرح ہے جس کا ایک چلّو تو حلال ہے لیکن اس سے زیادہ حرام ہے۔''

[سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص ۱۴۲]

جب نظام الدولہ مسند نشین ہوئے تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ موقع غنیمت جان کر کوئی منصب حاصل کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ''آزاد شدہ ام، بندۂ مخلوق نمی توانم شد'' میں آزاد ہو چکا ہوں۔ اس آزادی کے بعد اپنے ہم جنس کی غلامی نہیں کر سکتا۔ شعر میں بھی اپنے بے نیاز جذبے کی ترجمانی فرمائی ہے۔

ہر کسے برداشت چیزے را از اسباب جہاں　　من ازیں دنیائے فانی دست را برداشتم

ہر شخص نے اس جہانِ فانی کے ساز و سامان سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل کی۔ لیکن میں اس دنیائے فانی سے بالکل دست کش ہو گیا۔ [روضۃ الکرام جدید، ص: ۲۰۴، ۲۰۵]

سید محمد عمر بن سید محمد صغریٰ کی نسل میں علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی اور سید محمد سالار بن سید محمد صغریٰ کی نسل میں علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی کو دنیائے علم و فن میں جیسی شہرت نصیب ہوئی، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے۔ دونوں بزرگ کثیر التصانیف ہیں۔ علامہ آزاد کی عربی اور فارسی دونوں زبان میں نگارشات ملتی ہیں، نثر میں بھی اور

نظم میں بھی۔ فارسی کی نثری تصنیفات میں: ۱- مآثر الکرام [تاریخ مشائخ بلگرام] ۲- سروآزاد [فارسی وہندی شعرا کا تعارف]، ۳- خزانۂ عامرہ [۱۳۵ اشعرائے فارسی کا تذکرہ]، ۴- روضۃ الاولیا [خلد آباد کے اولیائے کرام کا تذکرہ]، ۵- سند السعادات فی حسن خاتمہ السادات [مخطوطہ رضا لائبریری، رام پور، سیرت/۱۱ و نیز مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، احسن فارسیہ 920.23]، اس کا ترجمہ فقیر قادری ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] نے کیا جو ۲۰۱۵ء میں ''فضائل سادات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ۶- غزالان الہند، ۷- ید بیضا [فارسی شعرا کا تذکرہ]، ۸- شجرہ طیبہ [سادات بلگرام کا نسب نامہ] ۹- انیس المحققین [شاہ لدھا اور دیگر تین صوفیا کا ذکر جمیل]، ۱۰- تذکرۂ صوبہ داران اودھ کے نام ملتے ہیں۔

عربی کی نثری تصانیف میں: ۱- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ۲- ضؤ الدراری شرح صحیح البخاری [کتاب الزکوۃ تک] ۳- شفاء العلیل [متنبّی کی شاعری پر تنقید واصلاح، مخطوطہ کتب آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔ نمبر اندراج: ۱۱۱۳] ۴- کشکول [آصفیہ حیدر آباد اندراج: ۲۴۲] ۵- تسلیۃ فوادفی قصائد آزاد [قصائد ومراثی کا مجموعہ ممدوحین کے سوانحی خاکوں کے ساتھ۔ قلمی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری اور مکتبہ عارف بک مدینہ منورہ میں ہے]

علامہ آزاد کا اصل میدان شاعری ہے۔ وہ نثر میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ فارسی شاعری میں: ۱- دیوان آزاد، ۲- بیاض آزاد، ۳- قصائد آزاد، ۴- مثنوی معراج الکمال تتمہ امواج خیال [مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، احسن فارسیہ ۲/۱۳/۵۵۱۴، ۸۹۱] دونوں مثنویوں کے ترجمہ کی سعادت فقیر قادری ساحل کو حاصل ہوئی جو میری اس کتاب ''دائرۂ قادریہ'' میں شامل ہیں۔ ۵- مثنوی سراپائے معشوق وغیرہ ہیں۔ عربی شاعری میں ان کے دس دواوین ہیں جو حیدر آباد، ندوہ لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۰۵/اشعار پر مشتمل قصیدہ مرآۃ الجمال ہے جس میں سراپائے محبوب کی دلکش تصویر کشی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بلگرام شریف اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اور خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔ ایک طویل مثنوی مظہر البرکات ہے جس میں ۳۵۰۰/اشعار ہیں۔ اس میں صوفیانہ حکایتیں

اور اخلاقی کہانیاں ہیں۔ یہ حیدر آباد سے طبع ہو چکی ہے، علی گڑھ میں قلمی نسخہ موجود ہے۔

صفیر بلگرامی لکھتے ہیں: ''میر آزاد صاحب کا دیوان عربی، عرب میں کمال فصاحت وبلاغت وخوبی مضامین وبندش کے سبب سے مثل گلستاں وبوستاں کے پڑھایا جاتا ہے۔'' [تاریخ بلگرام، ص: ۱۱۴]

علامہ آزاد کی فکر خالص جمالیاتی تھی، حسن ازل کے شیفتہ اور اس کی تجلیات کے دلدادہ تھے۔ دل سوز عشق سے کباب تھا۔ دنیا سے بے نیازی اور فکر کی سرمستی انہیں جلوۂ محبوب میں گم رکھتی تھی۔ اس لیے نثر ہو یا نظم سب میں ایک بہار یہ رنگ وآہنگ تھا اور یہ بہاریں صرف آستان محبوب کے لیے خاص تھیں۔ اہل دول کی مدح وستائش سے آپ کی فکر کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔

سفر حج سے واپسی کے بعد علامہ آزاد سورت پہنچے پھر اورنگ آباد مہاراشٹر تشریف لے گئے اور بابا شاہ مسافر [م ۱۱۲۶ھ] کی خانقاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ ۱۱۵۹ھ میں نظام حیدر آباد دکن نواب ناصر جنگ سے مراسم استوار ہوئے۔ ۱۱۶۵ھ سے ۱۱۶۸ھ تک آپ کا قیام حیدر آباد میں رہا۔ پھر اورنگ آباد تشریف لائے اور اخیر دم تک یہیں رہے۔ ۱۱۹۵ھ میں سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی اور خلد آباد میں حضرت برہان الدین غریب خلیفۂ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہما کے مزار پاک سے قریب ایک قطعہ آراضی حاصل کی اور اس کا نام ''عاقبت خانہ'' رکھا۔ ایک تقریب سفر آخرت منعقد فرمائی، سبھی حاضرین سے عفو ودرگذر کی درخواست کی۔ سبھی حاضرین سوگوار ہو گئے لیکن علامہ ہشاش بشاش تھے۔ اس تقریب کے انعقاد کے بعد تقریباً پانچ سال حیات رہے۔ ۲۴/ ذیقعدہ ۱۲۰۰ھ/ ۱۵/ ستمبر ۱۷۸۵ء کو اس جہان فانی کو الوداع کہا تھا۔ انہیں خلد آباد میں اسی مخصوص زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ لوح مزار مبارک پر یہ تحریر موجود ہے:

''هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ: حسان الہند غلام علی آزاد حسینی واسطی بلگرامی، ''آہ غلام علی آزاد''۔ وفات: ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ''

آپ کے مزار پاک کی خاص تاثیر یہ ہے کہ لوگ وہاں شکر پر فاتحہ دلاتے

ہیں، یا مزار مبارک کے پاس کچھ دیر رکھ کر لے آتے ہیں اور جس بچے کو کھلاتے ہیں، اس کے اندر علمی ذوق بیدار ہو جاتا ہے اور ذہنی قوت میں جلا پیدا ہوتی ہے۔

حضرت علامہ سید عبد اللہ بلگرامی:

آپ بلگرامی سادات میں بچ بھیہ قبیلہ کے سید آل احمد واسطی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور بڑے عالم و فاضل شخص تھے۔ ولادت مبارکہ ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں بلگرام شریف میں ہوئی۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن حکیم اور فارسی کی درسی کتابیں مکمل کر کے اپنے والد ماجد کے ساتھ کانپور آ گئے جہاں ان کے ماموں سید فرزند حسین عرف گھورے میاں رہتے تھے۔ کانپور میں عربی درجات کا درس لینا شروع کیا اور اسی دوران اپنے ذوق و شوق سے قرآن حکیم کا حفظ بھی مکمل کیا۔ معقولات میں قطبی سے حمد اللہ تک کی کتابیں مولانا محمد سلامت اللہ کانپوری سے پڑھیں اور باقی منطق و فلسفہ کی منتہی کتابیں اور عربی قصائد خاتم الحکما امام المتکلمین مجاہد آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کی خدمت مبارکہ میں رہ کر پڑھیں جب علامہ، رامپور اور لکھنؤ میں قیام پذیر تھے۔ اس کے بعد منقولات میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں مولانا نور الحسن کاندھلوی سے پڑھیں جو معقولات میں علامہ فضل حق اور حدیث میں مولانا محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے۔ پھر کانپور آئے اور تفسیر بیضاوی کا درس مولانا سلامت اللہ صاحب سے لے کر شوال ۱۲۷۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ مکہ معظمہ کے مشہور شیخ حضرت علامہ سید احمد دحلان مفتی شافعیہ سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی سندیں حاصل کیں۔ حضرت ابو الفضل شمس الدین سید آل احمد اچھے میاں قادری بلگرامی کے مرید و خلیفہ حضرت حافظ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت و خلافت حاصل کیا اور بنارس کے گورنمنٹی ''مدرسہ عربیہ'' کے استاذ مقرر ہوئے۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ بروز اتوار اس جہان فانی کو الوداع کہا اور کانپور کے فوجی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ کسی شاعر نے آپ کی تاریخ وصال اس فارسی قطعہ میں نظم کی۔

۱- نیکو سیرت چو عبد اللہ حافظ سوئے ملک بقا ناگاہ رفتہ

۲- بسال رحلتش ہاتف ندا داد بجنت پاک عبد اللہ رفتہ

۱- نیک سیرت حافظ سید عبد اللہ نے اچانک آخرت کا سفر اختیار فرما لیا۔

۲- غیب سے ان کا سال رحلت یہ برآمد ہوا: ''بجنت پاک عبد اللہ رفتہ'' [۱۳۰۵ھ] پاکباز عبد اللہ جنت کی جانب محو خرام ہوئے۔

حضرت مولانا سید عبد اللہ قادری بلگرامی علیہ الرحمہ، اپنے استاذ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے خاص فیض یافتہ تھے اور ان کے نہایت جاں نثار، شیفتہ اور سرگرم حامی۔ آپ نے بھی کثرت سے علمی آثار تصانیف اور تلامذہ کی صورت میں اپنی یادگار چھوڑے۔ آپ سے درجن سے زائد تصانیف یادگار ہیں جن میں زیادہ تر علمی اور فنی ہیں جو نصابی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے معرض تحریر میں آئیں۔ اس سے آپ کا درس و تصنیف سے خاص شغف جھلکتا ہے۔ حضرت مولانا رحمٰن علی اپنی تصنیف ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''تصانیف رائقہ یادگار گذاشتہ.........تصانیفہ: رسالہ ''عین الافادۃ فی کشف الاضافۃ'' در بیان اضافت، ''عجالہ ہادیہ'' در حرمت شطرنج و گنجیفہ وغیرہ، حاشیہ ہدایہ فقہ از کتاب البیوع تا کتاب الشفعۃ، تحفۂ علیہ حاشیۂ ہدیہ سعیدیہ در علم حکمت طبعی، مفیض فارسی در قواعد فارسی، تشریح النحو عربی قواعد نحو بزبان اردو کہ در صلۂ آں از سرکار انگریزی دو صد روپیہ عطا شدہ، فیض الصرف قواعد صرف عربی بزبان اردو، دفتر عصمت تذکرۂ زنان شاعرات، تشریح الانشاء، شاہد نظم شرح گلدستۂ دانش، حل غوامض شرح اشعار اردو، علاوہ آں رسائل بر دفرقۂ وہابیہ و قصائد و مکاتیب عربی و قطعات تواریخ عربی و فارسی از ایشاں یادگار اند۔'' [''تذکرۂ علمائے ہند''، فارسی، ص ۱۰۴-۱۰۵]

علامہ سید عبد اللہ بلگرامی نے دلکش تصنیف یادگار چھوڑیں۔ ان کی تصانیف میں ۱- رسالہ 'عین الافادۃ فی کشف الاضافۃ'' [بیان اضافت کے سلسلے میں]، ۲- عجالہ ہادیہ [شطرنج وغیرہ کی حرمت کے بیان میں]، ۳- حاشیہ ہدایہ فقہ [کتاب البیوع سے کتاب الشفعہ تک]، ۴- تحفۂ علیہ حاشیۂ ہدیہ سعیدیہ [حکمت طبعی کے بیان میں، ۵-

مفیض فارسی [فارسی قواعد کے بیان میں]، ۶-تشریح النحو [اردو زبان میں عربی نحو قواعد] اس کتاب کے اعزازیہ میں حکومت وقت نے آپ کو دوسو روپیہ عنایت کیا، ۷-فیض الصرف [اردو زبان میں عربی صرف کے قواعد]، ۸-دفتر عصمت [خواتین شاعرات کا تذکرہ]، ۹-تشریح الانشاء، ۱۰-شاہد نظم شرح گلدستۂ دانش، ۱۱-حل غوامض شرح اشعار اردو، ان کے علاوہ کئی رسائل فرقۂ وہابیہ کے رد میں تحریر فرمائے، عربی قصائد اور مکاتیب رقم کئے، اور عربی فارسی زبانوں میں تاریخی قطعات کہے۔

ناچیز کو حضرت علامہ سید عبد اللہ قادری بلگرامی علیہ الرحمہ کی ان نو کتابوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا:

۱-رسالہ شطرنج و گنجیفہ موسوم بہ "عجالہ ہادیہ": یہ اردو زبان میں ایک فقہی رسالہ ہے جو شطرنج کی حرمت کے سلسلے میں تحریر کیا گیا۔ دراصل یہ ایک استفتا کا جواب ہے جس میں سائل نے بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شطرنج وغیرہ کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جائز تحریر فرمایا ہے۔ حضرت علامہ حافظ سید عبد اللہ قادری بلگرامی علیہ الرحمہ نے اس بہتان کی خوب خبر لی ہے اور دلائل فقہیہ سے واضح کیا ہے کہ شطرنج جیسے لایعنی کھیل امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی ناجائز و حرام ہیں۔ کتاب کی ابتدا اس قطعہ سے ہوتی ہے۔

جب نام خدا ہو زیب عنواں آثار قبول ہوں نمایاں
یا رب مقبول ہو یہ نامہ لوگوں کو عمل ہو اس پر آساں

یہ رسالہ ۳۶؍صفحات پر مشتمل ہے جو اردو زبان میں ۱۲۷۴ھ میں لکھا گیا اور ۱۳۰۳ھ میں منشی نولکشور پریس کانپور سے شائع ہوا۔ اس کی ایک کاپی کتب خانہ جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے۔ کتاب کا اختتام اس قطعۂ تاریخ پر ہوتا ہے۔

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس کہ از فضل او نامہ ام شد تمام
رقم کردم از بہر تاریخ سال زمن باد ایں خیر جاری مدام

۲-التحفۃ العلیۃ فی شرح الھدیۃ السعیدیۃ: ہدیہ سعیدیہ فن فلسفہ میں درسی

کتاب ہے جو عربی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے جسے خاتم الحکما رئیس المتکلمین شہید حریت حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمایا۔ حضرت علامہ کے عزیز شاگرد حضرت مولانا سید عبد اللہ بلگرامی علیہ الرحمہ نے اس کی شرح تحریر فرمائی۔ یہ دونوں کتابیں آج بھی ایک ساتھ طبع ہوتی ہیں۔ مجھے اس کتاب کے ذریعہ حضرت مولانا سید عبد اللہ بلگرامی علیہ الرحمہ سے دیرینہ تعارف تھا، پھر جب ۲۰۰۸ء میں، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ پر میں اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کر رہا تھا تو اس کتاب کے قدرے تفصیلی مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ بلگرامی نسبت کی وجہ سے سید صاحب سے زیادہ انسیت رہی۔ سید صاحب، حضرت علامہ کے جاں نثار شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کتاب کی شرح میں ان کے خیرآبادی لگاؤ کی جھلک ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ہدیہ سعیدیہ، فلسفۂ قدیمہ کی ایک برانچ حکمت طبعی کے فنی تعارف پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے آسان اسلوب میں طلبہ کے لئے فلسفۂ طبعیہ کے فنی مباحث پیش فرمائے ہیں۔ حضرت مولانا سید عبد اللہ بلگرامی نے اس کی شاندار اور سہل تشریح فرمائی ہے۔

۳-تشریح النحو: اردو زبان میں عربی نحو کی تفہیم پر بہترین درسی کتاب جو آج بھی اتنی ہی مفید جتنی سوا سو سال پہلے تھی۔ آپ نے یہ کتاب قیام بنارس کے دوران تحریر فرمائی جو ایک مقدمہ دو باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ عام کتب نحو سے انفرادیت لئے ہوئے اس کا مقدمہ، کلمہ، کلام، جملہ، اعراب، منصرف، غیر منصرف کی تشریح پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں اعراب کا بیان ہے۔ دوسرا باب مبنی، معرب کی تشریح کرتا ہے اور خاتمۂ کتاب میں اسم، فعل، حرف کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۸۷۵ء میں ہوئی تھی۔ جو نسخہ میرے سامنے ہے، وہ کانپور کے مطبع نامی سے ربیع الاول ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ کل صفحات ۱۵۸؍ ہیں۔ اس وقت مصنف کانپور کے سرکاری مدرسہ میں مدرس اول تھے۔

۴-جامع تعلیلات: فارسی زبان میں ۱۵۲؍صفحات پر مشتمل عربی زبان کی تعلیلات کی

گتھیاں سلجھانے والی بہترین کتاب جو۱۳۱۲ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی۔

۵-شرح منثور: فارسی زبان کی نصابی کتاب ''گلدستۂ دانش'' کے حصۂ نثر کی تشریح[برائے انٹرنس کورس فارسی، صفحات:۱۱۲]۱۳۰۴ھ میں مطبع احمدی کانپور سے شائع ہوئی۔

۶-شاہدِ نظم: فارسی زبان کی نصابی کتاب ''گلدستۂ دانش'' کے حصۂ نظم کی تشریح[برائے انٹرنس کورس فارسی، صفحات:۱۱۲] جنوری ۱۸۸۸ء میں مطبع احمدی کانپور سے شائع ہوئی۔اس وقت مصنف گورنمنٹ عربی کالج بنارس میں پروفیسر تھے۔

۷-عقدِ گل: سرکاری مدارس کے فارسی نصاب کے لئے فارسی نثر و نظم کا انتخاب جس کی اسکروٹنائزنگ حضرت مولانا حافظ سید عبداللہ قادری بلگرامی علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ ۱۸۰رصفحات کی یہ کتاب نومبر ۱۸۸۰ء میں مطبع شعلۂ طور کانپور سے شائع ہوئی۔اس وقت مولف عربی وفارسی گورنمنٹ ہائی اسکول، کانپور میں مدرس اول[پرنسپل] تھے۔

۸-حلِ غوامض: کلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس کا اردو کورس جسے علامہ سید عبداللہ بلگرامی نے تیار فرمایا اور ساتھ ہی اس کی شرح بھی تحریر کی۔اس میں اردو نثر و نظم کا انتخاب شامل ہے۔اس وقت مولف عربی گورنمنٹ کالج بنارس میں پروفیسر تھے۔۱۶۰رصفحات پر مشتمل یہ نصابی کتاب مطبع احمدی، کانپور نے ستمبر ۱۸۸۶ء میں شائع کی۔

۹-حاشیۂ دررنضید شرح قصیدۂ فرزدق تمیمی: مشہور عربی شاعر فرزدق نے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان رفیع میں عربی قصیدہ کہا جب آپ مصروف طواف تھے اور خلقت آپ پر پروانہ وار نثار ہو رہی تھی۔اس وقت اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے طنزاً کہا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ فرزدق نے برجستہ کہا''**ھٰذا الذی تعرف البطحا وطأته**'' یہ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے نشان قدم کو پوری وادی بطحا کے سنگریزے، خانۂ کعبہ اور حل وحرم کی وسعتیں جانتی اور پہچانتی ہیں۔یہ قصیدہ بہت مشہور ہے اور اس کی کئی ایک شرحیں محبان اہل بیت نے تحریر فرمائی ہیں۔مولانا جمیل احمد بلگرامی نے بھی ''دررنضید'' کے نام سے اس کی شرح تصنیف کی۔اس کی تصحیح حضرت علامہ سید عبداللہ بلگرامی علیہ الرحمہ نے کی اور اس پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔۱۰۸رصفحات پر

مشتمل یہ کتاب مطبع منشی نولکشور کانپور نے ۱۸۷۳ء میں شائع کی۔عجالۂ ہادیہ کے علاوہ حضرت مولانا حافظ سید عبداللہ بلگرامی علیہ الرحمہ کی یہ ساری کتابیں مجھے مخدوم گرامی حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ صغرویہ، بلگرام شریف کے ذخیرۂ کتب میں دیکھنے کو ملیں۔

حضرت مولانا حافظ سید عبداللہ بلگرامی علیہ الرحمہ جہاں معقولات ومنقولات کے زبردست فاضل تھے، وہیں علوم باطن کا خاصا حصہ بھی آپ کو نصیب تھا۔آپ عرفان کی منزلوں سے آشنا تھے۔میرے مرشد اجازت حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ صغرویہ، بلگرام شریف نے مجھ سے حضرت سید عبداللہ بلگرامی علیہ الرحمہ کی باطنی قوت کا ایک واقعہ بیان فرمایا جو انہیں اکابر خاندان سے سینہ بہ سینہ منقول ہوا کہ ایک بچی پر زبردست آسیب مسلط تھا جو کسی صورت سے نہ ٹلتا تھا۔بچی ننگ دھڑنگ رہتی تھی۔ ایک دن سید عبداللہ صاحب کانپور کی اس گلی سے گذرے۔بالا خانے سے بچی کی نظر جب آپ پر پڑی تو ہوش میں آگئی اور فوراً ستر پوشی کے لئے دوڑی۔پھر جب سید صاحب چلتے ہوئے آگے بڑھ گئے تو آسیب پھر لوٹ آیا۔لوگوں نے اس تبدیلی کا سبب تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ سید عبداللہ صاحب ابھی ادھر سے گذرے تھے۔معلوم ہونے کے بعد بچی کے والدین بڑی منت سماجت سے حضرت کو بلا کر لائے۔حضرت کے آتے ہی آسیب بھاگا۔حضرت نے اس کو طلب کیا تو اس نے حضرت کے سامنے بڑی معافی تلافی کی اور بتایا کہ حضرت میں آپ کا شاگرد ہوں۔آپ کے حکم کے احترام میں اب میں کبھی اس بچی کے پاس نہیں آؤں گا۔

خاندان میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جہاں اس خاندان ذیشان میں اولیائے کرام، علمائے اعلام، افاضل روزگار، شعرائے عصر، ادبائے زمن اور دانشوران ملت پیدا ہوتے رہے، وہیں اصحاب جاہ واقتدار اور

منصب داروں کا بھی تسلسل رہا۔تعلقہ دار اور زمین دار تو اس کثرت سے پائے گئے کہ شمار مشکل ہے۔میں روضۃ الکرام سے انتخاب کرکے صرف چند اسمائے گرامی درج کرتا ہوں جنہیں قادر مطلق نے دنیاوی شوکت اور اقتدار کا جاہ و جلال بھی عطا کیا تھا۔

- دیوان سید بھیکھا، ہمایوں کے مقرب خاص
- سید محمد، ہمایوں کے منصب دار
- سید محمد فیاض راجہ نول رائے نائب صوبے دار اودھ کے فوجی جنرل
- سید دلیر علی، شجاع الدولہ حاکم بنگالہ کے فوجی جنرل
- سید محمد قریش، نواب مبارز الملک سربلند خاں صوبےدار احمد آباد گجرات کے مصاحب خاص
- سید دانش مند علی عرف دان شاہ، نواب آصف الدولہ کے مصاحب خاص
- سید محمد مہدی، معتمد الدولہ کے مصاحب خاص
- خان بہادر سید کرم علی
- خان بہادر مولوی سید اعظم الدین
- خان بہادر مولوی سید زین الدین حسین
- نواب عماد الملک عماد الدولہ موتمن جنگ علی یار خاں مولوی سید حسین بلگرامی
- نواب عابد نواز جنگ سید زین العابدین [آکسن]
- نواب سر عقیل جنگ سید عقیل بلگرامی
- نواب مہدی یار جنگ سید مہدی حسین [آکسن]
- سید نذر علی، نواب نجیب الدولہ کی فوج میں افسر
- خان بہادر نواب مجد الدولہ دبیر الملک قائم جنگ سید نیاز حسن ۔شاہ اودھ کے مصاحب خاص اور صاحب سجادہ سید اویس میاں مدظلہٗ کی پانچویں پشت کے دادا
- نواب ابوالمفاخر خاں سید محمد صادق
- خان بہادر سید فرزند حسین
- مبارز الملک احتشام الدولہ نواب نور الحسن خان بہادر ضرغام جنگ بلگرامی

لیکن ان تمام تر دنیادارانہ مناصب کے باوجود یہ حضرات یادالٰہی سے سرشار رہا کرتے تھے۔حضرت فاتح بلگرام اور ان کے بڑے صاحبزادے سید محمد سالار سے ہی یہ روایت چلی آتی ہے۔دنیا کبھی بھی انہیں یاد خدا سے غافل نہ کرسکی۔یہ حضرات معمولات مشائخ کے پابند اور خاندانی روایات کے امین ہوتے آئے اور اپنے قرب الٰہی کو دنیاوی منصب کے لباس میں چھپائے رکھتے، جبکہ عالم یہ ہوتا کہ دروازے پر ہاتھی جھومتا تھا۔صرف ایک خاندانی نواب کی ثروت دیکھئے۔نواب نور الحسن خان بہادر کے بارے میں روضۃ الکرام کے مصنف لکھتے ہیں:

''نواب نور الحسن بلگرامی پرگنہ چین پور اور شہسرام کے ''لاخراج'' جاگیر دار یا ناظم ہوگئے۔اس وقت ایک سو باون مواضعات آپ کے تصرف میں تھے۔آپ کے ملازمین میں سے پانچ سو سوار، چھ سو پیادے اور سو آدمی مختلف کاموں پر مامور تھے۔ان میں بیشتر حصہ اہل بلگرام کا تھا'' [روضۃ الکرام ص:۲۳۲]

روضۃ الکرام سے ہی نقل کرکے ایک منصب دار بلگرامی سید کی روحانی قوت کا منظر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔مصنف لکھتے ہیں:

''نواب ابوالمفاخر خاں سید محمد صادق بن سید جعفر بظاہر سپاہی تھے مگر باطن میں مرد کامل تھے۔فوج سلطانی میں آپ سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز تھے اور دہلی میں قیام تھا۔آپ کو ''ابوالمفاخر خاں'' کا خطاب دربار سلطانی سے عطا ہوا اور موضع جلال پور جاگیر میں ملا تھا۔نواب قمر الدین خان وزیر اعظم کی بیگم شعلہ پری کے ہونٹ مرض برص سے متاثر ہوگئے تھے۔بے حد علاج کیا گیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔آخر فقراء کی طرف رجوع کیا گیا۔ایک فقیر جو اس وقت دہلی میں کامل خیال کئے جاتے تھے، ان سے بیگم صاحبہ نے عرض حال کیا۔انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس قدر قدرت نہیں ہے کہ آپ کے مرض کو دور کرسکوں مگر میں ایک شخص کا پتہ دیتا ہوں۔وہ آپ کو اچھا کرسکتا ہے۔آپ نواب ابوالمفاخر خاں کے پاس جاکر عرض حال کریں۔

سید محمد صادق کا اصول تھا کہ وہ صبح کے وقت مونگ کی کھچڑی کھاکر فوج

میں جایا کرتے تھے۔ دسترخوان پر بیٹھے ہی تھے کہ بیگم صاحبہ کی سواری پہنچی۔ آپ نے دریافت کیا کہ خلاف دستور بیگم صاحبہ کے تکلیف فرمانے کا باعث کیا ہے؟ موصوفہ نے عرض حال کیا۔ سید صاحب نے فرمایا: میں مرد سپاہی ہوں۔ جاں نثاری میرا کام ہے اور یہ کام کاملین کا ہے، بیگم صاحبہ نے اصرار کیا اور کہا کہ بغیر صحت ہوئے میں قدم نہ چھوڑوں گی۔ سید صاحب نے فرمایا: اچھا! کھانا تناول فرمائیے۔ بیگم صاحبہ نے سید صاحب کے ہمراہ کھچڑی کھائی۔ بعد فراغت طعام ہاتھ دھوئے۔ سید صاحب نے بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں آئینہ دیا اور کہا دیکھئے۔ بیگم صاحب نے جو آئینہ دیکھا تو ایک داغ بھی لبوں پر برص کا نہ تھا۔ بیگم صاحبہ قدموں پر گر پڑیں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میرا راز فاش نہ کیجئے۔ قمرالدین خاں کو بیگم سے کمال محبت تھی اور لکھو کھا روپیہ ان کے علاج میں صرف کر چکے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یکایک برص جاتا رہا تو بیگم صاحبہ سے دریافت کیا کہ کیسے صحت ہوئی۔ پہلے تو بیگم صاحبہ نے بے حد انکار کیا مگر جب نواب صاحب زیادہ مُصر ہوئے تو بیگم صاحبہ نے کل حال بتا دیا۔ نواب صاحب کو سید محمد صادق سے بے حد عقیدت ہوگئی اور انہوں نے اس کے بدلے نذر پیش کرنا چاہا لیکن سید صاحب نے منظور نہیں کیا اور ترک ملازمت کر کے وطن تشریف لے آئے۔" [روضۃ الاکرم، جدید، ص: ۱۶۸-۱۶۹]

حضرت سید شاہ محمد اجمل حسین بلگرامی

قدس سرہٗ

حضرت سید شاہ محمد اجمل بلگرامی سادات بیچ بھیا میں بہت ہی صاحب عز و وقار اور جامع کمال بزرگ گذرے ہیں۔ آپ سید علاء الدین بانی محلّہ میدان پورہ کے پر پوتے ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ حضرت سید اویس مصطفےٰ واسطی دام ظلہٗ آپ کے ہی خاندان میں آتے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپ کے حالات بھی تفصیل سے دستیاب نہیں۔ بس مآثر الکرام اور روضۃ الکرام کی یہ مختصر عبارتیں ہی آپ کے تعارف میں پیش کی جاسکتی ہیں:

’’حضرت سید اجمل علیہ الرحمہ حسن صورت و سیرت اور باطنی کمالات میں یکتائے روزگار، عالم باعمل اور فقیہ کامل تھے۔ آپ کے کمال بزرگی پر تو سبھی کا اتفاق ہے جس کا عوام و خواص آج بھی اعتراف کرتے ہیں۔ علوم و فنون سے فراغت کے بعد حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما کی زیارت کرنے گئے اور سات مرتبہ حج بیت اللہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ پھر مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اقامت اختیار فرمائی اور وہیں عقد مسنون بھی کیا۔ اولاد بھی ہوئی۔ اس وقت بھی آپ کی نسل مدینہ منورہ اور بلگرام دونوں جگہ موجود ہے۔‘‘ [مآثر الکرام، اردو، ص:۸۷]

’’آپ عالم و درویش تھے۔ سات مرتبہ آپ نے حج کیا اور مدینہ طیبہ میں شادی بھی کرلی۔ آپ کی اولاد وہاں اخوان خمسہ کے نام سے مشہور ہے اور ایک محلّہ اخوان خمسہ اب بھی آباد ہے۔ آخر عمر میں بلگرام واپس آئے اور ۹۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ چاہ کونار سے متصل قبرستان میں مدفون ہیں۔ زوجہ قبیلہ سے بھی آپ کی اولاد ہے۔‘‘ [روضۃ الکرام جدید، ص:۱۶۶-۱۶۷]

ان دو مختصر اقتباسات کے علاوہ ’’نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی‘‘

میں مختصر سے حالات درج ہیں۔ ان میں کوئی اضافہ نہیں، البتہ حضرت سید محمد اجمل کی اکلوتی صاحبزادی کے عقد مسنون کی روداد درج ہے جو ایک تاریخی پس منظر رکھتی ہے۔ حضرت سید محمد بن سید غلام نبی فرماتے ہیں:

’’سید اجمل بن سید حسین زمانے کے کامل ترین بزرگ اور زبردست فاضل تھے۔ باعمل عالم، درویش کامل جن کی بزرگی اور کمالات پر سب کا اتفاق ہے اور یہ روایت تواتر کے ساتھ مسلسل چلی آرہی ہے۔ آپ کا زمانہ قدیم کاغذات کی روشنی میں ۹۷۵ھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سعادت مآب بزرگ سات مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور مناسک حج ادا کئے۔ مدینہ طیبہ میں طویل قیام فرمایا، عقد مسنون کیا، اولادیں ہوئیں پھر وہاں سے واپس بلگرام آئے اور یہیں وفات پائی اور لونار کنویں سے متصل قبرستان میں آسودۂ خواب ہوئے۔ آپ کی ہم قبیلہ اہلیہ سے ایک بیٹے سید عبد الوہاب ہیں اور ایک صاحبزادی تھیں جن کا عقد میر سید طیب بن میر عبد الواحد سلہڑوی کے ہمراہ ہوا۔ اس عقد کا ایک تاریخی پس منظر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ میر عبد الواحد سلہڑوی کے اجداد میں سید ماہر و سلہڑہ چھوڑ کر مضافاتی دیہات سرہ تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ وہاں کے زمین دار کا ایک بیٹا آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آیا جس کی وجہ سے سارے کواریوں نے اتفاق کر کے ہنگامہ برپا کیا اور غریب سید کو شہید کردیا۔ سید ماہرو کی اولاد اس بلوے کی وجہ سے منتشر ہوگئی۔ بعض نے پہلے چوری چھپے پھر علانیہ موضع باڑی میں سکونت اختیار کی۔ ان کی اولادیں اب تک باڑی میں رہتی ہیں اور سید عبد الواحد کے جد نے قنوج کو وطن بنالیا۔ عرصۂ دراز تک وہیں رہے۔ دو سو سال کے بعد میر سید عبد الواحد محلّہ سلہڑہ بلگرام آئے اور اپنے آبائی وطن کو آباد کیا اور سادات بلگرام سے قرابت داری کی درخواست کی لیکن کسی نے یہ درخواست قبول نہ کی۔ سید اجمل اس زمانے کے بہت نامور، معزز اور معتبر بزرگ تھے۔ میر سید عبد الواحد نے ان کے سامنے صورت حال رکھی۔ سید اجمل نے جواب دیا کہ میں سارے قبیلے کے خلاف

تن تنہا آپ سے قرابت داری قائم کروں گا تو سب لوگ مجھے ہدف ملامت بنائیں گے اور برادری سے خارج کردیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ سید واڑہ اور پچ بھیہ کے سارے قبیلوں کو اکٹھا کر کے صورت حال ان کے سامنے رکھیں۔ میں اس وقت انہیں سمجھا لوں گا۔ چنانچہ سید عبد الواحد نے سبھوں کو جمع کر کے ان سے قرابت داری قائم کرنے کی درخواست کی۔ سبھوں نے بے کار کا عذر پیش کیا اور کسی نے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ آخر کار سید اجمل صاحب نے جملہ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ آیا یہ تمہارے یک جدی ہیں کہ نہیں؟ سبھوں نے جواب دیا: بلاشبہ یہ ہمارے یک جدی ہیں۔ سید اجمل صاحب نے پھر پوچھا کہ قنوج میں رہنے کے دوران ان کی نسبتیں برادری سے باہر ہوئیں اور نسل خراب ہوگئی یا ایسا نہیں ہے؟ سبھوں نے جواب دیا کہ ان کی نسبتیں کفو میں ہوئی ہیں، برادری سے باہر نہیں، اس لئے نسل خراب نہیں ہوئی۔ اس وقت آپ نے سوال کیا کہ پھر یہ لوگ قرابت داری قائم کرنے کے سلسلے میں عذر و تکرار کیوں کر رہے ہیں؟ سبھوں نے جواب دیا کہ ہمارے گھروں میں کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی نہیں ہے جو برادری کی ضرورت سے زائد ہو۔ سید اجمل صاحب نے فرمایا: اگر تمہارے کہنے کے مطابق سید عبد الواحد میں کوئی کمی یا نقص واقع نہیں ہوا تو میں اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میری قرابت داری قائم کرنے کے بعد یہ لوگ اپنے ساتھ قرابت قائم کرنے میں عذر پیش کریں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں؟ سبھوں نے جواب دیا: بہت بہت مبارک ہو۔ ہمیں ان کے ساتھ قرابت داری قائم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ چنانچہ سید اجمل نے اپنی صاحبزادی کا نکاح سید عبد الواحد کے صاحبزادے میر سید طیب کے ہمراہ کر دیا پھر میر سید طیب کی صاحبزادی یعنی اپنی نواسی کا عقد اپنے پوتے خواجہ معین الدین بن سید عبد الوہاب کے ہمراہ کر دیا۔ اسی وقت قدیمی قرابت داریوں کی تجدید ہوگئی۔ یہ قرابت داری ابھی تک سید واڑہ کے بعض خاندان میں موجود ہے۔" [نظم اللآلی/صغروی سادات بلگرام، ص: ۲۲۸-۲۲۹]

یہ اقتباس جہاں تاریخ کا ایک ورق ہمارے سامنے کھولتا ہے، وہیں حضرت سید محمد اجمل علیہ الرحمہ کے سماجی اعزاز و اکرام، مرکزیت، تقدس اور احترام کے روشن خطوط بھی واضح کرتا ہے۔

حضرت سید محمد اجمل علیہ الرحمہ کا شجرۂ نسب اس طور سے سید محمد سالار صاحب سے جا ملتا ہے: سید اجمل بن سید حسین بن سید فضل اللہ بن سید محمد بن سید فضل اللہ بن سید علاء الدین بن سید ابراہیم بن سید ناصر بن سید مسعود بن سید سالار بن سید محمد صغریٰ قدست اسرارہم۔

حضرت سید اجمل صاحب کے والد پانچ بھائی تھے: ۱-سید حسن، ۲-سید حسین، ۳- سید محسن، ۴-سید عباس، ۵- سید عقیل۔ ان میں صرف سید حسین کی نسل چلی۔ حضرت سید حسین کے چار صاحبزادے تھے:

۱-سید اجمل ۲-سید عالم ۳-سید بدلے ۴-سید کمال

سید اجمل صاحب کی شاخ میں صاحب سجادہ حضرت سید اویس مصطفیٰ دامت برکاتہم القدسیہ آتے ہیں۔ سید اجمل صاحب کے تیسرے بھائی سید بدلے کی ایک شاخ مسولی شریف پہنچی ہے۔ حضرت مخدوم میر سید اسمٰعیل بلگرامی ثم مسولوی کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں سید بدلے علیہ الرحمہ سے مل جاتا ہے۔ حضرت میر سید اسمٰعیل بن سید ابراہیم بن سید شاہ میر بن سید نعمت اللہ بن سید طیب بن سید بدلے بن سید حسین الخ۔ حضرت سید اجمل کی اولادوں کی مزید تفصیل نظم اللآلی/صغروی سادات بلگرام میں ملاحظہ کریں۔

✡ سید تاج الدین حجرہ نشین قدس سرہٗ:

حضرت سید اجمل کے بھائی سید بدلے کے پوتے ہیں: سید تاج الدین بن سید طیب بن سید بدلے قدست اسرارہم۔ آپ کی تاریخ وصال دریافت نہ ہوسکی۔ چونکہ آپ کے بڑے دادا صاحب سید اجمل [م۹۷۵ھ] کا زمانہ دسویں ہجری کا نصف اخیر ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ گیارہویں صدی ہجری کے نصف اول کے بزرگ

ہیں۔حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری قدس سرہٗ نے آپ کا زمانہ پایا ہے علامہ آزاد بلگرامی کے لفظوں میں ''آپ کی زندگی مراتب فقر میں یکتا اور ممتاز تھی۔ ہمیشہ یادِ مولیٰ میں مشغول رہتے اور قدم حجرے سے باہر کم ہی نکالتے۔ اس لیے آپ کو حجرہ نشین کہا جانے لگا''۔ عوام کے درمیان آپ ''کوٹھریا پیر'' کے نام سے مشہور ہیں۔

چاند پور کے بزرگ سید محمد عمر کے صاحب زادے سید محمد شریف مصنف مرآۃ المبتدین تحریر فرماتے ہیں:

''سید تاج الدین حجرہ نشین ابتدائی زمانے میں تعلیم میں مشغول رہا کرتے تھے۔ کتابیں مطالعہ کرنے کے لیے شہر سے دور ایک باغ میں چلے جاتے۔ وہاں ایک مجذوب فقیر سے ملاقات ہوگئی جن کا نام شیخ پیارے تھا۔ اس فقیر نے انہیں اپنی طرف مائل کرلیا۔ سید صاحب نے تعلیم سے کنارہ کشی کرلی اور گدڑی پوش ہوگئے۔ بہت سے لوگ سید صاحب کی پیروی کرتے ہوئے گدڑی پہننے لگے اور بظاہر ملامتی بن گئے۔ حضرت سید تاج الدین فرماتے ہیں کہ شیخ نے ہمیں ایک ہفتہ مجاہدے میں بٹھایا اور دُنیا سے بے گانہ کردیا۔ میں نے شیخ سے عرض کی: حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے تنہائی کی وحشت دور کردی ہے۔ جب یہ بات انہوں نے مجھ سے سنی تو فرمایا: تمہارا کام پورا ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت سید تاج الدین حجرہ نشین گرمی کے موسم میں ایک رات اپنے رفقا کے ساتھ شہر سے باہر آئے۔ موسم بہت گرم تھا۔ دوستوں سے فرمایا: شاید اس بڑے درخت کی نوک پر کوئی ایسی ہوا ہو کہ گرمی کی تپش کم کردے۔ پھر فوراً اڑے اور اس درخت کی پھنگی پر جا پہنچے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آگئے۔ آپ کے اکثر احباب اباحتی ہوگئے تھے۔ دوستوں کی وجہ سے کئی بار آپ کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ قریب تھا کہ علما آپ کے قتل کا فتویٰ دیدیں۔ ایک زمانے تک آپ کا یہی حال رہا۔ لوگ آپ کے مراتب درویشی بیان کرنے میں بہت غلو کرتے تھے۔ عوام میں آپ کی کرامتوں کا شہرہ رہا اور خواص نے ملحد سمجھ رکھا۔ دھیرے دھیرے لوگوں کا شور پرسکون ہوگیا اور آپ اس کیفیت سے باہر نکل آئے۔ اس وقت آپ نے اس مجذوب

فقیر کو بہت تلاش کیا لیکن پا نہ سکے۔'' [مآثر الکرام، اردو ص: ۱۵۵]

حالت بے خودی سے نکلنے کے بعد بہت سے صاحبان دل کو جلوۂ حق سے آشنا کیا۔ ان میں بلگرام کے بخاری سید، سید قاسم اسرار بہت ممتاز تھے۔ صاحب مرآۃ المبتدین کے بیان کے مطابق: ''سید تاج الدین اکثر طالبان حق کو سید قاسم اسرار کے حوالے کردیتے۔ جو کوئی بھی دنیا یا دین کی ضرورت پیش کرتا تو سید قاسم کی طرف اشارہ فرماتے۔ اپنے مرض الموت میں سید قاسم سے فرمایا: تمہارا مقام مغرب کی طرف شمس آباد کی ایک بلند جگہ پر ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوا ہے۔ خوف نہ کرنا، غیب سے عمارت اور توکل کا سامان فراہم ہوجائے گا۔ حضرت سید تاج الدین کی وفات کے بعد سید قاسم اسرار اس جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ دو تین مہینے نہیں گذرے تھے ایک دولت مند آدمی کا ادھر سے گذر ہوا۔ اس نے وہاں ایک مسجد، ایک خانقاہ، رہائش کے لیے ایک مکان، ایک روضہ اور ایک باغ بنوادیا اور ان کے لیے ایک وظیفہ متعین کردیا''۔

سید قاسم کے بارے میں حضرت سید تاج الدین فرمایا کرتے تھے: ''قاسم اسرار مرآۃ ایں ملک است۔'' قاسم اسرار اس ملک کا آئینہ ہے۔ جس طرح حضرت محبوب الٰہی نے شیخ عثمان اخی سراج کے بارے میں فرمایا تھا: ''عثمان آئینہ ہندستان است۔'' سید العارفین شاہ لدھا قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ سید قاسم کی خاک مزار سے عرفان کی بو آتی ہے۔ [مآثر الکرام ص ۱۵۵-۱۵۷]

حضرت سید تاج الدین حجرہ نشین کا مزار مبارک بلگرام کے محلّہ حیدر آباد کی آبادی سے متصل مزار شہدا کے پاس ہے۔ عوام اس سے مانوس اور متعارف ہیں۔

میر سید اسمٰعیل بلگرامی ثم مسولوی قدس سرہٗ:

حضرت سید محمد اجمل کے بھائی سید بدلے کی پانچویں پشت کے صاحبزادے ہیں۔ بڑے صاحب تصرف اور اپنے اکابر کی علمی اور روحانی نعمتوں کے امین ہیں۔ حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

"میر سید اسمٰعیل مقتدائے انام اور خاص وعام کے مرجع تھے۔ ابتدائے حال میں ظاہری علوم اور رسمی فضائل کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ درسی کتابیں ترتیب وار پڑھیں۔ کچھ کتابیں استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی کی خدمت میں اور بعض کتابیں دوسری جگہ پڑھیں۔ اس کے بعد خداطلبی کی شورش سر میں سماگئی اور شیخ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر عنایتوں سے مشرف ہوئے۔ بیعت کا شرف حاصل کیا اور قریب بارہ سال حضرت شیخ کے سایۂ تربیت میں ریاضت شاقہ کھینچیں۔ بے شمار فیوض حاصل کئے اور فقر کی بلندیوں کی انتہا پر پہنچ گئے۔ شیخ کے وصال فرمانے کے بعد سجادۂ خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت شیخ کے تمام خلفا اور مریدین آپ کو اپنا مقتدا سمجھتے اور نہایت ادب واعتقاد سے پیش آتے تھے۔" [مآثر الکرام اردو، ص:۲۵۸]

حضرت میر سید اسمٰعیل صاحب کی سرکار بانسہ سے بیعت کا واقعہ عجیب وغریب ہے۔ صاحب نظم اللآلی رقم طراز ہیں:

"میر سید اسمٰعیل قدس سرہٗ باکمال اولیائے کرام میں سے ہیں جن کے خوارق عادات نمایاں اور کرامتیں روشن ہیں۔ ابتدا میں اپنے سگے ماموں حافظ سید محمدی جیسے ولی کامل کی صحبت میں رہے اور ان کے فقر کی چاشنی سے لطف اندوز ہو کر عنفوان شباب میں ہی مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ آخر کار شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ کے فیضان ولایت کا شہرہ سن کر بانسہ حاضر ہوئے اور ایک عرصے تک شیخ موصوف کی خدمت میں زندگی بسر کرتے رہے۔

ایک دن حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ زمین پر چادر تان کر بظاہر محو استراحت ہوئے۔ حضرت میر اسمٰعیل صاحب نے آکر خدمت شروع کر دی۔ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب اس وقت اذکار باطنی میں مصروف تھے۔ چادر سر سے سرکائی اور ناراض ہو کر فرمایا: جاؤ! نہ خود کچھ کرتے ہو، نہ دوسرے کو کرنے دیتے ہو۔ حضرت میر صاحب شاہ عبدالرزاق صاحب سے بددل ہو کر اٹھ گئے اور نہایت رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ ادھر شاہ عبدالرزاق صاحب کو امیر المومنین، مولی المسلمین،

امام الاولیا، وارث ولایت محمدی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ شاہ عبدالرزاق نیاز مندانہ حاضر ہوئے۔ حضرت ولایت مآب نے رخ پھیر لیا۔ شاہ صاحب اس جانب حاضر ہو گئے تو حضرت مولائے کائنات نے ناراض لب و لہجے میں فرمایا: میرا بیٹا تمہارے پاس تعلیم باطن کے لیے حاضر ہوا اور تم نے اسے ڈانٹ کر اپنے پاس سے بھگا دیا اور تعلیم نہیں دی۔ جاؤ! اسے بیعت کرو اور اس کی تعلیم باطن میں مصروف ہو جاؤ۔ شاہ عبدالرزاق اس صورت حال سے بہت ہراساں ہوئے اور فوراً لرزاں وترساں میر اسمٰعیل صاحب کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔

ادھر میر اسمٰعیل اس بے التفاتی کی صورت حال سے حد درجہ رنجیدہ تھے۔ ان پر خواب کی کیفیت طاری ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور مجھے گود میں لے کر اپنی بیعت کے شرف سے سرفراز فرمایا اور آستین مبارک سے شیرینی کے پانچ لڈو نکال کر عطا کیے۔ میر اسمٰعیل صاحب خواب سے بیدار ہوئے تو حد درجہ مسرور تھے اور اسی عالم مسرت میں دوبارہ محو خواب ہو گئے۔ شاہ عبدالرزاق صاحب گرتے پڑتے میر صاحب کے پاس پہنچے اور قدموں پر گر کر فرمایا: اٹھئے! آپ سو رہے ہیں اور میری تمام عمر کی محنت بربادی ہو گئی۔ اٹھئے، بیعت کیجئے اور میرے ساتھ آیئے۔ میر صاحب عالم خواب میں حضرت مولائے کائنات سے بیعت کر چکے تھے۔ اس لیے شاہ صاحب سے بیعت ہونے میں انہیں تامل ہوا۔ شاہ صاحب نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ آپ نے خواب میں اپنے جدامجد سے بیعت کر لی ہے مگر میری ظاہری بیعت بھی ضروری ہے۔ پھر حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب نے میر صاحب کو مرید کر لیا اور مولائے کائنات کی عطا کی ہوئی شیرینی آستین سے نکال کر میر صاحب کے ہاتھ پر رکھی اور فرمایا: ہاتھ ایک ہے۔ کبھی اس طور پر ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اس طور سے۔ پھر میر صاحب کو اپنے ساتھ بانسہ لے گئے اور بہت ہی توجہ اور شفقت کے ساتھ باطنی تعلیم دی، یہاں تک کہ اس مقام ولایت کبریٰ پر پہنچا دیا جسے مقام کلیت کہتے ہیں اور اپنی خلافت سے نوازا۔ پوری

زندگی حضرت میر صاحب کو صرف ''سید عالی نسب'' کے لقب سے یاد فرماتے، کسی اور لفظ سے نہیں۔ آخر کار میر اسمٰعیل صاحب نے اپنے مرشد کے وطن بانسہ سے قریب موضع مسولی میں اقامت اختیار کرلی۔ اکثر وبیشتر اپنے مرشد شاہ عبدالرزاق صاحب کی قدم بوسی کے لیے بانسہ حاضر ہوتے تھے۔ شاہ عبدالرزاق صاحب پہلے ہی حاضرین کو مطلع فرمادیتے کہ سید عالی نسب آرہے ہیں۔ جس وقت میر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ ان کی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہوجاتے، اپنے پاس جگہ دیتے اور پوری توجہ اور اکرام سے پیش آتے۔'' [نظم اللآ لی قلمی]

حضرت شاہ عبدالرزاق بے کمر بانسوی قدس سرہٗ:

سرکار بانسہ محبوب بے کمر، مظہر ولایت محمدی حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق قادری قدس سرہٗ [م ۱۱۳۶ھ] اپنے عہد میں دائرہ ولایت کا نقطۂ پرکار تھے۔ بڑے بڑے شاہبازان طریقت وشریعت آپ کی نگاہ جذب وکرامت کے اسیر تھے۔ یہ حضرت اسمٰعیل بلگرامی ثم مسولوی ہیں جن کا ہر قدم باکرامت تھا اور ہر سانس یاد الٰہی میں جذب۔ یہ ملاّ نظام الدین فرنگی محلی ہیں جن کے درسی فیوض وبرکات کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ آپ کے سلسلۂ تعلیم کو درس نظامی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ملاّ کمال اور مولانا محمد رضا جو علم وفضل کے ماہتاب تھے لیکن ایک امّی لقب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار عاشق کے حضور جبّہ ودستار کی ساری عظمتیں نثار کئے دیتے ہیں۔ غرض ایک جہان آپ کے کوچے میں فیضان محمدی کی بھیک لینے کے لئے قطار میں کھڑا نظر آتا ہے۔

سرکار بانسہ کی ولادت محمود آباد میں ہوئی جو بانسہ شریف کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ بانسہ شریف آپ کی نانیہال ہے، مادری وراثت کی نسبت سے آپ نے بانسہ شریف میں سکونت اختیار فرمائی۔ ابتداءً ملازمت پیشہ رہے لیکن دل میں حسن ازل کا اشتیاق دیدار کروٹیں لے رہا تھا۔ اسی جذبے نے ملازمت چھڑائی اور سیاحت پر آمادہ کیا۔ دوران سفر احمد آباد گجرات میں سید شاہ عبدالصمد خدانما قدس سرہٗ کی فیض

بار صحبت میسر آئی پھر تو عشق کے فیضان نے ایسا نوازا کہ انہیں کے ہوکر رہ گئے۔ فضل الٰہی، بارگاہ رسالت کے کرم اور نگاہ مرشد کی کیمیا اثری نے ایسا نوازا کہ مقام فردیت پر فائز ہوگئے۔ رسمی درس کی زحمتیں آپ نے نہیں اٹھائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نوازا تھا۔ معمول زندگی عوامی تھا۔ علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

''آپ ہمیشہ عوام کی طرح لباس پہنتے اور کھیتی کر کے رزق حاصل کرتے، مگر چونکہ آپ واضح دلیل رکھتے تھے، اس لئے ہر امیر وشریف آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ علما وفضلا آپ کی ارادت کے حلقہ بگوش ہوئے اور باوجودیکہ ناخواندہ اور امّی صفت تھے لیکن آیات قرآنیہ زبانی پڑھ کر ایسی تفسیر کرتے اور ایسے معارف وحقائق بیان فرماتے تھے کہ دانش مندوں کو حیرت ہوتی تھی۔'' [مآثر الکرام ص۲۵۹ اردو]

سرکار بانسہ بڑے زبردست صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ مناقب رازاقیہ اور نظم اللآ لی وغیرہ میں آپ کی کثیر اور عظیم کرامات درج ہیں۔ میں یہاں صرف دو کرامات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک امیر کے یہاں آپ ملازم تھے جو ایک مدرسہ بھی چلاتا تھا۔ مدرسے کے طلبہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت مبارکہ کے سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے۔ اسی دوران حضور کے اس معجزے کا بھی ذکر آیا کہ ایک رسی حضور کی کمر شریف میں بندھی ہوئی تھی۔ آپ اس بندش کی حالت میں اس سے گذر کر باہر آگئے۔ طلبہ کا کہنا تھا کہ یہ عقل سے پرے بات معلوم ہوتی ہے۔ بے چاروں کو شاید علم نہیں تھا کہ معجزہ ایسی چیزوں کے اظہار کو ہی کہتے ہیں جس کے ادراک سے عقلیں تھک جائیں۔ بہرکیف! سرکار بانسہ وہاں ایک ناخواندہ ملازم کی صورت میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے ان کی بات بغور سننے کے بعد فرمایا: اس معجزے میں تعجب کی کیا بات ہے۔ طلبہ نے آپ کو جھڑک دیا کہ ناخواندہ ہوکر ایک علمی معاملے میں دخل دیتے ہو۔ حضرت کو جلال آگیا۔ آپ نے فرمایا: میرے حضور کی شان تو بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ ان کی امت کے اولیا کے غلام بھی اس صورت حال کے اظہار کی طاقت رکھتے

ہیں۔ چلو اس گدڑی کو میں اپنی کمر کے گرد باندھتا ہوں اور تم اسے پکڑ رکھو۔ طلبہ نے ایسا ہی کیا۔ آپ اس بندش سے بے تکلف باہر آ گئے، اور وہ گدڑی طلبہ کے ہاتھ میں رہ گئی۔ طلبہ نے گدڑی کو دوبارہ کمر بند کی طرح باندھا۔ آپ دوبارہ اس بندش سے باہر نکل آئے۔ تب طلبہ اس معجزے کے قائل ہو گئے اور اسی وقت سے سرکار بانسہ کا لقب محبوب بے کمر ہو گیا [نظم اللآ لی قلمی]

ایک ولایتی عالم فلسفیوں کی خرافات سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ قدیم فلاسفہ کا قول ہے کہ آسمان اور فلک میں ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوسکتی۔ یہ محال ہے۔ اس قول کے مطابق قیامت کا وقوع نہیں ہوگا، دنیا جوں کی توں رہے گی۔ اب ولایتی عالم صاحب اسلامی نظریۂ قیامت کے بارے میں تذبذب میں پڑ گئے۔ سرکار بانسہ کی بزرگی کا شہرہ سنا تو سوچا چلو ہندوستان چل کر اس عقدے کو حل کیا جائے۔ اپنے ملک سے بانسہ شریف کو چلے اور ادھر حضرت نے خدام کو ان کی آمد کی اطلاع دینی شروع کر دی۔ ”خبر یا خبر دیت ہے کہ ولایتی مہمان آوت ہے۔“ ہر دن فرماتے کہ آج فلاں منزل اور فلاں مقام پر ہے۔ یہاں تک کہ وہ بانسہ شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت نے کاشانے سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور حسب معمول خاطر مدارت کی اور فرمایا: پٹکا کھول کر تشریف رکھیں۔ اس ولایتی عالم نے عرض کی: میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک میرا مسئلہ حل اور شبہ دور نہیں ہوگا، میں پٹکا نہیں کھولوں گا۔ حضرت نے بہت سمجھایا: آپ سفر سے آئے ہیں، آرام کیجئے، مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، لیکن وہ بندۂ خدا اپنی ضد پر اڑا رہا۔ حضرت کے اوراد و وظائف کا وقت تھا۔ اس کی بے جا ضد پر جلال آ گیا۔ فرمایا: مسئلہ کا حل بتا دوں یا دکھا دوں۔ اس نے عرض کی: مشاہدے کے آگے گفتگو بے فائدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا: بیٹھ جاؤ پھر اس کے سر پر اپنی مبارک چادر ڈال کر فرمایا: دیکھو! اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ آسمان پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو رہا ہے۔ یہ منظر دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس پر تین دن تک غشی طاری رہی۔ چوتھے دن افاقہ ہوا تو حضرت سرکار بانسہ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گیا اور آپ کی فیض بار صحبت میں رہ کر مرتبۂ کمال کو پہنچا۔ [نظم اللآ لی قلمی]

آپ کا وصال ۵؍شوال المکرم ۱۱۳۶ھ کو ہوا، مزار اقدس بانسہ شریف میں سر

چشمۂ فیوض و برکات ہے۔ مزید تفصیل نظم اللآلی/صغروی سادات بلگرام میں ملاحظہ کریں۔

میر سید اسمٰعیل صاحب بڑے با کرامت بزرگ تھے۔ آپ سے بہت کثرت کے ساتھ خوارق عادات سرزد ہوئے۔ نظم اللآ لی میں بہت سی کرامتیں درج ہیں۔ میں صرف دو کرامتیں ذکر کرتا ہوں۔

[۱] ایک گوالا بہت عقیدت سے روزانہ بھینس کا دودھ لے کر حاضر خدمت ہوتا تھا۔ اتفاقاً تین دن مسلسل ناغہ ہو گیا۔ حضرت میر اسمٰعیل صاحب نے جا کر اس کے حالات دریافت کئے۔ اس نے کہا: جس بھینس کا دودھ لے کر میں حاضر ہوتا تھا، وہ بیمار ہو کر مر گئی۔ میری روزی اسی پر موقوف تھی، اب تباہ ہو گئی۔ میر صاحب نے اس کی لاش کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہے، اس نے میر صاحب کو لے جا کر اس کی لاش دکھائی۔ حضرت میر صاحب نے مردہ بھینس کی پشت پر ٹھوکر ماری اور فرمایا: ”قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔“ اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ بھینس فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

[۲] شجاع الدولہ کی انگریزوں کے ساتھ بکسر میں جنگ ہوئی۔ سادات بچ بھیا میں سے دو شخص سید نوازش علی اور سید محمد عطا جنگ میں زخمی ہو کر گر پڑے۔ جنگ کے بعد سید عطا کو تو لوگ اٹھا کر لے آئے اور وہ صحت یاب ہو گئے لیکن میر نوازش علی تین دن تک لاشوں کے درمیان پڑے رہے۔ ایک شخص روزانہ آتا اور حلوہ اور پانی کا آبخورہ پہنچا جاتا۔ تین دے کے بعد لوگ لاشوں کو دفن کرنے گئے تو میر نوازش علی کو ان کے درمیان زندہ پا کر اٹھا لائے اور علاج معالجہ شروع ہوا۔ زندگی باقی تھی، اس لئے شفا پا گئے۔ جب میر نوازش علی اپنے وطن مسولی اپنے مرشد حضرت میر اسمٰعیل صاحب کی خدمت میں پہنچے تو شکایت کی کہ میں تین دن تک لاشوں کے درمیان پڑا رہا اور آپ نے خبر نہ لی۔ حضرت میر صاحب نے مسکرا کر فرمایا: حلوہ کھا لیا اور بھول گئے۔ اس وقت سید نوازش علی کو پتہ چلا کہ حضرت میر اسمٰعیل صاحب حلوہ پہنچاتے تھے۔ [نظم اللآ لی قلمی]

میر صاحب کا خاندان آج بھی مسولی ضلع بارہ بنکی میں موجود ہے۔ میر اسمٰعیل صاحب کے دو صاحب زادے:

۱- سید کمال احمد، ۲- سید جمال احمد اور دو صاحبزادی تھیں۔ حضرت سید کمال، صاحب سجادہ ہوئے۔ ان کے چار صاحبزادے، ۱- حاجی احمد [لاولد] ۲- امیر احمد، ۳- نہال احمد، ۴- علی احمد اور ایک صاحبزادی بخشش فاطمہ تھیں۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد گلزار واسطی اسمٰعیلی زید مجدہٗ کے دادا حضرت سید شاہ حبیب احمد قدس سرہٗ چوتھے صاحبزادے سید علی احمد کی اسمٰعیلی واسطی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت میر اسمٰعیل علیہ الرحمہ کی اولادوں کی تفصیل نظم اللآلی / صغروی سادات بلگرام میں ملاحظہ کریں۔

بانی دائرہ قادریہ
حضرت سید محمد قادری بلگرامی قدس سرہٗ



سید واڑہ کے تاجوزئی قبیلے کے نامور بزرگ سید محمد قادری قدس سرہٗ، معروف شاعر اور نامور بلگرامی عالم دین سید ضیاء اللہ قادری کے صاحبزادے ہیں۔ والد ماجد سے ہوتا ہوا فاتح بلگرام سید محمد صغریٰ سرہٗ تک آپ کا سلسلۂ نسب اس طریقہ سے پہنچتا ہے: سید محمد قادری ولد، ۱-سید ضیاء اللہ ولد، ۲- سید خان محمد ولد، ۳- سید عبدالغفار ولد، ۴- سید تاج الدین [جداعلیٰ قبیلہ تاجوزئی] ولد ۵- سید حسین عرف دولارے ولد ۶ - سید حسن ولد، ۷-سید محمد مدھن ولد، ۸- سید شاہ بڈھ ولد ۹- سید جمال الدین [یہ سادات بیچ بھیا کے جداعلیٰ علاء الدین کے بڑے بھائی ہیں] ولد، ۱۰- سید ابراہیم ولد، ۱۱- سید ناصر ولد، ۱۲- سید مسعود ولد، ۱۳- سید محمد سالار ولد، ۱۴- سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ فاتح بلگرام قدست اسرارہم [روضۃ الکرام]

والد ماجد حضرت مولانا حافظ ضیاء اللہ قادری ضیا بلگرامی:

اپنے وقت کے زبردست فاضل اور عارف باللہ تھے۔ عربی اور فارسی نثر میں آپ کو مکمل مہارت حاصل تھی۔ صاحب روضۃ الکرام لکھتے ہیں:

''آپ بہت بڑے عالم تھے اور شاعر بھی تھے۔ عبارت نثر عربی وفارسی خوب لکھتے تھے۔ آغاز سن میں آپ نے کلام اللہ حفظ کیا۔ اس کے بعد تحصیل علم کے لیے پورب چلے گئے اور مولوی غلام نقش بند کے آپ شاگردان خاص میں سے تھے۔ اس کے بعد سید محمد کالپی سے آپ نے فاتحۂ فراغ پڑھا اور اُن کے صاحبزادہ سید احمد سے آپ کو بیعت تھی۔ چنانچہ یہ رباعی انہی کی نسبت نظم کی ہے۔

کالپی مکہ ،بلگرام یمن   اے تو احمد منم اویس قرن
کالپی راکم از مدینہ مداں   کہ ظہور محمدیست دراں

[روضۃ الکرام جدید، ص:۱۶۳]

صاحب نظم اللآلی نے بھی حضرت سید محمد قادری کے والد ماجد کا ذکر بلند پایہ الفاظ میں کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''سید ضیاء اللہ جلیل القدر علما اور عالی مرتبت فاضلین میں شمار ہوتے ہیں۔ عارف باللہ تھے اور مسلسل ذکر الٰہی میں شاغل۔ اپنے اوقات کتابت میں مصروف رکھتے۔ موصوف کو عربی اور فارسی نثر لکھنے میں یدطولیٰ حاصل تھا اور اس راہ میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ جناب کی تصنیفات میں دستور الہنا ہے جسے خود مرتب اور مدون کیا اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کی منشا کے مطابق اسے دو دفتر میں ترتیب دیا گیا۔ دوسری تصنیف دستور الحجی جو مشہور و معروف ہے۔ آپ کے شاگرد میر عبدالجلیل نامی بلگرامی نے ان پر دیباچہ لکھا ہے۔ [نظم اللآلی، قلمی فارسی]

حسن اتفاق کہ دستور الحجی کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احسن کلکشن میں احقر کو دستیاب ہو گیا جو چالیس اوراق پر مشتمل ہے نمبر اندراج: احسن فارسیہ 891.5528/2۔ اس کو حضرت مولانا سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ کے شاگرد حضرت علامہ میر سید عبدالجلیل نامی واسطی بلگرامی قدس سرہٗ نے مرتب فرمایا اور بہت فصیح اور دلکش فارسی اسلوب میں اس کا ابتدائیہ تحریر کیا۔ اس کتاب میں حضرت سید ضیاء اللہ قدس سرہٗ کے مختلف رقعات اور انشائیوں کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس کا افتتاحیہ اتنا دلکش ہے کہ دل بے اختیار ہو اٹھتا ہے۔ فارسی داں حضرات اس سے خوب لطف لیں گے۔ طوالت کے باوجود اسے پیش کرتا ہوں۔

فاضل مرتب حضرت علامہ میر عبدالجلیل نامی بلگرامی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،حمد منشی علی الاطلاق کہ دبیر بہار خامہ زمردیں نرگس آراستہ ورنگیں دوات لالہ را بمشکیں مداد پیراستہ در انشاء سپاس او از ہر دانہ شبنم نکات

تر برورق گل احمری نگارد ونعت افصح انفس و آفاق کہ کاتب روزگار بمرسلہ پیرائی سیمیں قلم ہلال پرداختہ، مجرہ زریں آفتاب راازروشنائی نور پرساختہ درا ملائے ثنائے اواز گوہر انجمن نثر دل پذیر برصفحہ چرخ اثیری طراز د صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

امابعد! بر بہار پیرایان گلزار سخن دانی وچمن آرایان گلستاں الفاظ ومعانی شگفتہ باد کہ چوں از ورق گردانی خزان روزگار و برگ ریزی تقلیب لیل ونہار غایلۂ دلفگار حضرت اسوۃ الابرار، عمدۃ الاخیار، کاشف الاسرار، فایض الانوار، خورشید رائے، مشرق ضمیر، دقیق النظر، عدیم النظیر، معنی سنج، سخن طراز، دقیقہ پیوند، نکتہ پرداز، چہرۂ کشائے صورمعانی، بہار پیرائے کمالات انسانی، دقائق آگاہ غفران پناہ، رضوان دستگاہ، قبلہ گاہ حافظ سید ضیاء اللہ، شکن پیرائے کاکل بے قراری ونمک گیر خمیر زخم کاری کردید، جامۂ صبرو شکیب برساکنان فراز ونشیب تنگ آمد وروز روشن دردیدہائے آہنگ سخن تیرہ رنگ نمود۔

۱-جگر ہا موج خیز بحر خوں شد   گداز دیدہ طوفان جنوں شد
۲-فغاں از ہر در و دیوار برخاست   خروش نالہ محشردار بر خاست
۳-گل بے طاقتی از آہ بشگفت   بہار شور واویلاہ بشگفت

مسوّدات انفاس قدسی، آساس آں قسطاس معنی شناس کہ از غایت شادابی چکیدہ ابر بہار وپروردۂ آغوش گلزار است، چوں تارہائے زلف نگار پریشاں بود، بنابریں مستقی ایں چشمۂ سلسبیل عبدالجلیل کہ دور کرد دائرۂ سخن گستراں ودور نشین محفل معنی پروراں است، اگر چہ بمقتضائے رسم وعادت خود را شایستۂ احراز ایں سعادت نمی دید، امابموجب آنکہ۔

نیابم رہ چو در بزم وصالش   سربے تابی وپائے خیالش

بتصور ہم زبانی معانی وخیال بقائے ذکر خیر آں کاشف غوامض قلبی ولسانی حسب الاشارۃ کثیر البشارۃ آب ورنگ بہارستان سخن گستری، شادابی گلستان معنی پروری، سرنامۂ نسخۂ فضل وافضال، دیباچۂ صحیفۂ شرف وکمال، جامع کمال انسانی، حافظ کلام ربانی، رموز دان غوامضات مصحف سید محمد اشرف ولد ارشد میر عاقبت محمود در تسمیط این درّ منضود نظر ہمت برگماشت ودر ترتیب ایں مایہ تطریب حتی المقدور خود را مقصر نہ

داشت وچوں رقعات مانند آب حیات آں جامع الکمالات برنخ تعلقات و برنخ درمحاورات بود، مقدمہ طور معصل راخود بنفس نفیس متوجہ شدہ بانصرام رسانده بہ گلگشت گلزار تقدس خرام فرمود۔ ایں کسیر الضمیر رقعات طور اول بمقدمہ معصل کہ ملایم بدستور النہاد افتاد، ملحق ساختہ، جمع رقعات محاورات بتصدیر اند، چند کلمہ پرداختہ وبرطبق آں ایں رقاع موسوم بدستور الحجا ساختہ، ایں شاہد گل اندام انعونہ/نغولۂ اختتام کشید۔

۱-تعالیٰ اللہ چہ خورم بوستانے است   چہ می گویم بہشت جاودانے است
۲-نگارستاں چنیں از خط و تصویر   بتوصیفش زباں عاجز ز تقریر
۳-صورت چو معنی او دلنشین است   خطا گفتم نگارستان چین است
۴-ہمہ مردم نشیں چول خانۂ چشم   خرد منداں ازو دیوانہ چشم
۵-چو معنی صورتش بتواں بجاں بست   ازیں ہر چہ ساں صورت تواں بست

وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ.

[دستور الحجیٰ-سید ضیاء اللہ بلگرامی، قلمی ص۱-۳-مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ-اندراج:891.5528/2، ورق:40 سطر:17 سائز:10x6.2]

ترجمہ: خالق مطلق کی حمد جس کی تعریف میں منشی بہار، نرگس کے زمردیں قلم کو آراستہ کر کے اور لالہ کی رنگیں دوات کو مشک بو روشنائی سے مزین کر کے ہر دانۂ شبنم سے سرخ گلاب کی پتیوں پر تروتازہ نکات رقم کرتا ہے۔ انفس وآفاق میں سب سے فصیح تر[صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم] کی نعت جن کی مدح وثنا رقم کرنے میں کاتب زمانہ، ہلال کے قلم کو نقرئی ہار سے آراستہ کر کے اور آفتاب کی زریں کہکشاں کو روشنائی نور سے مزین کر کے دلکش نثر کی موتیاں آسمان کی بلندیوں پر سجاتا ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

امابعد! گلشن سخن طرازی کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے والے اور الفاظ و معانی کے گلستاں کی چمن آرائی کرنے والے شادر ہیں کہ خزانِ روزگار کے اوراق کی گردش اورگردش لیل ونہار کی پتیوں کے بکھراؤ کی وجہ سے حضرت حافظ سید ضیاء اللہ کی دل کو زخم زخم

کر دینے والی ناگہانی رحلت نے اضطراب کی زلفوں کو بکھیر دیا اور گہرے کاری زخم پر نمک پاشی کی۔ حضرت حافظ سید ضیاء اللہ ابرار کا نمونہ، اخیار میں بہترین فرد، اسرار الٰہیہ کی تہیں کھولنے والے، انوار الٰہیہ کا فیضان عام کرنے والے، آفتابی فکر، روشن ضمیر، باریک نگاہ، بے مثل، معنی آفریں، سخن طراز، دقیق نظر، نکتہ آفریں، معانی کی نقاب کشائی کرنے والے، کمالات انسانی کو بہار آشنا کرنے والے، باریکیوں سے باخبر، بخشش کا سامان اور رضائے الٰہی کا سرمایہ اور قبلۂ مقصود ہیں۔ ان کی رحلت سے آسمان و زمین کے مکینوں پر صبر و شکیب کا لباس تنگ ہو گیا اور اسلوب سخن کی آنکھوں میں روشن دن تاریک معلوم ہونے لگا۔

۱- جگر سے خونی سمندر کی موجیں ابل پڑیں اور آنکھوں کے آنسوؤں نے جنونی طوفان کی شکل اختیار کر لی۔

۲- ہر در و دیوار سے آہ و فغاں کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور نالہ و فریاد کے شور نے محشر بپا کر دیا۔

۳- آہوں سے ناتوانی کے پھول کھل گئے اور ماتمی شور نے بہار کا سماں پیدا کر دیا۔

اس قدسی صفات کے مسودات اور اس معیار آشنائے سخن کے علمی سرمائے اپنے اسلوب کی انتہائی شادابی کی بدولت ابر بہار کی تراوش اور آغوش گلزار کے پروردہ معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ ان تحریروں کی زلفیں پریشاں تھیں، اس لئے حضرت عبد الجلیل کے چشمۂ سلسبیل سے سیراب یہ بندۂ ناچیز جس نے سخن گستروں کے دائرہ کا چکر لگایا ہے اور معنی سنجوں کی محفل کا حاضر باش رہ چکا ہے، اپنی عادت و رسم کے مطابق خود کو اس سعادت کے حصول کا اہل تو نہیں پاتا لیکن اس شعر کے مطابق۔

جب اس کے بزم وصال میں رسائی کی کوئی صورت نہیں پاتا تو بے تابی کے سر اور اس کے تصور کے قدموں کے ذریعہ وہاں پہنچ جاتا ہوں۔

اس تصور سے کہ حضرت کے معانی و افکار کی ہم زبانی ہو جائے گی اور اس خیال سے کہ اس قلبی اور لسانی باریکیوں کو کھولنے والے کا ذکر خیر محفوظ ہو جائے گا، سید محمد ارشد بن میر

عاقبت محمود کے اشارے پر ان تہہ بہ تہہ موتیوں کو پرونے کا عزم مصمم کر لیا اور اس دلکش سرمایۂ علمی کو مرتب کرنے میں حتی الوسع کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ سید محمد ارشد بہت دل خوش کن ہیں، سخن طرازی کے چمن زار کا حسن اور معنی آفرینی کے گلستاں کی شادابی ہیں، کتاب فضیلت و عظمت کا سرنامہ اور صحیفۂ شرف و کمال کا دیباچہ ہیں، کمالات انسانی کے جامع، کلام ربانی کے حافظ اور دقائق و حقائق کے راز داں ہیں۔ اس جامع کمالات [حضرت حافظ سید ضیاء اللہ] کے حیات بخش رقعات میں سے بعض آپسی تعلقات اور بعض محاورات سے متعلق تھے، اس لئے اس کے مشکل مقدمہ کو بنفس نفیس خود تحریر فرما کر گلزار قدس کی جانب محوخرام ہو گئے۔ یہ ناچیز شکستہ خاطر نے پہلے قسم [آپسی تعلقات] والے رقعات سے مشکل مقدمہ کو جوں کا توں ضم کر دیا اور محاوراتی رقعات کو جمع کر کے آغاز میں چند کلمات تحریر کر کے اس مجموعۂ رقعات کا نام "دستور الہجا" تجویز کیا اور اس گل اندام محبوب [مجموعۂ رقعات] نے اختتام کا جوڑا باندھ لیا۔

۱- ماشاء اللہ! کیسا شاداب باغیچہ ہے، میں کیا بتاؤں، سمجھو ایک جاودانی جنت ہے۔

۲- خط و صورت کے اس میں ایسے نگارستان ہیں جس کی توصیف سے زبان عاجز ہے۔

۳- اس کی صورت معنی کی مانند دل نشیں ہے، بلکہ میں نے غلط کہا، یہ تو چین کا نگار خانہ ہے۔

۴- سارے لوگ نگاہوں میں ایسے سما گئے کہ اسے دیکھ کر سارے دانش مند اس نگاہ کے متوالے ہیں۔

۵- معنی کی مانند اس کی صورت دل کو چھو سکتی ہے تو اس کا ہر طرز مجسم ہو سکتا ہے۔

البتہ صاحب نظم اللآلی کے بیان کے مطابق حضرت علامہ سید ضیاء اللہ کی بیعت ارادت شیخ محمد امین بندگی امیٹھی سے تھی اور بیعت ارشاد بڑے میر صاحب سید محمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ سے تھی۔ سید محمد ترمذی کے صاحب زادے سید احمد ترمذی کی ذات گرامی سے غائبانہ طور سے حد درجہ عقیدت تھی۔

حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی کے تحریر فرمودہ منظوم شجرے سے صاحب نظم اللآلی کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ضیا اپنے شجرۂ قادریہ میں فرماتے ہیں۔

۱- اے خدا اے بارّ اے نام تو در غفراں علم   برخطا ہائے ضیاء اللہ عاصی کش قلم

۲-ربنا انا ظلمنا النفس من لوث العیوب	ربنا انا سمعنا انت غفار الذنوب
۳-قادرا ربا بحق خواجگان قادری	گر ذنوب عمرایں عاصی بخشے قادری
۴-خواجگان سختہ ظاہر باطن ایشاں بہی	از وفورحب وخلت بانبی ابطحی
۵-سیدی شیخی جنید وقت وہادی عصات	شیخ عبدالواحد وشبلی سری سقطی صفات
۶-بادشاہے، دیں پناہے ، فخرا حفادِ علی	غوث اعظم قطب عالم شاہ محی الدین ولی
۷-شمع دیں را تازہ شد بعد نبوت زوضیا	منّت مس دو پایش برقاب اولیا
۸-فاعف سُقماً واقعاً للوزن ربی فی السباق	مرشدی عبدالوہاب وسیدی عبدالرزاق
۹-بادرضوانِ خدا برجان ایں جمع شریف	عیسیٰ ثانی بعصمت شیخ دیں عبداللطیف
۱۰-شیخ عبداللہ جمال الدین عبد اللہ باز	صا عداوج کرامت آں فرید شاہباز
۱۱-پس محمد آں محمد مہردرحق مرید	رہبردنیاو اُخریٰ شیخ معروف وحید
۱۲-دیدنش یک ساعتے تکفیر صد سالہ گناہ	حضرت پاک امیٹھی مرقد قدسیش خواہ
۱۳-پیر ماشیخ محمد پور حضرت بندگی	آں بعرض اکبر ازما ماحی شرمندگی
۱۴-کےتواں نام لطیفش زیں زباں گفتن عیاں	تانہ چوں سگ بردرش دربندگی بندم میاں

[اشعار شعرائے مختلف، بے خبر بلگرامی، احسن فارسیہ،+891.5511/20 A]

ترجمہ: ۱- اے مہربان خدا! تیرا اسم گرامی تو عفوودرگذر اور مغفرت کے سلسلے میں روشن عَلَم ہے۔ اپنے گناہگار بندے ضیاء اللہ کی خطاؤں کو معاف فرما۔

۲- اے ہمارے مہربان پروردگار! ہم نے خود کو عیوب سے آلودہ کر کے اپنی جانوں پر بے حد ظلم کیا ہے لیکن میرے پروردگار! ہم نے تیرے حبیب کی زبان سے سن رکھا ہے کہ تو گناہوں کو خوب معاف فرماتا ہے۔

۳- اے میرے قدرت والے رب! خواجگان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طفیل اگر اس گناہگار بندے کی ساری خطاؤں کو معاف فرمادے تو کچھ عجب نہیں، بے شک تو قادر مطلق ہے۔

۴- یہ خواجگان قادری، بطحا والے پیارے نبی سے عشق اور وارفتگی کی حد تک محبت کرنے کی وجہ سے ظاہر میں بہت سنجیدہ، متوازن اور باطن میں بہت دلکش اور بارونق نظر آتے ہیں۔

۵- میرے آقا اور مرشد حضرت جنید بغدادی ہیں جو خود ایک روحانی لشکر، اپنی ذات میں انجمن اور گناہگاروں کو راہ راست پر لانے والے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی، حضرت شیخ شبلی اور حضرت سری سقطی بھی ہمارے مرشدان سلسلہ ہیں جو حد درجہ متواضع اور خلیق ہیں۔

۶- کائنات کے بادشاہ، دین پناہ اور سادات کرام کا سرمایۂ افتخار ہمارے آقا و مولیٰ، غوث اعظم قطب عالم سید شاہ محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۷- حضور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کی بدولت دین اسلام کی شمع کی ضیا کو مزید فروغ نصیب ہوا۔ آپ کی قدمبوسی کا اعزاز گردن اولیا کو میسر آیا۔

۸- مولائے کریم! میرے مرشدان سلسلہ سیدی عبدالوھاب قادری اور سیدی عبدالرزاق قادری قدس سرھما کے طفیل، میزان عمل کے وقت، میرے اعمال میں جو کوتاہی اور کمی رہ گئی ہو، اسے معاف فرما۔

۹- ان سبھی بزرگوں کی ذوات قدسیہ کو رضائے الٰہی کی دولت نصیب ہو۔ خاص طور سے میرے مرشد سلسلہ شیخ الاسلام عبداللطیف قدس سرہٗ کو جو عصمت اور پاکیزگی کردار میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے فیض یافتہ ہیں۔

۱۰- میرے مرشدان سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ جمال الدین عبداللہ، شیخ عبداللہ باز اور شیخ فرید الدین بھی آتے ہیں جو شاہباز طریقت ہیں اور کرامت کی بلندیوں تک رسائی رکھتے ہیں۔

۱۱- ان کے بعد حضرت شیخ محمد ہیں جو مریدوں کے لیے سراپا رحمت و کرم ہیں، پھر یکتا شیخ حضرت معروف/مشہور شیخ طریقت حضرت وحیدالدین ہیں جو دنیا اور آخرت کے رہنما ہیں۔

۱۲- امیٹھی کے پاکباز بزرگ جن کی ایک لمحہ زیارت، سوسالہ گناہوں کا کفارہ ہے اور جن کے مزار پاک کی حاضری کی آرزو فرشتے کرتے ہیں۔

۱۳- محمد پور کے مشہور شیخ طریقت حضرت بندگی ہمارے مرشد برحق ہیں جو دربار رب العزت میں اپنی عظیم وجاہت کے سبب ہمارے رسوا کن گناہوں کی شفاعت فرمائیں گے۔

۱۴- ان کا مقدس نام، یہ گناہگار اپنی زبان سے برملا کیسے ادا کر سکتا ہے، جب تک کہ

ان کے آستانے پر ایک سگ آستاں کی مانند اپنی غلامی کا خراج نہ ادا کرے۔

علامہ میر غلام علی آزاد نے بھی آپ کو حد درجہ متقی پرہیز گار اور مشائخ کے معمولات کا پابند بتایا ہے۔ علامہ سروآزاد میں فرماتے ہیں:

''حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ والد ماجد حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ در بلگرام محلّہ میدان پورہ مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست و عالم طلبہ را از حدود بدایت بسر منزلِ نہایت رسانید و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست و در نقاوت و طہارت و حفظ جمال سنن نبوی قدمے راسخ داشت''۔ [سروآزاد، فارسی ص ۲۵۱]

''صاحب العرفان حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ نے بلگرام کے محلّہ میدان پورہ میں خدا پرستی اور علوم و فنون کی تدریس کی مسند سجائی اور طلبہ کی کثیر جماعت کو ابتدائی حدود سے نکال کر منزل کمال کے نقطۂ عروج تک پہنچایا۔ آپ نے اپنے زمانے میں بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ زندگی گذاری۔ طہارت و تزکیۂ باطن اور دائرۂ سنت نبوی کی حفاظت میں خصوصی استقامت اور ملکہ رکھتے تھے۔''

حضرت سید ضیاء اللہ قادری علیہ الرحمہ کو شعر و سخن کا ذوق بھی فطرتاً عطا ہوا تھا۔ کلام میں شیرینی، روانی، بے ساختگی اور صوفیانہ مذاق کا خمیر شامل رہا کرتا تھا۔ فاتح بلگرام کی شان میں آپ کا ایک فارسی قطعہ اور شجرہ قادریہ منظوم ذکر ہو چکا۔ سروآزاد میں آپ کی یہ رباعی درج ہے۔

۱- اے لطف آب بر سرِ شعلۂ خشم   چوں موم بدست خلق تو خارہ ویَشم
۲- گویا گردد ادب چوں آئی بہ سخن   بینا گردد حیا چوں بکشائی چشم

۱- اے ذات کریم! تیرا لطف و کرم بھڑکتے شعلے پر پانی کا کام کرتا ہے اور سنگ خارا اور یشم جیسے سخت پتھر تیرے اخلاق کے ہاتھوں میں آ کر موم ہو جاتے ہیں۔
۲- جب تو سخن طرازی پر آتا ہے تو ادب کو گویائی مل جاتی ہے اور جب تو چشم کرم کشادہ کرتا ہے تو حیا کو بینائی نصیب ہو جاتی ہے۔

حضرت علامہ عبدالجلیل نامؔی بلگرامی کے والد ماجد میر سید احمد سے آپ کے بہت بے تکلف دوستانہ روابط تھے۔ نثر و نظم دونوں انداز کی خط و کتابت رہتی تھی۔ آپ حضرت سید ضیاء اللہ صاحب کا ایک منظوم خط ملاحظہ کریں تو آپ کو سید والا تبار کی فکری روانی اور طبعی موزونیت کا خوب اندازہ ہوگا۔ حضرت سید ضیاؔ، میر سید احمد کی خدمت میں رقم طراز ہیں:

''کرشمہ ہائے موزوں کہ در صورت سخن تجلی داشت، اگر چہ نمکیں بود شیریں افتاد۔ بریں عیدمی خواستم قربان شدن۔ ایام تشریق گذشتہ بود۔ برائے نثار زرہا می جستم۔ جز نقد جان بدست نیامد۔ ازیں حسرت جواہر منثور تلاش می کردم۔ از چشم ریخت منظوم برآمد۔

۱- اول بہ کرشمہ اش سلامے   وز دیدہ بہ غمزۂ اش پیامے
۲- از نالہ بہ عشوہ اش دعائے   وز ہجر بہ وصل او ثنائے
۳- از اشک بہ پائے او سجودے   وز آہ بگوش او درودے
۴- از گریہ بخندہ اش نیازے   واز غم بہ نشاط اوگدازے
۵- از دست دعا بہ دامن او   وز روح نثار برتن او
۶- شوقے زنیاز من نیازش   آہے زخروش من بہ سازش
۷- چوں خط شریف دلبر آمد   از نخل امید من برآمد
۸- لطفے کہ بنامہ اش نہاں بود   برکشتۂ تیغ ہجر جاں بود
۹- ہجرے کہ بود مراد دلبر   از وصل ہزار بار خوشتر
۱۰- چوں جاں برضائے دوست بست است   از ہر چہ رضائے اوست مست است
۱۱- ہمت بہ مراد او کنم صرف   شد ختم سخن بذکر ایں حرف

ترجمہ: ''موزوں کرشمے جو کلام کی شکل میں تجلی برسا رہے تھے، اگر چہ نمکین تھے مگر شیریں معلوم ہوئے، اس عید پر میں قربان ہونا چاہتا تھا۔ ایام تشریق گزر چکے تھے، نثار کرنے کے لیے دینار و درہم ڈھونڈ رہا تھا۔ سوائے نقد جاں کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس حسرت سے بکھرے جواہرات تلاش کرتا تھا کہ آنکھوں سے ٹپکنے لگے اور یہ نظم تیار ہوگئی

۱- پہلے اس کے کرشمے کو سلام، اور آنکھوں سے اس کے غمزہ کو پیام۔

۲- نالے سے اس کے ناز و انداز کو دعا، جدائی سے اس کی ملاقات کی تعریف۔

۳- اس کے پیروں پر آنسوؤں کے سجدے۔ آہ سے اس کے کانوں میں دعائے رحمت۔

۴- رونے سے اس کی ہنسی کو نیاز، غم سے اس کی خوشی کو گداز۔

۵- دعا کے ہاتھ اس کے دامن کے ساتھ اور روح اس کے بدن پر نثار۔

۶- شوق میری محبت سے اس کا محتاج، آہ میرے شور سے اس کا موافق۔

۷- جب محبوب کا خط شریف آیا، میری امید کے درخت سے پھل نکلا۔

۸- وہ مہربانی جو اس کے خط میں چھپی تھی، جدائی کی تلوار سے مقتول کے لیے پیغام زندگی تھی

۹- ایسی جدائی جو محبوب کی مراد ہو، وہ ملاقات سے ہزار بہتر۔

۱۰- جب دوست کی خوشنودی پر جان بندھی ہے، پھر جو اس کی خوشی ہو، وہی خوب ہے۔

۱۱- اس کا مقصود حاصل کرنے میں جی جان صرف کروں گا۔ بس اسی بات پر اپنا بیان ختم ہوا۔[مآثر الکرم، اردو، ص:۳۵۲،۳۵۴]

حضرت سید ضیاء اللہ کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج نصیب تھے۔ حضرت میر سید احمد ترمذی کالپوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ نے باضابطہ تصوف کی تعلیم حاصل کی اور عرصہ دراز تک خدمت اقدس میں رہ کر مراقبات و مجاہدات بھی کیے۔ حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی کے فکری اور عملی مدارج کا اندازہ ان مکاتیب سے ہوتا ہے جو آپ نے حضرت میر سید احمد بلگرامی کو تحریر فرمائے۔ ان مکاتیب کا موضوع محبت ہے جو قدرت کی جانب سے ہر ایک ذی روح کے قالب میں عطا کیا گیا ہے۔ اس کی سچی تعبیر کیا ہے، اسے حضرت فاتح بلگرام کے ان دونوں شہزادوں کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ بیان کا حسن اور خلوص کو باہم برتنے کا انداز اپنی جگہ رونقوں میں اضافے کا سامان کر رہا ہے۔

سید ضیاء اللہ کا خط میر احمد بلگرامی کے نام

درخرمن کائنات کردیم نگاہ   یک دانہ محبت است و باقی ہمہ کاہ

سبحان اللہ! زہے آں یک دانہ در جنب قیمت آں گوہر یک دانہ کم از دانہ

خشخاش است۔ ابوت نبوت پناہ آدم صفی اللہ علیہ السلام در طلب ایں دانہ از فقدان نعمت بہشت نیندیشید و ہر تعبے و شدتے کہ فرا پیش آمد بہ اختیار برکشید۔ یعقوب علیہ السلام از شوق ایں دانہ بہ حدے دانہائے اشک ریخت کہ ''وَابْیَضَّتْ عَیْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ''، مفسر آں شد، صدر نشین محفل رسالت ﷺ بعد از آنے کہ استغنا بہ آں دانہ بہم رساند، چنداں غنا کرد کہ ہر چند کوہ ہائے مکہ را طلا ساختہ بحضرت حضور پیدا آورد بگوشۂ چشم نہ گریست۔ ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' بہبین ایں ہمت است۔ بالجملہ ہیچ متنفسے دریں عالم نیست و نبودہ و نخواہد بود کہ اثر ازیں خیال از سر نداشتہ باشد۔ مجنوں بیچارہ سرگشتۂ ہمیں طلب از جہاں رفت، فرہاد مسکین نیز ذوق جاں داد، زلیخا بہ قوت ہمیں دانہ پسر را از کنار پدر جدا ساخت۔ وائے بر دانائے کہ از طلب ایں دانہ ناداں نہ گزشت۔

آمدیم بر سر مدعا بندہ ہر چند بامذاق طینۂ محباں و حوصلہ ایشاں آشنائے ندارد لیکن بہر حال یک گونہ لذت سماع پیدا کرد کہ باستناد آں می زید و از اینجا است کہ خود را خاکپائے اہل محبت می شناسد۔ اما ہیچ معلوم نشد کہ آں عزیز دانہ خود را کہ مقسوم ازل است مگر پیش طائرے انداختند کہ چیدہ پرواز کرد یا براتب توسن سفر برآمیختند کہ بہ گلو فرو کشید کیفیت بے توجہی رانوعے کہ واقعی است پیدا برنگارند کہ رافع خدشات باطن گردد، بر تقدیرے کہ مخلص را از رعایت حقوق دوستانہ مقصر دانستہ عوض نمودہ باشند، جائے آں دارد۔ اما چوں عوض بدی بہ بدی در مذہب دوستی نامحمود است، بایستے کہ نظر بر تقاعد و تکاسل ایں طرف نینداختند۔ بہ ادائے احسان از خودمی شدند و بہ ابنائے احوال بہمت اشتمال مرہون منت می ساختند مگر عہود جمی و حقوق صبا از یاد رفت ۔

۱- اے عجب آں عہد و آں سوگند کو   وعدہائے آں لبے چوں قند کو

۲- گر فراق بندہ از بدبندگی است   چوں تو باید بدکنی پس فرق چیست

ترجمہ: دنیا کے کھلیان میں ہم نے دیکھا محبت کے ایک دانے کے سوا تمام گھاس ہے۔ سبحان اللہ! وہ ایک دانہ کیا ہی اچھا ہے کہ اس ایک دانہ کی قیمت کے پہلو میں جوہر کی قیمت خشخاش کے دانے سے کم ہے، سارے انسانوں کے جد اعلیٰ، حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام

نے اس دانے کی طلب میں بہشت کی نعمتوں کے چھوٹ جانے کا خیال نہیں فرمایا اور جو مشقت اور سختی پیش آئی اسے قبول فرمایا، اسی دانے کے شوق سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس حد تک آنسو کے دانے بہائے کہ اس کی تفسیر "وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ" سے [ان کی آنکھیں غم کے مارے سفید ہو گئیں] بیان کی گئی، محفل رسالت کے صدر نشیں حضور ﷺ نے باجودیکہ اس دانے سے بے فکری ظاہر فرمائی، اور اس قدر بیزار ہوئے کہ مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے اس کنکھیوں تک سے نہیں دیکھا، آپ کی اس عالی ہمتی کا بیان قرآن پاک نے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" سے بیان فرمایا، بالجملہ یہ کہ اس دنیا میں کوئی جاندار نہیں ہے، نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ اس دانے کے خیال کا کوئی اثر دماغ میں نہ رکھتا ہو، بیچارہ مجنوں اسی کی طلب میں پریشان دنیا سے گیا، فرہاد مسکین نے بھی اسی ذوق میں جان دی، زلیخا نے اسی دانے کی قوت سے لڑکے کو باپ کی بغل سے جدا کیا، افسوس! اس عقلمند پر جو اس دانے کی طلب سے نادان نہ رہا۔

اب میں اصل مقصد پر آیا، یہ ناچیز ہر چند دوستوں کے پاکیزہ ذوق اور ان کے حوصلے سے آشنا نہیں، لیکن بہر حال ایک قسم کی لذت سماع پیدا کر لی کہ اس کے سہارے زندگی گذار رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اپنے آپ کو اہل محبت کے پیروں کی خاک تصور کرتا ہے، لیکن یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ آنجناب نے اس دانے کو جو ازل سے قسمت میں لکھا تھا، کسی پرندے کے سامنے ڈال دیا جو اسے کھا کر اڑ گیا یا سفری گھوڑے کی خوراک میں شامل کر دیا جو حلق سے نیچے اتار گیا۔ بے توجہی کی کیفیت کو واقعی انداز میں بیان فرمائیں جس سے باطن کے سارے خدشات دور ہو جائیں۔ اس صورت حال کی بنا پر کہ مخلص کو دوستانہ حقوق کی سزاواری میں کوتاہ جان کر اس کا بدلہ دیا ہو، جس کا وہ اہل ہے تو گذارش ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا دوستی کے مذہب میں نا قابل تعریف ہے۔ مناسب ہے کہ اس سستی و کاہلی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی جانب سے احسان کی ادائیگی میں مشغول ہوں اور حالات کی اطلاع ہمت کے ساتھ دے کر احسان کا گرویدہ بنائیں، شاید گزرے زمانے کی شادابی اور بچپن کے حقوق آپ نے فراموش کر دئے۔

۱- یہ بات قابل تعجب ہے کہ وہ وعدے اور وہ قسمیں جو ان ہونٹوں سے کئے گئے تھے جو قند کی مانند ہیں، فراموش ہو گئے۔

۲- اگر بندے سے علیحدگی، بندگی میں کمی کی وجہ سے ہے تو جب تم برے کے ساتھ برائی کر رہے ہو تو اس میں اور تم میں فرق کیا رہا۔

سید ضیاء اللہ کو میر احمد بلگرامی کا جواب

''نامہ عنبریں شمامہ مشام یگانگی را عطر آمود ساخت وخاطر پراگندہ را بہ جمعیت فراہم آورد۔ ملازما گرانباری کوہ ہائے محبت بہ حکم "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" معلوم است کہ ہیاکل افلاک باچناں رفعت وسائر مکونات با آں ہمہ عظمت در تحمل ایں بار چہ پیچ وتاب خورند و پشت خم گشتہ سر انکار باز زدند وسرور انبیا ﷺ بچہ آسانی برگرفت واولیائے امت قدس اللہ اسرار ہم بہ طفیل متابعت آں را از دانہ خشخاش ہم کمتر انگاشتند وبدوش نیز برگرفتہ نعرۂ "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" زدند لکن ما حیوان صفتاں ازاں دانہ ہمیں پنداشتیم کہ ثمرۂ اش سہو ونسیان وبرگش غفلت وعطلت است الحمد للہ والمنۃ کہ فریاد انا ظلمنا عذر خواہ است واشک ندامت شویندۂ داغ گناہ۔

بغیر از عذر تقصیر اندریں راہ ندارد چارۂ بیچارہ درویش

بارے باستمد او ہمت عزیزاں وبرکت انفاس ایشاں امید ہست کہ پردۂ غفلت ونسیان از پیش ایں خیر اندیش برانداختہ شود وذرۂ از عالم محبت نصیب گردد۔

کوتاہ کنم سخن کزیں پس وصل است جواب نامہ وبس

ترجمہ: عنبریں خوشبو والے خط نے یکتائی کے دماغ کو معطر بنایا اور دل کی پریشانی کو دل جمعی عطا کی۔ محبت کے پہاڑوں کی گراں باری "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے حکم سے معلوم ہے کہ آسمان کی بلندیاں باوجود اتنی رفعت اور ساری مخلوقات باوجود ساری عظمت کے اس بوجھ کے اٹھانے میں پیچ وتاب کھا گئی اور کمر جھکا کر انکار کر دیا۔ سرور انبیا ﷺ نے کس آسانی سے اٹھا لیا اور آپ کی محبت کی تابعداری کے طفیل میں اولیائے امت بھی اس کو

خشخاش کے دانے سے بھی بہت کم خیال کرتے ہیں اور نیاز کے کاندھوں پر اٹھا کر "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن ہم حیوان صفتوں نے اس دانے کو وہ دانہ سمجھا جس کا پھل سہو ونسیان ہے اور جس کے پتے غفلت اور بیکاری ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةِ.

اِنَّا ظَلَمْنَا کی فریاد خطاؤں کی معذرت چاہنے والی اور شرمندگی کے آنسو گناہوں کے داغ دھونے والے ہیں۔

اس راستے میں اپنے گناہوں کی معذرت کے بغیر، بیچارے درویش کے پاس کوئی چارہ نہیں۔

مگر عزیزوں کی ہمت کے سہارے اوران کی شخصیات کی برکت کے طفیل امید ہے کہ غفلت ونسیان کا پردہ اس خیر اندیش کے سامنے سے اٹھا دیا جائے اور عالم محبت کا ایک ذرہ عطا فرمایا جائے ۔

میں اپنی بات مختصر کر رہا ہوں اسی سے خط کا جواب متصل ہے، اور بس۔ [مآثر الکرام، ص ۳۶۸-۳۷۲]

❁

حسن ازل کی تجلیوں سے سرشار یہ دونوں نفوس قدسیہ جس محبت کے اسیر تھے اس کا اظہار کر چکے۔ راہ سلوک میں فنافی الشیخ اولین مرحلہ ہے، جس کے بعد ہی فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منزلیں ہاتھ آتی ہیں۔ سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ "سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"فنا کے تین درجے ہیں جب تک تم ان کو حاصل نہ کروگے، سلوک میں کامیابی نہ ملے گی۔ پہلا درجہ فنافی الشیخ کا ہے یعنی اپنے مرشد کے تصور میں اپنے کو اس قدر محو کرے کہ اپنے نفس کو مرشد سے الگ نہ سمجھے اور اپنے اعضائے جسم سے جو حرکات وسکنات ظاہر ہوں تو یہ سمجھے کہ یہ شیخ کے اعضا ہیں اور یہ حرکت وسکون مرشد ہی کے افعال واختیار سے ہے اور اپنے آپ کو قطعاً موجود ہی نہ سمجھے نہ بطور حقیقت، نہ بطور تصور۔ دوسرا درجہ فنافی الرسول کا ہے۔ فنافی الشیخ والے مضمون کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سمجھے اور اپنے وجود کو ہرگز وہم وگمان میں بھی نہ لائے تو فنافی الرسول حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مرید اپنے شیخ میں فانی ہو گیا اور شیخ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میں فانی ہے تو اس طرح فنافی الرسول بہ آسانی حاصل ہو جائے گی۔ تیسرا درجہ فنافی اللہ کا ہے۔ یہ فنا جب اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب یہ فنا حضرت جنید علیہ الرحمہ کو حاصل ہوئی تو فرمایا کہ چالیس سال سے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے کلام کر رہا ہوں۔" [سراج العوارف، ص:۱۵۵]

تصور شیخ میں فنائیت کا کون سا اعلیٰ درجہ حضرت سید ضیاء اللہ علیہ الرحمہ کو حاصل تھا، وہ آپ کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

کالپی مکہ، بلگرام یمن　　　اے تو احمد منم اویس قرن

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ رسالت میں غائبانہ حضوری کا درجہ حاصل تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو خیر التابعین فرمایا اور ان سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار فرمایا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرما کر حضور نے حضرات صحابہ کو حکم دیا:

"فمن لقيه منكم فليامره فليستغفر له. اخرجه مسلم والبهيقى عن عمر الفاروق رضى الله تعالىٰ عنه". [صحیح مسلم:۲/۳۱۱، فضائل اویس قرنی]

تم میں جو اسے پائے، اپنے لئے اس سے دعائے بخشش کرائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم کو خاص طور سے بھی حکم ہوا: ان سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں۔ اخرجه الخطيب وابن عساكر حسب الحکم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دعا چاہی۔ [المستدرک للحاکم، ۳/۴۰۳ دار الفکر بیروت [فتاوی رضویہ جدید، ۹/۶۹۴-۶۹۵]

یہ روایت کافی شہرت رکھتی ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم اور مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ جبہ مبارک لے کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو جبہ پیش کر کے ان سے دعا کے طالب ہوئے تو انہوں نے جبۂ مبارکہ کے وسیلے سے دعا فرمائی۔ حضرت فاروق اعظم کو نذر پیش کرنی چاہی تو آپ نے اپنی جیب سے دو درہم نکال کر دکھلائے اور

فرمایا: یہ میری ساربانی کی اجرت ہے، جو میری ضرورت کے لئے کافی ہے۔ پھر فرمایا: آپ دونوں حضرات زحمت گوارا فرما کے یہاں تشریف لائے۔ اب لوٹ جایئے کہ قیامت قریب ہے۔ پھر اپنے محبوب رسول کی یاد میں بہت روئے"۔ [مسالک السالکین، ۳/۳-۴]

اس اویسی فنائیت شیخ کا عکس حضرت سید ضیاء اللہ قدس سرہٗ کو حاصل تھا، جس کا اظہار اس شعر میں فرمایا۔ اس سے آپ کے روحانی مدارج کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

دنیا سے بے نیازی اور احساس تواضع کس درجہ کا تھا، وہ آپ کے اس شعر سے ظاہر ہے جو آپ کی مہر میں کندہ تھا۔

نہ از مشائخ شہرے نہ اہل مکنت وجاہ   چہ اعتبار بہ مہر تو اے ضیاء اللہ

اے ضیاء اللہ نہ تو کسی شہر کا شہرت یافتہ شیخ ہے، نہ تجھے تمکنت اور مرتبہ حاصل ہے تو پھر تیری مہر کا کیا اعتبار ہے۔

تواضع کا یہ مرتبہ بھی خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے۔ سرکار نور رقم طراز ہیں:

"بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کو ساری مخلوق سے کم تر جانے یہاں تک کہ کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل وخوار سمجھے اور یہ کمال انسانی کا وہ مرتبہ ہے جو امداد الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلطنت عظمیٰ اور خلافت اور خطاب "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا" [اے محبوب اگر تمہیں جلوہ آرا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں دنیا کو نہیں پیدا کرتا] حاصل ہونے کے باوجود بھی بارگاہ الٰہی میں مناجات فرماتے کہ یا اللہ مجھے مسکین رکھ کر زندہ رکھ اور بحالت مسکین ہی موت دے اور گروہ مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا۔ اسی سے اندازہ لگالو کہ عاجزی کا مرتبہ کس قدر بلند وبالا ہے۔" [سراج العوارف، ص:۱۵۴]

ورنہ حضرت سید ضیاء اللہ کی عوام وخواص میں مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ نواب **خیر اندیش خان کنبوہ** عالم گیری جیسا شخص آپ کا حلقہ بگوش اور نیاز مند شاگرد تھا۔

ایسے صاحب دل مقبول بارگاہ الٰہی اور پیکر علم وفضل کے شاہزادے تھے حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ۔

حضرت علامہ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ کا وصال ۵/شعبان المعظم ۱۱۰۴ھ بروز منگل ہوا۔ درگاہ خواجہ عماد الدین چشتی کے پائتی حصار کے باہر جنوبی دیوار سے متصل مدفون ہیں۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

خورشید سپہر علم وفضل وتقویٰ   آں میر ضیاء اللہ روشن سیما

دامن افشانداز شبستان جہاں   تاریخ شنو بمنزل قدس ضیاء [۱۱۰۴ھ]

۱- وہ میر سید ضیاء اللہ بلگرامی جن کی پیشانی روشن تھی اور جو آسمان علم وفضل اور فلک زہد وتقویٰ کے آفتاب عالم تھے۔

۲- انہوں نے شبستان جہاں سے رخ موڑ لیا۔ سنو ان کی تاریخ وصال ان الفاظ سے برآمد ہوتی ہے "بمنزل قدس ضیاء" حضرت ضیا مقام قدس پر پہنچ گئے۔

حضرت علامہ حافظ سید ضیاء اللہ قادری علیہ الرحمہ نے متعدد نکاح کئے لیکن ان سے کوئی اولاد حیات نہیں رہی۔ اخیر میں سید محمد بن سید پیارے بن سید عالم [سید اجمل بیچ بھیا کے منجھلے بھائی] کی صاحبزادی بی بی منا کے ہمراہ عقد مسنون ہوا جن سے ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے: ۱- سید احمد، ۲- سید محمد اشرف، ۳- سید محمد قادری، ۴- اور سید محمد چشتی تولد ہوئے۔

- صاحبزادی کا عقد سید درویش محمد بن سید حسام الدین بدلے زئی بن سید بھیکا بن سید ابراہیم بن سید بدر الدین بدلے جد اعلیٰ قبیلہ بدلے زئی کے ہمراہ ہوا جن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے: ۱- سید محمد پناہ، ۲- سید علی اکبر، ۳- سید محمد امین، ۴- سید عبد الواحد

- سب سے بڑے صاحبزادے سید احمد زبردست فاضل اور حافظ قرآن تھے۔ خط نستعلیق اور خط نسخ بہت عمدہ لکھتے تھے۔ بزرگی کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ علامہ میر غلام علی آزاد مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

"سید احمد بن سید ضیاء اللہ علم وافر رکھتے تھے۔ حافظ قرآن اور خوش الحان

قاری تھے۔خط نسخ کی تحریر سے یاقوت کو شرمندہ کرتے تھے۔آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کلام پاک اور تفسیر مدارک کا نسخہ آج بھی آنکھ کی بینائی کو تازہ روشنی اور بے انداز جلا عطا کرتا ہے۔۸۰؍سال کی عمر میں ۲۱؍ذی الحجہ ۱۱۴۳ھ میں فردوس اعلیٰ کی سیر کو تشریف لے گئے اور آبائی قبرستان والے باغ میں مدفون ہوئے۔'' [مآثر الکرم اردو،ص:۳۵۴]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد کی ولادت ۱۰۶۳ھ میں ہوئی۔

سید احمد بن سید ضیاء اللہ کا عقد مسنون سید درگاہی بن سید ابوالخیر عرف گھورے بن سید درویش محمد بن سید محمد حاتم بن سید بدرالدین بدلے جداعلیٰ قبیلہ بدلے زئی، کی دختر کے ہمرہ ہوا جن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے :۱-سید محمد مہدی، ۲-سید اسد اللہ[لاولد]،۳-سید اہل اللہ،۴-سید محمد عاشق۔ان کی نسلیں رواں ہوئیں۔

سید محمد اشرف ،حضرت سید ضیاء اللہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔یہ اپنے زمانے کے باکمال عالم دین اور صاحب زہد وتقویٰ بزرگ تھے۔لمبی عمر پائی۔ علامہ آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

''میر سید اشرف بن سید ضیاء اللہ اپنے وقت کے بزرگ تھے۔فضیلت سے بہرہ ور تھے۔مطالعۂ کتب،تلاوت قرآن اور خالق ومعبود کی عبادت سے اپنے اوقات کو ہمیشہ آباد رکھتے تھے۔آخر کار بارہویں صدی کی چوتھی دہائی میں آشیانۂ قدس کی جانب متوجہ ہوئے اور والد مرحوم کے برابر حضرت خواجہ عمادالدین قدس سرہٗ کی درگاہ کے پائنتی آرام فرما ہوئے۔'' [مآثر الکرم،ص۳۵۴]

سید محمد اشرف کا عقد مسنون سید کمال بن سید پیارے بن سید عالم [برادر دوم سید محمد اجمل چج بھیا] کی صاحبزادی چاند بی بی کے ہمراہ ہوا۔ان سے چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے :۱-سید احمدی ،۲-سید غلام،۳-سید نورالحق تولد ہوئے ۔تینوں صاحبزادوں سے نسل نہیں چلی ۔سید نورالحق لاولد تھے اور حیات رہے۔سید احمدی اور سید غلام حسین کی شادیاں ہوئیں۔ابھی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی کہ عین عالم شباب میں اٹاوہ جاتے ہوئے راستے میں کھو گئے پھر کچھ پتہ نہ چلا۔

میر سید اشرف کی پہلی بیٹی کا عقد سید محمد حاتم بن سید عبدالرزاق بدلے زئی کے ہمراہ ہوا۔دوسری صاحبزادی، سید امین اللہ بن سید احمد سے منسوب ہوئیں۔ تیسری صاحبزادی کی شادی سید محمد بن سید محمد قادری کے ساتھ ہوئیں۔یہ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی کی والدہ ہیں جن کا تذکرہ آگے آتا ہے۔چوتھی صاحبزادی کا نکاح سید نامدار علی کے ہمراہ ہوا۔

✿ حضرت سید ضیاء اللہ کے تیسرے صاحبزادے سید محمد قادری بانی دائرہ قادریہ ہیں جن کا مستقل ذکر ابھی آتا ہے۔

✿ حضرت سید ضیاء اللہ کے چوتھے صاحبزادے سید محمد چشتی ہیں۔اسلاف کے جانشین تھے۔آپ کا عقد سید محمد مبارک محدث علیہ الرحمہ کی دختر کے ہمراہ ہوا جن سے دو صاحبزادی اور دو صاحبزادے:سید کلیم اللہ اور سید امان اللہ تولد ہوئے۔سید امان اللہ لاولد تھے۔سید کلیم اللہ کی نسل چلی۔آپ ۱۳۴۷ھ میں سیالکوٹ[پاکستان] جاتے ہوئے راستے میں مفقود ہو گئے۔

جیسا کہ ذکر ہوا بانی دائرہ قادریہ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ ،حضرت مولانا سید ضیاء اللہ بلگرامی کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔آپ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں کوئی روایت نہیں ملی۔البتہ آپ کے بڑے بھائی حضرت سید احمد کے بارے میں علامہ آزاد کا بیان گذرا کہ ۱۱۴۳ھ میں ۸۰؍سال کی عمر میں وفات پائی، جس سے ان کا سال ولادت ۱۰۶۳ھ ٹھہرتا ہے۔حضرت سید محمد قادری،حضرت سید ضیاء اللہ [م۱۱۰۴ھ] کے تیسرے بیٹے ہیں،اس لئے آپ کا سال ولادت ۱۰۷۰ھ کے آس پاس سمجھا جانا چاہئے۔

بہرکیف !حضرت سید محمد قادری نے محلہ میدان پورہ بلگرام کی آبائی کوٹھی میں شعور کی آنکھ کھولی۔گرد وپیش پورے خاندان میں علم وفضل اور زہد وکرامت کے جلوے سایہ فگن تھے۔فیض مآب طبیعت نے گہرا اثر قبول کیا اور مستقبل میں علم وفن اور زہد واتقا کے شاہکار کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔

ابتدائی تعلیم والد ماجد حضرت مولانا حافظ سید ضیاء اللہ سے حاصل کی اور حفظ قرآن حکیم بھی انہیں سے مکمل کیا۔اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے شیخ

احمد صدیقی معروف بہ ملاجیون [م۱۱۳۰ھ] کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ملاّ جیون اپنے دور کے بہت جید اور نامور عالم دین تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر اور شاہ عالم جیسے سلاطین ہند آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ اورنگ زیب آپ سے حد درجہ عقیدت اور احترام سے پیش آتے۔ آپ کی تصانیف میں تفسیرات احمدیہ اور نور الانوار کو بہت مقبولیت نصیب ہوئی۔ حضرت ملاجیون کی خدمت میں تحصیل علوم کے بعد بھی جذبۂ تحصیل علم کو سیری نہیں ہوئی، اس لیے مشہور عالم دین شیخ غلام نقش بند لکھنوی کی بارگاہ میں پہنچے اور وہاں مزید درسی کتابوں کی تکمیل کی۔

❁ حضرت شیخ غلام نقشبند قدس سرہٗ [م۱۱۲۶ھ]

باطنی اور ظاہری علوم کے عجائبات و غرائب کے جامع اور اسرار الٰہیہ کے محرم راز تھے۔ مشہور بزرگ شیخ پیر محمد قدس سرہٗ کے سجادہ نشین تھے۔ علم تفسیر میں آپ کی دسیوں کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ فرقان الانوار، مسئلہ وحدت الوجود کے بارے میں ''لامعہ عرشیہ''، علم عروض میں ''قصیدہ خزرجیہ'' کے نام ملتے ہیں۔ آپ حد درجہ پابند شریعت تھے ،علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس سلسلے میں ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''آپ کا مزاج شریف ہمیشہ شریعت کی پوری طرح حفاظت میں مصروف رہتا۔ الحب للہ والبغض للہ [اللہ کی رضا کے لیے ہی کسی سے محبت اور دشمنی کی جائے] کے مطابق جب کسی سے نامناسب حرکت سرزد ہوتی تو آپ کے دامن دل پر سخت غبار بیٹھ جاتا اور اگر اسے توبہ کی توفیق مل جاتی تو اس پر پہلے سے زیادہ لطف و کرم فرماتے۔

منقول ہے کہ ایک روز ایک مجذوب قلندر شیخ کی مجلس میں وارد ہوا۔ شیخ غلام نقشبند اس کی کسی خلاف شرع حرکت سے برہم ہوئے اور فرمایا کہ اس گروہ کو نہ کبھی خدا کا دیدار میسر آسکتا ہے، نہ شفاعت محمدی نصیب ہوسکتی ہے۔ قلندر نے کہا: اے شیخ ٹھہریئے! ہمیں خدا کا دیدار بھی حاصل ہوگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت بھی ملے گی اور تمہیں کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ شیخ نے پوچھا: کیوں؟ قلندر نے جواب دیا: آپ

پوری عمر گناہ کے قریب نہ پھٹکے، اس لیے کل میدان قیامت میں بغیر کسی مواخذے کے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ہم تو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس لیے کل قیامت میں فرشتے ہمیں رب العزت جل شانہ کی بارگاہ میں لے جائیں گے اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم گناہگاروں کی شفاعت کے لیے تشریف لائیں گے۔ یہ کلام سن کر شیخ پر رقت طاری ہوگئی، خوب فرمایا علامہ بوصیری نے ؎

لَعَلَّ رحمةَ رَبّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا   تَأْتِي عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقَسَمِ

جب میرا رب اپنی رحمت تقسیم فرمائے گا تو ہر گناہ گار کو اس کے گناہوں کے حساب سے رحمت الٰہی ہاتھ آئے گی۔'' [مآثر الکرام اردو، ص:۳۲۳-۳۲۴]

ایسے عارف باللہ اور جید علمائے کرام کی خدمت میں حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ نے دینی علوم اور الٰہی اسرار حاصل کئے۔ لیکن اب بھی سیری نہیں ہوئی اور دستار فضیلت تکمیل یہاں بھی نہ باندھی پھر حج کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور زیارت حرمین طیبین سے فراغ کے بعد مزید حصول علم کے لئے عراق کا رخ کیا۔ اس راہ میں آپ کے دیرینہ رفیق ،فرد خاندان سید فرید الدین عرف سید بدلے نے جو سید محمد اجمل علیہ الرحمہ کے پرپوتے ہیں، آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہ وہی رفیق دیرینہ ہیں، جن کی سجادگی بعد میں حضرت سید محمد قادری علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی۔ علامہ آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

''سید فرید الدین اپنے وقت کے بزرگ متقی ،صاحب زہد و ورع اور زبردست فاضل تھے۔ پسندیدہ خصلتوں اور مبارک اوصاف سے متصف تھے۔ ابتدا میں آپ اور سید قادری شہزادۂ سید ضیاء اللہ بلگرامی دونوں نے شیخ احمد معروف بہ ملاجیون امیٹھوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں تعلیم حاصل کی ،اس کے بعد شیخ غلام نقش بند لکھنوی قدس سرہٗ کے حلقۂ درس میں پہنچے اور کتابوں کی تکمیل کی۔ سید فرید الدین نے شیخ ہی کی خدمت میں فاتحۂ فراغ پڑھی اور سید قادری نے کچھ حصہ چھوڑ دیا۔ سید فرید الدین تحصیل علم کے بعد شیخ جنید معروف بہ شیخی میاں سے مرید ہوئے جو شیخ نظام الدین کے خاندان سے ہیں۔ شیخی میاں سے مرید ہونے کے بعد سید قادری کے ساتھ حرمین شریفین [اللہ تعالیٰ ان دونوں سرزمین کے

شرف واعزاز میں اضافہ فرمائے] کی زیارت کاارادہ کرلیا۔" [مآثر الکرام، ص:۲۳۰-۲۳۱]

حضرت سید قادری نے زیارت حرمین شریفین کی زیارت کے بعد بغداد مقدس کا رخ کیا۔ وہاں کے علما سے علمی استفادے رہے۔ اسی دوران دربار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین حضرت سید یٰسین حموی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ پھر حماۃ سے بغداد مقدس آئے اور نامور عالم دین علامہ سلطان خابوری سے کتب حدیث وقراءت کی اجازتیں حاصل کیں۔ ان سارے مراحل پر حضرت علامہ آزاد نے ایک عبوری نگاہ ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"آپ کا اسم گرامی سید محمد قادری ہے اور طریقت میں آپ کا لقب صاحب العرفان وکاشف الحقیقت ہے۔ آپ جملہ اوصاف ظاہری وباطنی سے متصف تھے اور روشن پاکیزہ شریعت کے مراتب کی بڑی پاسداری کرتے تھے۔ کمسنی میں والد محترم سید ضیاء اللہ بلگرامی کے پاس کلام اللہ حفظ کیا، تجوید سیکھی اور ابتدائی درسی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جیسا کہ بیان ہوا، ملاجیون امیٹھوی کی خدمت میں شاگردی اختیار کی۔ پھر وہاں سے شیخ غلام نقشبند لکھنوی کے حلقۂ درس میں پہنچ کر بقیہ کتب درسیہ کی تکمیل کی لیکن رسم فراغت نہیں ادا کی۔ اس کے بعد توفیق الٰہی نے آپ کی توجہ حرمین شریفین کی سمت موڑ دی۔ تین حج ادا کئے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے بغداد مقدس اور کربلائے معلیٰ کی زیارت کو نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا اور نیزوں تلواروں سے بری طرح زخمی کر کے ساز وسامان لوٹ لیا۔ اس علاقے کے بعض دیہاتیوں کو رحم آ گیا۔ آپ کو اٹھا کر گاؤں لے گئے اور تیمارداری کی۔ زخم ٹھیک ہو جانے کے بعد کربلائے مقدس چلے اور شہید نواسۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک سے دونوں جہان کی سرخروئی حاصل کی۔ پھر دارالسلام بغداد کی جانب متوجہ ہوئے اور ۱۱۱۵ھ کے قریب دارالسلام بغداد مقدس پہنچے۔ جب سفر کی کلفتوں سے آرام ہو گیا تو وہاں کے مزارات بابرکات خصوصاً سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس

کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ پھر وہاں سے "حما" کی طرف چل کھڑے ہوئے اور سید یٰسین حموی صاحب سجادہ غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایۂ خدمت میں سرمایۂ افتخار حاصل کیا اور مرید ہوئے۔

سید قادری حما سے پھر بغداد واپس آ گئے اور ایک عرصے تک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس کی مجاورت اختیار فرمائی۔ وہیں مولانا سلطان بن ناصر بن احمد خابوری قدس سرہٗ سے علم تجوید حاصل کیا اور کتاب شاطبی بھی مولانا کے پاس ہی پڑھی اور علم تجوید کی سند نیز صحاح ستہ اور مولانا کی تمام مفردات، کتب حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ کی اسناد حاصل کیں اور ہر ایک کی سند معنعن نیز اسمائے کتب کے نام حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ آپ کے اجازت نامے میں تحریر ہیں"۔ [مآثر الکرام اردو، ص:۲۳۱-۲۳۲]

نظم اللآلی کے بیان کے مطابق آپ سات سال تک اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہ کر باطنی تربیت حاصل کرتے رہے۔ حضرت مصنف رقم طراز ہیں:

"آپ عظیم کمالات کے مالک اور جامع صفات شخصیت تھے۔ فضیلت میں عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ ملا جیون امیٹھی اور مولانا غلام نقشبند لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ قرآن حکیم کے حافظ اور فن قرأت وتجوید میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حرمین شریفین اور نجف اشرف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حج کے ارکان ادا کئے، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا پھر کربلائے معلیٰ کو تشریف لے گئے اور سید الشہداء سیدنا امام حسین اور امیر المؤمنین سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے روضۂ اقدس کی زیارت کر کے بغداد مقدس حاضر ہوئے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت شیخ یٰسین حموی قدس سرہٗ صاحب سجادہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور مرشد برحق کی خدمت بابرکت میں سات سال رہ کر باطنی مراتب کی تکمیل فرمائی اور خلافت نامہ، خرقۂ خلافت اور دیگر تبرکات حاصل کر کے

ہندوستان واپس تشریف لائے۔ چند دن دہلی میں قیام فرمایا پھر بلگرام آگئے اور ایک عرصے تک طاعت و عبادت الٰہی میں مشغول رہ کر جمعرات کی شب میں ۱۳؍ربیع الاول ۱۱۴۵ھ کو دنیائے فانی سے جنت الفردوس کی سمت کوچ کر گئے اور محلّہ میدان پورہ میں واقع اپنی خانقاہ "قادریہ" میں مدفون ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید محمد اور دو صاحبزادیاں تھیں۔" [نظم اللآلی/صغروی سادات بلگرام، ص ۳۰۹-۳۱۰]

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ جمال کرامت و روحانیت کے ساتھ کمال علم و فضیلت کا بھی اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ علوم تفسیر، حدیث، فقہ ادب اور قراءت میں ایک خاص معیار رکھتے تھے۔ علوم قرآنیہ، صحاح ستہ اور فقہی فنون کی اسناد اجازت مختلف شیوخ سے حاصل کیں۔ ان میں تین حضرات کے اسمائے گرامی ذکر ہو چکے: ۱- ملاجیون، ۲- شیخ غلام نقشبند لکھنوی، ۳- مولانا سلطان خابوری۔ علم قراءت اور فقہ میں درجہ اختصاص حاصل تھا۔

فن قراءت کا خاص تعلق قرآن حکیم کی تلاوت الفاظ اور ان کے اختلاف قرائت سے ہے۔ سکاکی کی مفتاح العلوم اور احمد بن مصطفیٰ طاش کبریٰ زادہ کی مفتاح السعادۃ کے حوالے سے ابجد العلوم میں تحریر ہے:

"هو علم يبحث فيه عن صور نظم كلام الله تعالىٰ من حيث وجوه الاختلاف المتواترة و مباديه مقدمات تواترية وله ايضا استمداد من العلوم العربية. والغرض منه تحصيل ملكة ضبط الاختلافات المتواترة وفائدته صون كلام الله تعالىٰ عن طريق التحريف والتغيير" [ابجد العلوم-۲/۵۸۶-۵۸۱]

علم قراءت ایسا فن ہے جس میں کلام الٰہی کے لفظوں میں وارد مختلف وجوہ تلاوت سے گفتگو کی جاتی ہے جو تواتر کے ساتھ حضور سے منقول ہوتے ہیں۔ اس فن کے مبادی وہ مباحث اور روایات ہیں جو تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔ اس فن میں عربی علوم سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ اس فن کے سیکھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ آیات قرآنی کے الفاظ کی تلاوت میں جو مختلف طریقے تواتر کے ساتھ منقول ہیں، انہیں ضبط اور

حفظ کرنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ اس فن کی تحصیل کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کلام الٰہی کسی قسم کی تحریف اور تبدیلی کی دراندازی کے شبہ سے محفوظ رہتا ہے۔

اس فن کی تدوین دراصل اس ارشاد رسول کی تکمیل ہے: "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ" [بخاری شریف ۲/۷۴۷] یہ قرآن حکیم سات حرفوں پر نازل ہوا ہے تو جو آسان ہو، اسے پڑھو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ سات حرفوں سے مراد وہ سات زبانیں ہیں جو عرب میں مشہور تھیں اور جن کے فصیح ہونے کی شہادت موجود ہے۔ وہ قریش، طی، ہوازن، اہل یمن، ثقیف، ہذیل اور بنی تمیم کی زبانیں ہیں"۔ [اشعۃ اللمعات، ۱/۱۶۶]

لیکن لہجوں کا یہ اختلاف، معانی آیات پر اثر انداز نہیں۔ جلیل الشان تابعی مشہور محدث حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ ساتوں لہجے دین کے معاملے اور حکم میں ایک ہوتے ہیں۔ ان میں حلال وحرام کا کوئی اختلاف نہ تھا۔" [مشکوٰۃ شریف، ۱/۱۹۲]

پھر آیات قرآنی کے یہی لب و لہجے حضرات صحابہ و تابعین اور ائمہ قراءت تک پہنچے۔ استاذ محترم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الجامعہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اپنی تصنیف تدوین قرآن میں رقم طراز ہیں:

"عرب کے فصیح قبائل کی زبانوں اور طریق ادا میں فرق تھا، جس کے پیش نظر قرآن سات لہجوں میں نازل ہوا۔ خلافت عثمانی میں اولین زبان نزول، زبان قریش کے اور قرآن کے دورۂ اخیر کے موافق مصحف شریف کی تدوین ہوئی، مگر بعض فرق کلمات وحروف وحرکات وادا جو عرصۂ اخیرہ میں باقی رہے اور جن کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھی، وہ علیٰ حالہ قائم رکھے گئے۔ یہی مختلف قراءت ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام کی کثیر جماعت نے سیکھا اور صحابہ سے تابعین نے حاصل کیا اور تابعین سے تبع تابعین نے لیا۔ اسی طرح ہر زمانے

اور ہر دور میں یہ قراءات کتابت وادا کی نقل متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچیں۔ اس لیے تمامی متواتر قراءتیں حق وصحیح، واجب الاعتقاد اور واجب العمل ہیں۔ ان کا منکر کافر ہے۔" [تدوین قرآن، ص۱۶۲-۱۶۳]

اس فن کی عملی، ترویج اور درسی انفرادیت تو دوسری صدی ہجری کے آغاز میں قائم ہو چکی تھی۔ کیونکہ قراءت سبعۃ کے سات ائمہ میں حضرت امام ابورویم نافع مدنی [۷۰-۱۶۹ھ] دوسری صدی کے بزرگ تھے لیکن باضابطہ تدوین اور اس فن میں تصنیف کا سلسلہ تیسری صدی کے آغاز میں شروع ہوا۔ امام ابن جزری [م۸۳۳ھ] اپنی مشہور زمانہ کتاب "النشر فی القراءات العشر" میں لکھتے ہیں:

"کان اول امام معتبر جمع القراء ات فی کتاب، ابو عبید القاسم بن سلام وجعلها فی ما احسب خمسة و عشرین قراء ة معاً السبعة. مات سنة اربع و عشرین و مأتین" [النشر فی القراءات العشر]

"فن قراءت کے سب سے پہلے معتبر امام جنہوں نے قراءت کی روایات ایک کتاب میں مدوّن فرمائیں، حضرت امام ابوعبید قاسم بن سلام تھے۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے، آپ نے اپنی کتاب میں پچیس قرائتیں جمع فرمائیں جن میں قراءات سبعہ بھی شامل ہیں۔ آپ کا وصال پرملال ۲۲۴ھ میں ہوا۔

لیکن بعد میں تسلسل کے ساتھ جو قراءتیں روایات کے ذریعہ محفوظ رہیں، وہ زیادہ سے زیادہ چودہ ہیں۔ قراءت سبعہ [سات قرائتوں] کے تواتر پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ جمہور کے نزدیک مزید تین قرائتوں کی روایات بھی متواتر ہیں۔ اس طور سے قرائت عشرہ کے تواتر پر جمہور کا اتفاق نظر آتا ہے۔ باقی چار قرائتوں کی روایات متواتر نہیں لیکن ان کے تذکرے فن کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قراءت سبعۃ کے ائمہ میں: ۱- حضرت ابورویم نافع مدنی [م۱۶۹ھ]، ۲- حضرت عبداللہ بن کثیر مکی [م۱۳۰ھ]، ۳- حضرت ابوعمرو بن علاء مازنی بصری [م۱۵۴ھ]، ۴- حضرت عبداللہ بن عامر شامی [م۱۱۸ھ]، ۵- حضرت امام ابوبکر عاصم

بن ابی النجود کوفی [م۱۲۶ھ]، ۶- حضرت امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی [م۱۵۶ھ]، ۷- حضرت امام ابوالحسن علی بن حمزہ کوفی معروف بہ امام کسائی [م۱۸۹ھ] آتے ہیں۔

قراءت عشرہ کے ائمہ میں سات ائمہ مذکورہ بالا کے علاوہ:- ۸- حضرت یعقوب حضرمی بصری [م۲۰۵ھ]، ۹- حضرت ابوجعفر یزید بن قعقاع مدنی [م۱۳۰ھ]، ۱۰- خلف بن ہشام بغدادی [م۲۲۹ھ] کا شمار ہوتا ہے۔

ان تمام روایات منقولہ کی تفصیلات پر مشتمل کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ امام ابن سلام [م۲۲۴ھ]، امام ابوبکر بن مجاہد [م۳۲۴ھ]، امام ابوعمرو دانی [م۴۴۴ھ]، امام قاسم شاطبی [م۵۳۳ھ]، امام ابو یوسف ہمدانی [م۶۳۳ھ]، امام علی سخاوی [م۶۴۳ھ]، شیخ ابواسحٰق ابراہیم جعبری [م۷۳۲ھ]، امام محمد جزری [م۸۳۳ھ] اس فن کے نامور مصنفین ہیں جن کی تصانیف سے بے نیاز ہو کر اس فن کی تفہیم نہیں ہو سکتی۔

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ اس فن قرآنی کے محرم راز تھے اور اس فن کی اعلیٰ ترین کتابیں پڑھیں۔ آپ نے حفظ وقراءت پہلے اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ ضیاء اللہ قادری قدس سرہٗ سے حاصل کئے پھر حرمین طیبین کے سفر میں بغداد مقدس حاضر ہوئے اور حضرت مولانا سلطان بن ناصر بن احمد خابوری سے اس فن کا باضابطہ درس لیا اور امام شاطبی کا مشہور قصیدۂ لامیہ جس میں فن قراءت کا منظوم بیان ہے اور شاطبیہ کے نام سے مشہور ہے، بھی پڑھا۔ حضرت خابوری اپنی سند اجازت میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقرأ علیٰ هذا العبد الکسیر الشاطبیة قراء ة بحث و اتقان و نظر وامعان.

اس خاکسار [حضرت مولانا سلطان خابوری علیہ الرحمہ] کے پاس نہایت بحث واتقان کے ساتھ کتاب شاطبیہ پڑھی"۔ [مآثر الکرام اُردو، ص۲۳۵]

حضرت مولانا سلطان بن ناصر خابوری زبردست محدث، قاری، مفسر، شیخ طریقت تھے۔ آپ نے فن قراءت میں ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ آپ نے اُس کا درس بھی حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کو دیا اور اخیر میں سند اجازت بھی دی۔ آپ خود اپنی سند اجازت میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقداجزته بشرحی المسمّٰی بالعقود الجوهرة واللآلی المبتكرة علیٰ القواعد المقررة و الفوائد المحرره للشیخ محمد المقری."

میں نے حضرت سید قادری کو اپنی کتاب العقود الجوہرۃ واللآلی المبتکرۃ کی اجازت دی جو دراصل شیخ محمد مقری کی کتاب القواعد المقررۃ والفوائد المحررۃ کی شرح ہے۔" [مآثر الکرام، ص۲۳۷]

قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ فقہی مصادر پر بھی حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی گہری نگاہ تھی اور فقاہت کا خاص حصہ آپ کو میسر آیا تھا۔ عرفان وتصوف کی تکمیل جبھی ہوتی ہے جب شریعت کا مکمل علم اور اس کے منشورات اور تقاضوں پر پورا عمل ہوتا ہے۔ حضرت ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالہ قشیریہ میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی معاصر سیدنا جنید بغدادی قدس سرہما کا فرمان نقل کرتے ہیں:

"مَنْ اَلْزَمَ نَفْسَها اٰداب الشریعة نوَّر اللّٰهُ قَلْبَهٗ بِنُورِ المعرفةِ ولامقام اشرف من مقام متابعة الحبیب فی اوامرہٖ وأفعاله وأخلاقه". [رسالہ قشیریہ، ص۳۰]

جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرلے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کردے گا۔ اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔

حضرت سید محمد قادری کا روحانی قد کتنا بلند تھا، اس کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے، لیکن اس کے آثار وبرکات کا کچھ تعارف آگے آتا ہے۔ روحانیت اور فقاہت میں گہرا ربط ہوتا ہے۔ اس لئے سارے بزرگ علم شریعت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ چاہے یہ آگاہی کسبی ہو یا خالص خداداد جسے علم لدنی کہتے ہیں۔ حضرت امام مالک کا یہ قول حضرات صوفیا کے پیش نظر ہوتا ہے:

"مَنْ تَفَقَّه وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ".

جس نے عالم شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ طرز صوفیا کی پیروی نہ کی، وہ بے عمل ٹھہرا اور جس نے صرف زہد اختیار کیا اور شریعت کے علم سے بے بہرہ رہا، اس کے ایمان کا بھی بھروسہ نہیں۔

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ نہ صرف یہ کہ تصوف وعرفان کا مقام بلند رکھتے تھے بلکہ آپ نے علوم شریعت حضرت ملاجیون اور شیخ غلام نقش بند قدس سرہما جیسے جید علما سے حاصل کیے۔ پھر عراق کے جید علما سے استفادے کئے۔ اس وقت کا عراق علوم شریعت وطریقت کے ماہرین سے بھرا پڑا تھا۔ اس لئے اعلیٰ ظرف طبیعت نے کیسا کچھ علمی فیض حاصل کیا ہوگا، اسے ہر باشعور سمجھ سکتا ہے۔ افسوس کہ آپ کے علمی آثار گردش زمانہ کی نذر ہوگئے اور بہت سی قلمی کتابیں ''یاران نکتہ داں'' کے حوالے ہوگئیں جو بلگرام کے بہت سے اسرار خاندانی اپنے سینوں میں محفوظ رکھتی تھیں۔ صرف ایک فقہی روایت مآثر الکرام میں محفوظ رہ گئی ہے، اس کے تناظر میں حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی علم شریعت پر دسترس اور مصادر فقہ پر وسعت نگاہ کی وضاحت پیش ہوتی ہے۔

اسلام کا عظیم رکن حج ہے جو احرام کی حالت میں ادا کیا جاتا ہے۔ حرم شریف سے باہر کا کوئی آدمی جب حرم میں داخل ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک خاص جگہ سے احرام باندھ کر آگے بڑھے، اس جگہ کو میقات کہتے ہیں۔ مکہ معظّمہ جانے والے کو بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھنا جائز نہیں چاہے وہ تجارت وغیرہ کے لئے ہی کیوں نہ جارہا ہو، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں رہنے والے بھی اگر میقات کی حدود سے باہر جائیں تو انہیں بھی بغیر احرام شریف میں داخل ہونا منع ہے۔ مختلف ملکوں کے لئے میقات پانچ ہیں: ۱-ذوالحلیفۃ، ۲-ذاتِ عرق، ۳-یلملم، ۴-جُحفہ، ۵-قرن المنازل۔

- **ذُوالحُلیفۃ:** یہ مدینہ شریف کی سمت سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ جاتے ہوئے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر یہ میقات واقع ہے جسے دور حاضر میں ابیار علی کہتے ہیں۔
- **ذاتِ عِرق:** عراق کی جانب سے آنے والوں کے لئے میقات ہے جو مکہ معظّمہ سے دو مرحلے کے فاصلے پر واقع ہے۔
- **یلملم:** ہندوستان، پاکستان اور یمن سے حرم شریف جانے والوں کے لئے میقات ہے۔ اگر حرم شریف کے جانے والے ہندوستانی، پاکستانی سمندری راستے سے جارہے ہوں تو بحری

جہاز جب کامران سے نکل یلملم پہاڑ کے بغل سے گذرتا ہے تو یہ میقات آجاتی ہے۔

۞ جُحفہ: ملک شام سے آنے والوں کے لئے میقات ہے، جو رابغ کے قریب ہے۔

۞ قرن المنازل: نجد [ریاض] والوں کے لئے میقات ہے جو طائف کے قریب پڑتی ہے۔ یہی پانچ میقاتیں حضور نے آفاقیوں کے لئے متعین فرمائی ہیں۔

[ردالمحتار ۲/۱۵۳، بدائع الصنائع للکاسانی، ۲/۱۶۴]

یہ میقاتیں ان کے لئے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور ان کے علاوہ جو شخص جس میقات سے گذرے، اس کے لئے وہی میقات ہے اور اگر میقات سے نہ گزرا تو جب میقات کے محاذی آئے، اس وقت احرام باندھ لے، جیسے ہندوستانیوں کی میقات کوہ یلملم کی محاذات ہے۔ اور محاذات میں آنا اسے خود معلوم نہ ہو تو کسی جاننے والے سے پوچھ کر معلوم کرے اور اگر کوئی ایسا نہ ملے جس سے دریافت کرے تو تحری کرے اور اگر کسی طرح محاذات کا علم نہ ہو تو مکہ معظمہ جب دو منزل [دو دن کی مسافت] باقی رہے، احرام باندھ لے۔ [عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، بہار شریعت، ۶/۳۵]

اب حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے قلم سے وہ روایت ملاحظہ کیجئے جو حضرت سید محمد قادری کی فقہی مآخذ پر وسیع نظر کی روشن شہادت ہے۔ حضرت آزاد رقم طراز ہیں:

''ایک دن میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہندوستان اور یمن کے لوگ جب سمندر کے راستے بیت اللہ کی زیارت کو جاتے ہیں تو یلملم کے محاذی بیچ دریا میں احرام باندھ لیتے ہیں، حالانکہ جدہ سے احرام باندھنا بھی جائز ہے۔ دریا میں احرام کی مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ مسئلہ یہی ہے کہ جو شخص میقات سے ہٹ کر گذرتا ہوا مکہ معظمہ جا رہا ہو تو میقات کے محاذی احرام باندھے۔ محاذات کا معنی یہ ہے کہ جہاں سے احرام باندھا، وہاں سے مکہ کی مسافت اتنی ہو جتنی میقات سے مکہ کی ہوتی ہے۔ چونکہ یلملم ہندوستانیوں اور اہل یمن کی میقات ہے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ جتنی مسافت یلملم اور مکہ کے درمیان ہے، اتنی ہی مسافت جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بھی ہے اور دریا تو خود ہی

میقات سے خارج ہے پھر دریا میں احرام باندھنے کی کیا حاجت؟

جس وقت میں نے یہ مسئلہ حضرت سے سنا تو دل میں آیا کہ پوچھوں آپ کس کتاب سے فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے اس مسئلہ پر اصل تحریر کتاب تحفہ شرح منہاج تصنیف شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھی۔ تحفہ کی اصل عبارت یہ ہے:

"لو جاوز الميقات يمنة أويسرة أى لاإلىٰ جهةالحرم فله أن يوخر احرامه لكن بشرط أن يحرم من محل مسافة إلىٰ مكةمثل مسافة ذلك الميقات قاله الماوردى و جزم به غيره و به يعلم أن الجائى من اليمن فى البحرله أن يوخر احرامه عن محاذاة يلملم الى جدة لأن مسافتها الىٰ مكة كمسافة يلملم كما صر حوا به بخلاف الجائى فيه من مصرليس له أن يوخر احرامه عن محاذاة الجحفة لأن كل محل من البحر بعد الجحفة أقرب إلىٰ مكة منها". [مآثر الکرام اردو، ص ۲۳۹-۲۳۸]

اس مسئلے کی جزوی تائید علامہ ابوبکر مسعود کاسانی قدس سرہٗ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

"فاما اذا قصدها من طريق غير مسلوك فانه يحرم اذا بلغ موضعا يحاذى ميقاتا من هذه المواقيت لأنه اذا حاذىٰ ذلك الموضع ميقاتا من المواقيت صارفى حكم الذى يحاذيه فى القرب من مكة ولو كان فى البحر فصار فى موضع لو كان مكان البحر بر لم يكن له أن يجاوزه الا باحرام فانه يحرم كذا قال ابو يوسف." [بدائع الصنائع فی احکام ترتیب الشرائع للکاسانی-۲/۱۶۴]

۞

صاحب العرفان حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ دفتر کمالات میں انتخاب تھے۔ بزرگان دین اور مشائخ اسلام کی توجہ کے مرکز رہے۔ اپنے والد ماجد سید ضیاء اللہ قادری [م ۱۱۰۴ھ] سے علمی فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد مختلف شہروں اور ملکوں کی سیر کی اور متعدد مشائخ سے روحانی اور علمی فیوض حاصل کئے۔ آپ خود سلسلۂ قادریہ میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب سجادہ حضرت سید یٰسین حموی

قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے لیکن آپ کو سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ شاذلیہ اور سلسلۂ رفاعیہ کی خلافتیں حاصل تھیں۔

سلسلۂ قادریہ:

اس سلسلے کی خلافت آپ کو اپنے پیرومرشد سیدنا شیخ یٰسین حموی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ حضرت علامہ آزاد رقم طراز ہیں:

’’پھر دارالسلام بغداد کی جانب متوجہ ہوئے اور ۱۱۱۵ھ کی حدود میں دارالسلام بغداد مقدس پہنچے۔ جب سفر کی کلفتوں سے اطمینان ہوگیا تو وہاں کے مزارات بابرکات خصوصاً شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ پھر وہاں سے حماۃ کی جانب چل کھڑے ہوئے اور سید یٰسین حموی صاحب سجادہ غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایۂ خدمت میں سرمایۂ افتخار حاصل کیا اور مرید ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب نے نہایت قدر شناسی سے آپ کا خیر مقدم کیا اور خانقاہ میں جگہ دی، نیز خلافت وخرقہ اور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند تبرکات بھی عطا کئے۔‘‘ [مآثر الکرام، ص ۲۳۲]

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کا خاندانی سلسلہ بھی قادری تھا۔ والد ماجد حضرت سید محمد ضیاء اللہ قادری قدس سرہٗ، حضرت میر سید احمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ سے مرید تھے۔ اس سلسلے کی اجازت وخلافت حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کو تھی یا نہیں؟ اس کی صراحت نہیں مل سکی لیکن زیادہ توقع ہے کہ اس سلسلے کی آپ کو خلافت رہی ہوگی، کیوں کہ یہ سلسلہ جسے اعلیٰ حضرت نے سلسلۃ الذہب فرمایا تھا، صغروی سادات کے خاندان میں اس وقت بہت رائج تھا۔ حضرت میر سید شاہ لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی، حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری بلگرامی قدس سرہما اس سلسلے کے بہت مقبول، عظیم اور محترم شیوخ طریقت تھے، اور خود حضرت کے والد ماجد عشق کی حد تک میر سید احمد کالپوی قدس سرہٗ سے لگاؤ رکھتے تھے، اس لئے اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ والد ماجد نے یہ نعمت آپ کے حوالے نہ فرمائی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کالپوی سلسلۂ قادریہ تو خاصا مشہور اور رائج ہے، کیوں کہ یہ وہی سلسلہ ہے جو صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تک پہنچا ہے۔

حضرت سید محمد قادری کا یہ بغدادی سلسلۂ قادریہ بہت عالی ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ حضور غوث پاک تک سارے مشائخ جیلانی سید ہیں۔ اس سلسلے کا شجرہ حسب ذیل ہے: ۱-سید محمد قادری، ۲-سید یٰسین حموی، ۳-سید عبدالرزاق، ۴-سید شرف الدین، ۵-سید جلال الدین، ۶-سید شہاب الدین احمد، ۷-سید جمال الدین عبداللہ، ۸-سید شمس الدین ابوالوفا، ۹-سید شہاب الدین احمد، ۱۰-سید قاسم، ۱۱-سید عبدالباسط، ۱۲-سید شہاب الدین ابوالعباس احمد، ۱۳-سید بدرالدین حسن، ۱۴-سید علاء الدین علی، ۱۵-سید شمس الدین محمد، ۱۶، سید شرف الدین یحییٰ، ۱۷-سید شہاب الدین احمد، ۱۸-سید عماد الدین ابو صالح نصر، ۱۹-سید جمال الدین عبدالرزاق، ۲۰-سیدنا غوث الثقلین قطب ربانی ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی، ۲۱-سیدنا شیخ ابوسعید مخزومی، ۲۲-شیخ ابوالحسن علی قرشی ہکاری، ۲۳-شیخ ابوالفرح طرطوسی، ۲۴-شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی، ۲۵-شیخ ابو بکر شبلی، ۲۶-سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی، ۲۷-شیخ سری سقطی، ۲۸-شیخ معروف کرخی، ۲۹-امام علی بن موسیٰ رضا، ۳۰-امام موسیٰ بن جعفر کاظم، ۳۱-امام جعفر بن محمد صادق، ۳۲-امام محمد بن علی باقر، ۳۳-امام علی بن حسین زین العابدین، ۳۴-امام حسین شہید کربلا، ۳۵-مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۳۶-سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

سلسلۂ چشتیہ صغرویہ:

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ نے عمر کی کئی دہائیاں سفر میں گزاریں۔ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کے فرد خاندان حضرت سید فرید الدین عرف سید بدلے آپ کے تعلیمی سفر میں بھی ساتھ رہے اور زیارت حرمین کے لئے بھی دونوں حضرات ساتھ ساتھ گئے۔ حج بیت اللہ اور مدینہ طیبہ کی زیارت کے شرف سے ممتاز ہوکر حضرت سید

قادری نے عراق کا رخ کیا اور سید فرید الدین سورت [گجرات] واپس آ گئے اور اسی شہر میں وفات پائی۔ علامہ آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

"بارہویں صدی ہجری کی تیسری دہائی [۱۱۲۱ سے ۱۱۳۰ھ]* کے درمیان میں سفر آخرت اختیار کیا اور اسی شہر سورت میں مدفون ہوئے۔ کئی کتابیں مختصرات و مطولات آپ کے حاشیے اور تصحیح کے ساتھ لکھی ہوئی بلگرام میں موجود ہیں"۔ [مآثر الکرام، ص ۲۳۱]

حضرت سید فرید الدین عرف سید بدلے سادات پچ بھیا سے تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: ۱۔ سید فرید الدین عرف سید بدلے۔ ۲۔ خواجہ سید معین الدین ولد۔ ۳۔ سید عبد الوہاب ولد۔ ۴۔ سید محمد اجمل بلگرامی۔

بڑے میر صاحب حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ کی سجادگی اسی شاخ میں تھی۔ والد ماجد حضرت خواجہ سید معین الدین کے وصال کے بعد یہ سجادگی حضرت سید فرید الدین عرف سید بدلے علیہ الرحمہ کو سپرد ہوئی۔ حضرت سید فرید الدین دو بھائی اور دو بہن تھے: ۱۔ سید فرید الدین، ۲۔ دختر، ۳۔ دختر، ۴۔ سید طاہر عرف طاہا۔

سید فرید الدین کے دو صاحبزادے تولد ہوئے: ۱۔ سید حسن، ۲۔ سید عبد الرسول

سید حسن عین عالم شباب میں آپسی نزاع کا شکار ہو کر شہید ہوئے [نظم الآلی]

سید عبد الرسول حیات رہے لیکن والد ماجد سید فرید الدین عرف سید بدلے کے وصال کے وقت چھوٹے تھے، اس لئے خاندان کے ارباب حل وعقد کی رائے سے حضرت سید محمد صغریٰ کی سجادگی بھی حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کے سپرد ہوئی جن کا دائرۂ قادریہ خوب شہرت حاصل کر رہا تھا اور لوگ کثرت کے ساتھ آپ کے دست مبارک پر

* صاحب روضۃ الکرام نے آپ کا سال وصال ۱۱۵۵ھ تحریر کیا ہے، جو درست نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ علامہ آزاد نے بارہویں صدی ہجری کی تیسری دہائی کو آپ کا وقت وفات بتایا ہے جو خود اس وقت حیات تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سید فرید الدین کے وصال کے بعد یہ سجادگی حضرت سید محمد قادری کے سپرد ہوئی۔ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کا وصال ۱۱۴۵ھ میں ہوا۔ اگر حضرت سید بدلے کی رحلت ۱۱۵۵ھ میں ہوئی تو حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی سجادگی ان کے حیات ہوتے ہوئے حضرت سید محمد قادری کو کیوں سپرد کی جائے گی؟ ۱۲ ساحل

بیعت ہو کر سلسلۂ قادریہ میں داخل ہو رہے تھے۔ مآثر الکرام میں تحریر ہے:

"آخر کار سید محمد قادری بے شمار برکتیں سمیٹ کر ہندوستان لوٹے۔ چند سال دار الخلافہ شاہجہان آباد [دہلی] میں مقیم رہے اور ظاہری و باطنی طالبین کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ کثیر خلق خدا آپ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئی۔ بالآخر بلگرام تشریف لا کر گوشہ نشین ہو گئے۔" [مآثر الکرام، ص ۲۳۷]

جب حضرت سید محمد قادری کا ۱۱۴۵ھ میں وصال ہو گیا تو فاتح بلگرام سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے سلسلۂ چشتیہ کی سجادگی پھر حضرت سید فرید الدین عرف سید بدلے کے چھوٹے صاحبزادے سید عبد الرسول کو منتقل ہو گئی۔ حضرت سید عبد الرسول کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید نذر علی سجادہ نشین ہوئے۔ سید نذر علی کے تین صاحبزادے تھے: ۱-سید نیاز حسن ۲-سید نیاز حسین ۳-سید محمد علی

سید نیاز حسین عنفوان شباب میں فوت ہوئے۔ سید محمد علی نے شہسواری کا پیشہ اپنایا۔ نواب دکن حیدر بیگ خاں کے تُرک سواروں کے رسالہ دار تھے۔ جنگ پونہ میں دشمن کی توپ کی زد میں آ کر شہید ہوئے۔ سید نیاز حسن نواب آصف الدولہ شاہ اودھ کے مصاحب خاص تھے جنہیں خان بہادر نواب مجد الدولہ دبیر الملک قائم جنگ جیسے خطابات عطا ہوئے۔ منصبی مصروفیات کی بنا پر سجادگی کی ذمہ داریاں آپ کے شانوں پر نہ ڈال کر انہیں کے صاحبزادے سید حسین کو سجادہ نشین نامزد کیا گیا۔ ان کے بعد سید حسین کے اکلوتے صاحبزادے سید عزیز اللہ سجادہ نشین ہوئے پھر ان کے صاحبزادے سید بشیر حسین، پھر ان کے صاحبزادے سید زین العابدین سجادہ نشین ہوئے، اب یہ سجادگی بھی حضرت سید زین العابدین کے منجھلے بھتیجے حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفٰی دامت برکاتہم القدسیہ کے سپرد ہے۔ حضرت سید محمد قادری کا سلسلۂ چشتیہ صغرویہ حسب ذیل ہے:

۱- حضرت سید محمد قادری، ۲- سید فرید الدین عرف سید بدلے، ۳- خواجہ سید معین الدین، ۴- سید عبد الوہاب، ۵- سید محمد اجمل، ۶- سید فضل اللہ، ۷- سید محمد، ۸- سید فضل اللہ، ۹- سید علاء الدین، ۱۰- سید ابراہیم، ۱۱- سید محمد ناصر، ۱۲- سید محمد مسعود، ۱۳- سید محمد سالار، ۱۴- سید محمد

صاحب الدعوۃ الصغریٰ، ۱۵-خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی، ۱۶-سلطان الہند عطائے رسول خواجہ خواجگاں سید معین الدین حسن چشتی اجمیری سنجری، ۱۷-خواجہ عثمان ہارونی، ۱۸-حاجی شریف زندنی، ۱۹- خواجہ سید مودود چشتی، ۲۰-خواجہ ناصرالدین ابو یوسف بن محمد چشتی، ۲۱- خواجہ محمد بن ابی احمد چشتی، ۲۲- خواجہ ابو احمد ابدال چشتی، ۲۳- خواجہ ابو اسحٰق شامی، ۲۴- خواجہ ممشاد علو دینوری، ۲۵-خواجہ ہبیرہ بصری، ۲۶- خواجہ حذیفہ مرعشی، ۲۷-سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی، ۲۸-خواجہ فضیل بن عیاض، ۲۹-خواجہ عبدالواحد بن زید، ۳۰-خواجہ حسن بصری، ۳۱-مولائے کائنات امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۳۲-سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

سلسلۂ شاذلیہ:

یہ سلسلہ ہند و پاک میں کم متعارف ہے لیکن بلاد مغرب میں اس سلسلے کی دھوم ہے۔ مصنف دلائل الخیرات شریف اسی سلسلے کے بزرگ ہیں۔

سلسلۂ شاذلیہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا آقائے دو جہاں روحی فداہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تک پہنچتا ہے۔ یہ صاحب حزب البحر سید ابوالحسن علی بن محمد حسنی شاذلی قدس سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب ہے۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

''سلسلۂ شاذلیہ تصوف کا ایک سلسلہ ہے جس نے ابوالحسن علی بن عبداللہ محمد شاذلی کی نسبت سے یہ نام پایا۔ حضرت شاذلی نے کوئی ضخیم کتاب نہیں لکھی۔ البتہ کئی ایک ملفوظات، متعدد ادعیہ اور ایک نظم ان سے منسوب ہے۔ حضرت شاذلی کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور حزب البحر ہے۔ غالباً ان کی اولین جماعت تونس میں قائم ہوئی۔ سلسلۂ شاذلیہ کا اصل مرکز افریقہ کا وہ علاقہ تھا جو مصر کے مغرب میں واقع ہے۔ بالخصوص الجزائر اور تونس، انیسویں صدی میں اس سلسلے کی بہت توسیع ہوئی۔

بانی حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی سبتہ کے نزدیک غمارہ میں ۵۹۳ھ/۱۱۹۶ء کے قریب

پیدا ہوئے لیکن بعض لوگوں کو اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ تونس میں جبل ظفران کے قریب شاذلہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ حسنی سید ہیں۔ کتابوں کے مطالعے کے بڑے شائق تھے، اس لیے بینائی اخیر عمر میں متاثر ہوگئی تھی۔ حضرت جنید بغدادی کے خلفا کے خطبے آپ نے شہر فاس میں سنے۔ آپ ابومدین شعیب تلمسانی کے شاگرد تھے۔ کئی مرتبہ حج کیا۔ آخری سفر میں بالائی مصر کے صحرائے عیذاب کو عبور کرتے ہوئے ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں وصال فرمایا۔'' [اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود-۲/۱۰۵۶، الفصیل لاہور]

مزار پر انوار مخا میں ہے۔ علامہ آزاد بلگرامی نے سفر حج کے دوران آپ کے مزار پر انوار پر حاضری دی ہے۔ مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسی سال [۱۱۵۲ھ] جہاز میں بیٹھا۔ آٹھ روز کے اندر ''مَخا'' کے ساحل پر پہنچا جو یمن کی ایک بندرگاہ ہے۔ چار دن تک جہاز مخا کے سامنے لنگر انداز رہا جس سے اس مبارک مقام کی سیر میسر آئی اور شاذلی قدس سرہٗ کے مزار مبارک کی زیارت سے بے شمار برکتیں حاصل کیں۔'' [مآثر الکرام اُردو، ص ۳۳۲، ۴۴۴]

حضرت شاذلی سے حضور تک اس سلسلے کا شجرہ یہ ہے:

۱-سید ابوالحسن علی بن محمد شاذلی، ۲-شیخ عبدالسلام بن مشیش، ۳-شیخ شریف مدنی، ۴-شیخ تقی الدین احمر صوفی فقیہ، ۵-شیخ ابوالحسن علی، ۶-شیخ تاج الدین لقا، ۷-شیخ محمد شمس الدین خراسانی، ۸-شیخ زین الدین محمود قزوینی، ۹-شیخ ابواسحاق ابراہیم بصری، ۱۰-شیخ ابوالقاسم مروانی، ۱۱-شیخ فتح سعودی، ۱۲-شیخ سعید قیروانی، ۱۳-شیخ محمد جابر، ۱۴-سیدنا امام حسن، ۱۵-امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۱۶-سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرت شاذلی سے یہ سلسلہ کن مشائخ سے ہوتا ہوا حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے، اس کی تفصیل فی الحال دستیاب نہیں۔

سلسلۂ شاذلیہ کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی محمد سعد اللہ اپنے رسالہ ''رسالۃ فی سلاسل الصوفیۃ'' میں رقم طراز ہیں:

"واعمال هذه الطريقة الشاذلية المنسوبة الٰى السيد ابى الحسن علی بن محمد الشاذلی الرياضات بالزهدو المجاهدة و كثرة الصوم و تقليل النوم و الخروج الى الصحراء و الاقامة عند القبور و ترک التسبب بامور دار الغرور و اكثر و ردهم تلاوة القران و قرأة الحزب المنسوب اليه قدسنا الله بسره و تكرار "العلى العظيم و العليم الحليم و العزيز الرحيم" و ذكرهم كلمة التوحيد بترديد الراس بالنفى يمينا و الاثبات شمالامن غير ضرب".

[رسالۃ فی سلاسل الصوفیۃ، مفتی محمد سعد اللہ، قلمی، ص ۱۶-۱۷-مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اندراج، ۵/ ۲۹۷.۷ ۱۲احسن عربیہ-اس رسالہ کا اردو ترجمہ اضافات جدیدہ کے ساتھ ناچیز نے مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو "سلاسل صوفیہ" کے نام سے منتظر اشاعت ہے-۱۲-ساحل]

ترجمہ: سیدنا سید ابوالحسن علی بن محمد شاذلی قدس سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب اس سلسلۂ شاذلیہ کے خاص اعمال یہ ہیں کہ اس میں زاہدانہ ریاضتیں اور مجاہدے کرائے جاتے ہیں، کثرت سے روزے رکھتے ہیں۔ بہت کم سوتے ہیں، ذکر الٰہی کے لیے صحرا کی جانب نکل جاتے ہیں، قبروں کے پاس دیر تک ٹھہرے رہتے ہیں۔ اسباب دنیا جمع کرنے سے بے نیاز رہتے ہیں۔ کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہیں اور حزب البحر شریف پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بانی سلسلہ کے اسرار باطن سے سرفراز فرمائے۔ سلسلۂ شاذلیہ سے وابستہ حضرات ان تین کلمات کی خوب تکرار کرتے ہیں:

"اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَ الْعَلِیْمُ الْحَلِیْمُ وَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ"

شاذلیوں کے ذکر کا انداز یہ ہے کہ کلمۂ توحید ادا کرتے وقت کلمۂ نفی لا الٰہ میں سر کو دائیں جانب پھیرتے ہیں اور کلمۂ اثبات الا اللہ میں سر کو بائیں جانب گھماتے ہیں لیکن سینے پر ضرب نہیں لگاتے۔۱۲-ساحل

اس سلسلے کی اجازت وخلافت بھی حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کو حاصل تھی۔ حضرت علامہ آزاد بلگرامی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

"پھر طریقۂ شاذلیہ رفاعیہ مولانا سلطان خابوری علیہ الرحمہ سے حاصل کیا۔

دونوں طریقوں کا شجرہ آپ کے اجازت نامے میں درج ہے" [مآثر الکرام، ص ۲۳۴]

حضرت مولانا سلطان بن ناصر خابوری نے صرف سلسلے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ سلسلۂ شاذلیہ کے جملہ اوراد واحزاب کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ کی سند اجازت کا آخری اقتباس بھی مآثر الکرام میں درج ہے۔ حضرت خابوری فرماتے ہیں:

" وقد اجزتُ السيد محمد القادری المذكور بالكتب المذكورة وما تضمنه هذه الاوراق و بأحزاب الشيخ ابى الحسن الشاذلى واوراده، يلقن ذلک الفقراء والاخوان أى وقت شاء فى أى مكان شاء و كيف شاء لأهلية ذلک. سلک الله بنا وبه أحسن المسالک . سائل من السيد محمد القادری وانا العبد الفقير سلطان بن ناصربن احمد الخابوری بلداً ثم البغدادی الجبوری [بضمتين، قبيلة] الشافعی مذهباً، الاشعری اعتقاداً، القادری الرفاعی ثم الشاذلی طريقةً أن لا ينسانی من صالح دعواته فی خلواته وجلواته بحسن الخواتم مع العافية والحمد لله وحده والسلام على من لا نبی بعده " [مآثر الکرام، ص ۲۳۶]

ترجمہ: میں نے سید محمد قادری موصوف کو مذکورہ بالا کتابوں اور ان اوراق میں درج ساری چیزوں اور شیخ ابوالحسن شاذلی کے احزاب واوراد کی اجازت دی۔ وہ جس وقت اور جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں، ان اوراد واحزاب کی اجازت فقرائے محمدی اور برادران طریقت کو عطا کریں، کیوں کہ وہ اس کے اہل ہیں۔ سید محمد قادری سے صرف اتنا سوال ہے کہ مجھ بندۂ فقیر سلطان بن ناصر بن احمد جو وطن کے لحاظ سے خابوری پھر بغدادی جبوری ہے، فقہی مذہب کے اعتبار سے شافعی، اعتقادی اعتبار سے اشعری اور طریقت کے لحاظ سے قادری رفاعی پھر شاذلی ہے، کے لئے اپنی خلوت اور جلوت میں عافیت کے ساتھ حسن خاتمہ کی دعا فرماتے رہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک کے لئے حمد ہے اور درود وسلام ہو اس ذات کریم پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

سلسلۂ رفاعیہ: یہ سلسلہ سیدنا سید احمد کبیر بن ابوالحسن علی رفاعی قدس سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب ہے جو سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھے۔ آپ کا یہ سلسلہ اس طور سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے:

۱-حضرت سید احمد کبیر رفاعی ،۲-شیخ علاء الدین علی واسطی ،۳-شیخ ابوالفضل بن کمقاب،
۳-شیخ علی بن علام،۴-شیخ علی بازی ،۵-شیخ علی عجمی ،۶-شیخ ابوبکر شبلی ،۷-سید الطائفہ
جنید بغدادی ،۸-شیخ سری سقطی ،۹-خواجہ معروف کرخی ،۱۰-شیخ داؤد طائی ،۱۱-خواجہ حبیب
عجمی ،۱۲-خواجہ حسن بصری ،۱۳-امیر المومنین مولائے کائنات ابوتراب علی مرتضیٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین ،۱۴-سید المرسلین نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سید احمد کبیر رفاعی حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خاندان سے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: سید احمد کبیر بن سید ابوالحسن علی بن سید احمد بن سید یحییٰ بن سید حازم بن سید علی بن سید رفاعہ مغربی قدست اسرارہم۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوالحسن علی بلاد مغرب سے ہجرت کر کے بصرہ کے اکبر بطائح کے قریب ام عبیدہ گاؤں میں آ بسے تھے۔ یہیں آپ کی ولادت ۵۰۰ھ/ ۱۱۰۶ء میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت والد ماجد اور ماموں حضرت منصور بطائحی کے زیر سایہ ہوئی۔ ۲۷ ربرس کی عمر تک آپ تحصیل علوم میں مصروف رہے۔ افاضل روزگار اور اکابر اولیاء اللہ میں شمار ہوئے۔ حضرت رفاعی نے بیعت وخلافت کا شرف حضرت شیخ ابوالفضل علی واسطی سے حاصل کیا اور خرقۂ خلافت اپنے ماموں حضرت منصور بطائحی سے پایا۔ حضرت منصور کا وصال ۵۴۰ھ میں ہوا، اس کے بعد حضرت شیخ احمد رفاعی ان کے سجادہ نشین ہوئے۔ اخیر عمر میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خصوصی باطنی فیوض حاصل ہوئے۔ سرکار غوث اعظم نے جب " قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ" فرمایا تو دنیا کے سارے مشائخ نے گردنیں خم کردی تھیں، ان میں دس ابدال وقت بھی تھے۔ ان ابدال میں حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ مسالک السالکین میں ذکر ہے:

''حضرت شیخ بقا بن بطوء رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم الاعزب بن شیخ ابوالحسن علی الرفاعی سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے میرے ماموں حضرت شیخ احمد الرفاعی سے پوچھا کہ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو " قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ" کل ولی اللہ فرمایا تو کیا آپ اس کہنے پر من جانب اللہ

مامور ہوئے تھے؟ فرمایا: بے شک وہ مامور ہوئے تھے۔'' [مسالک السالکین، ۱/ ۳۴۱]

دربارِ رسالت میں آپ کس قدر مقبول تھے، اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حاضر دربار ہو کر ایک نعتیہ قصیدہ عرض کیا تو سرکار کا دست اقدس قبر اطہر سے نمودار ہوا اور آپ نے دست بوسی فرمائی۔ فتاویٰ رضویہ میں بہجۃ الاسرار اور امام جلال الدین سیوطی کے حوالے سے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ممدوح قدس سرہٗ الشریف کا روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور یہ اشعار عرض کرنا ہے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها   تقبل الارض وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت   فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

ترجمہ: جب دور تھا تو اپنی روح کو آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا جو میری طرف سے زمین بوسی کرتی تھی، اب آپ کا غلام مجسم حاضر بارگاہ ہے۔ حضور دست کرم بڑھائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کریں۔

اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک روضۂ انور سے باہر کرنا اور حضرت احمد رفاعی کا اس کے بوسہ سے مشرف ہونا مشہور وماثور ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ جدید، ۲۹/ ۳۶۷]

حضور غوث پاک کی بارگاہ میں آپ کو خصوصی قرب حاصل تھا۔ شیخ محمد بن خضر اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضور غوث پاک کی خدمت میں حاضر تھا۔ دل میں خیال گذرا کہ مجھے حضرت احمد رفاعی سے بھی نیاز حاصل کرنا چاہئے۔ اس خیال کے آتے ہی حضور غوث پاک نے فرمایا کہ اے خضر! شیخ احمد رفاعی سے ملاقات کرو۔ میں نے دیکھا تو آپ کے بازو کی طرف ایک باہیبت بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اٹھ کر ان کو سلام کیا اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے فرمایا: اے خضر! جو شخص حضرت محبوب سبحانی جیسے بزرگ کو دیکھ لے، اس کو مجھ جیسے شخص سے ملنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ یہ فرما کر وہ غائب ہوگئے۔'' [مسالک السالکین، ۱/ ۳۴۸]

مناقب غوثیہ میں شیخ ابو محمد عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ حضور غوث پاک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن اپنا خادم حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کے پاس بھیجا اور اُن سے دریافت کیا کہ عشق کیا ہے؟ حضرت سید رفاعی نے یہ سن کر ایک آہ جگر سوز کھینچی اور فرمایا: عشق ایک آگ ہے جو ماسویٰ اللہ کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ اس آہ جگر سوز کے اثر سے وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا جس کے نیچے حضرت رفاعی کھڑے تھے۔ پھر وہ آگ آپ کے جسم مبارک میں بھڑک اٹھی اور آپ کا پورا وجود جل کر خاکستر ہو گیا۔ پھر آپ پانی ہو کر برف کی مانند جم گئے۔ خادم یہ منظر دیکھ کر بد حواس ہو گیا اور دوڑا ہوا حضور غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور اس برف کے اردگرد کی جگہ کو عطر اور بخور سے معطر کرو، ان شاء اللہ حضرت رفاعی اپنی اصلی حالت میں واپس آجائیں گے۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ حضرت رفاعی کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد صاحب مسالک السالکین [۱/۳۴۵] لکھتے ہیں:

''سید صاحب کو جس قدر نعمتیں آپ [سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ] سے حاصل ہوئیں اور کو اُس کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہوئیں۔ آپ [سرکار غوث پاک] نے فرمایا ہے کہ جو ولی اس مقام فنا در فنا میں پہنچتا ہے پھر اپنے قالب عنصری کی طرف رجوع نہیں کر سکتا سوائے دو اولیا کے، ایک سید رفاعی صاحب، ایک اور ولی جو زمانہ ماسبق میں گذرے۔ آپ [سرکار غوث پاک] سید رفاعی صاحب کی مدح میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

كذا ابن الرفاعي كان مني   يسلك لي طريقي و اشغالي

حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کی کرامات اور خوارق عادات کثیر ہیں۔ آپ کے ادنیٰ درجے کے مرید درندوں پر سوار ہوا کرتے تھے اور سانپ وغیرہ زہریلے حشرات الارض کو ہاتھ میں لے لیا کرتے اور آگ میں گھس جایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے کھجور کے درختوں پر چڑھتے اور زمین پر گر پڑتے لیکن اُن کو ذرا بھی اذیت نہیں پہونچتی تھی۔ [مسالک السالکین، ۲/۳۹]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولیت عامہ سے سرفراز کیا تھا۔ سبط ابن الجوزی کہتے ہیں کہ ان کے شیوخ میں سے ایک کے بیان کے مطابق حضرت رفاعی کے پاس شعبان کی ایک رات کو ایک لاکھ آدمی دیکھے گئے۔ [اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، الفیصل لاہور، ۲/۹۸۴]

سلسلۂ رفاعیہ کی عملی خصوصیتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مفتی محمد سعد اللہ اپنی کتاب: ''رسالۃ فی سلاسل الصوفیۃ'' میں رقم طراز ہیں:

"و اعمال هذه الطريقة الجليلة الرفاعية المنسوبة الى القطب السيد احمد الرفاعي هي الزهدو المجاهدة و السترعلى عيوب الخلق و الشفقة عليهم و ترك الالتفات إلى الدنيا و دوام الاشتغال بالاذكار الجليلة و اكثر ذكرهم: "هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" الفاليلاونهارا". [رسالۃ فی سلاسل الصوفیۃ، مفتی محمد سعد اللہ، قلمی، ص۱۲]

ترجمہ: قطب عصر حضرت سید احمد رفاعی سے منسوب جلیل الشان سلسلۂ رفاعیہ کی ممتاز عملی خصوصیتیں یہ ہیں کہ اس سلسلے کے وابستگان زاہدانہ مجاہدہ کرتے ہیں، مخلوق کے عیوب کی پردہ پوشی کرتے ہیں، ان کے ساتھ شفیقانہ برتاؤ رکھتے ہیں، دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور عظیم اذکار و اشغال میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں۔ وہ اکثر و بیشتر: "هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" اور "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" کو شب و روز میں ایک ہزار بار ادا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا سلطان بن ناصر خابوری قدس سرہٗ سے اس سلسلے کی بھی حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کو اجازت و خلافت حاصل تھی جیسا کہ سلسلۂ شاذلیہ کے ذیل میں مآثر الکرام کا حوالہ گذرا لیکن حضرت سید احمد کبیر رفاعی سے حضرت شاہ سلطان بن ناصر خابوری تک یہ سلسلہ کن مشائخ سے ہوتا ہوا پہنچا، اس کی تفصیل نہ مل سکی۔

ان باعظمت خلافتوں کی برکتیں سمیٹتے ہوئے جب آپ بلگرام شریف واپس ہوئے تو دائرۂ قادریہ کی تاسیس فرمائی اور عرب سے لے کر عجم تک سلسلۂ قادریہ ہی رائج فرمایا۔ یہ آپ کی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے پناہ عقیدت اور اپنے شیخ میں فنائیت کی دلیل ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے

اس نیاز مند کو خوب نوازا۔ جس کا جی چاہے اس قادری درویش کی بارگاہ میں جا کر اپنی آنکھوں سے فیضانِ غوثیت مآب ملاحظہ کر لے۔

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ اخیر وقت میں بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ علامہ آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کا بیان ہے:

"آخر کار بلگرام کو تشریف ارزانی بخشی اور گوشہ نشین ہو گئے۔ نماز کی ادائیگی کے اوقات کے علاوہ گھر سے باہر بہت کم نکلتے۔ پنجگانہ نماز محلّہ کی جامع مسجد میں ادا فرماتے۔ امامت بھی کرتے اور نہایت خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت فرماتے"۔ [مآثر الکرام، ص۲۳۷]

حضرت سید قادری قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے پوتے سید غلام عمادالدین عرف غلام میاں اپنے جد بزرگوار سید محمد قادری کے سجادہ نشین ہوئے۔ سید غلام عمادالدین [م۱۲۰۴ھ] کے وصال کے بعد ان کے بھتیجے سید باسط علی ولد سید علی مرتضیٰ سجادہ نشین ہوئے۔ سید باسط علی کے بعد یہ سجادگی ان کے صاحبزادے سید مرتضیٰ کو ملی۔ ان کے بعد یہ سجادگی بھی سادات بیچ بھیا میں سے حضرت سید عبدالرسول علیہ الرحمہ کو منتقل ہو گئی۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی روحانی فیوض و برکات سے سرفراز صاحب العرفان، کاشف الحقیقت منصب قطبیت پر فائز تھے۔ آپ کے مرشد برحق سیدنا شیخ یٰسین حموی بغدادی قدس سرہٗ صاحب سجادہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو صاحب العرفان اور کاشف الحقیقت کے گرامی القاب عطا فرمائے اپنے مشائخ سلاسل کی روایات کے پاسدار اور ان کے روحانی خزانوں کے امین تھے۔ قرب الٰہی کی وہ اعلیٰ منزلیں نصیب تھیں کہ حیات مبارکہ میں بھی طالبین کے لیے مرجع حاجات اور قبلۂ مقصود تھے اور آج بھی کثیر خلق خدا شب و روز آپ کے آستانۂ کرم پر حاضر ہو کر مقاصد حسنہ حاصل کرتی ہے اور مصائب و آلام سے نجات پاتی ہے۔ بغداد مقدس سے لے کر دہلی اور دہلی سے لے کر بلگرام شریف تک لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے دست اقدس پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئی اور بے شمار لوگوں نے آپ کے

دست مبارک پر گناہوں سے توبہ کی۔ یادِ حق اور شوق الٰہی کا جو روشن سلسلہ آپ کے مبارک وجود سے قائم ہوا، اس کی برکتیں آج بھی محسوس کی جا سکتی ہیں۔

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کے ایک فیض یافتہ مرید فاضل کا تذکرہ مآثر الکرام میں درج ہے۔ علامہ آزاد بلگرامی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

"شیخ فخر الدین احمد مانکپوری بلگرامی، ملک بہاء الدین معروف بہ ملک بھلّے کے فرزند ہیں۔ ملک بھلّے خورد پورہ کے رہنے والے ہیں اور انصاری الاصل ہیں۔ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ کے فرزندوں میں ہیں۔ آپ کا خاندان ملک کے نام سے مشہور ہوا۔ اس لقب پانے کی وجہ ملک فیض اللہ سے پوچھی گئی جو ملک بہاء الدین کے چچازاد بھائیوں میں ہوتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہمارے بزرگوں کو سلطانی فرامین اور سرکاری رجسٹروں میں ملک الامراء لکھا گیا ہے، اس لیے ہم لوگ خود کو ملک کہتے ہیں۔

ملک بہاء الدین کسی تقریب میں بلگرام سے مانکپور گئے ہوئے تھے۔ شیخ فخر الدین احمد وہیں پیدا ہوئے، اسی لیے انہیں مانکپوری سے شہرت ہوئی۔ کتب درسی کی مختصرات والد ماجد کی خدمت میں رہ کر پڑھیں۔ پھر والد کے اشارے پر استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور تمام کتابیں مکمل کیں۔ فقاہت میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ میر سید قادری بلگرامی قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور یادالٰہی کا توشہ کمر سے باندھ کر زندگی کی منزلیں پیر و مرشد کی خدمت میں ہی طے فرمائیں۔ ۱۱۴۰ھ-۱۱۴۵ھ کے درمیان منزل آخرت سے ہمکنار ہوئے۔" [مآثر الکرام اردو، ص۲۵۷، ۳۵۰]

صاحب العرفان، کاشف الحقیقت، قطب العصر مظہر غوث اعظم سیدنا سید محمد قادری قدس سرہٗ تسخیر اجنہ میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے حلقہ بگوشوں میں جناتوں کی خاصی تعداد تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک طویل العمر مسلمان جن حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں اپنی طویل زندگی سے اُکتا گیا ہوں۔ میری عمر ہزاروں سال ہے۔ کربلا کا سانحہ میرے سامنے ہوا ہے۔ آپ مجھے ختم کر دیں۔ آپ نے فرمایا: میں بھلا یہ کیسے کر سکتا ہوں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ فجر کے وقت

اوراد و وظائف میں مصروف تھے کہ وہی جن ایک نحیف و لاغر سانپ کی صورت میں آپ کے مصلے کے پاس ظاہر ہوئے۔ آپ نے انہیں دو تین بار وہاں سے چلے جانے کو فرمایا لیکن وہ نہیں گئے۔ آخرکار آپ نے ایک چوبدستی سے ہلکی سی ضرب رسید کی، اسی سے ان کی موت ہوگئی۔ آپ نے اسی حجرے میں ایک کنارے انہیں دفن کر دیا۔

آج بھی یہ واقعہ رونما ہوتا ہے جس کے کثیر گواہ موجود ہیں کہ ایک سفید رنگ کا سانپ آتا ہے، حضرت کے مزار پاک کا طواف کرتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔

بلگرام شریف میں کثیر تعداد میں مردان خدا آرام فرما ہیں۔ یہ روایت زبان زد عام ہے کہ یہاں اٹھارہ سو عرفا، مشائخ، علما اور کاملین آسودۂ خواب ہیں لیکن جو مرجعیت حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کو حاصل ہے، وہ اپنے آپ میں منفرد ہے۔ اراکین خاندان سے لے کر عوام تک ہر مشکل وقت میں سب سے پہلے دائرۂ قادریہ میں حاضر ہوکر حضرت کے مزار پاک پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ سحر، آسیب اور دیگر امراض کے کثیر مریض روزانہ حاضر ہوکر شفا پاتے ہیں اور یہ سلسلہ قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی بارگاہ الٰہی میں بے پناہ مقبولیت کی روشن نشانی ہے۔ حضرت کے تصرفات روحانی کا یہ مسلسل کارواں آج بھی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ حسن صورت اور حسن سیرت کے جامع تھے۔ رب جمیل نے آپ کو صورت کا ایسا جمال بخشا تھا کہ لوگ دیکھ کر مسحور ہوئے جاتے تھے۔ میانہ قد، گلاب کی طرح کھلتا مقدس چہرہ، متوسط جسم، سرگیں اور بڑی غزالی آنکھیں، لبہائے مبارک گلاب کی پنکھڑی کی طرح پتلے اور گلابی۔ جب سفید لباس پر صافہ مبارک زیب سر فرماتے تو ایسا لگتا کہ عالم قدس سے کوئی فرشتہ زمین پر اتر آیا ہے۔ تقدس اور زہد و اتقا کا نور پورے وجود میں گلاب پر شبنم کا اثر پیدا کرتا۔

حسن اخلاق کا وافر حصہ بھی آپ کو بارگاہ قدرت سے ملا تھا۔ تواضع، ادب، بے ریائی، غمگساری، نرم گفتاری، وعدہ وفائی، حاجت روائی، دنیا سے بے نیازی،

ایثار، خلوص، خلق خدا سے ہمدردی اور محبت، اخلاق کے یہ سبھی گوشے آپ کے دامن وجود میں سمٹے سمٹائے تھے۔ سلسلۂ شاذلیہ میں آپ کے شیخ طریقت، آپ کو ان بلند القاب سے یاد فرماتے ہیں:

"الامام العالم والحبر الهمام الكامل الزاهد الورع العابد بقية السلف، عمدةالخلف، نخبة أئمة الاقتداء وعين نجوم الاهتداء الحسيب النسيب المتخلق بالاخلاق المرضية، المقتفىٰ بآثار السنة النبوية السيد محمدالقادرى بن السيد ضياء اللّٰه الحسينى الواسطى ثم الهندى البلگرامى الحنفى عامله اللّٰه بلطفه الخفى الخ." [مآثر الکرام، ص۲۳۴-۲۳۵]

ترجمہ: ذی علم امام، ممتاز دانش مند، باکمال زاہد محتاط متقی، اسلاف کی روشن نشانی، اخلاف کے لئے بہترین نمونہ اور سند، قابل اقتدا، ائمہ میں انتخاب، نجوم ہدایت کے آفتاب، ممتاز حسب کے مالک، بلند اور روشن نسب والے، نہایت پسندیدہ اخلاق سے آراستہ، سنت نبوی کے آثار کے پیروکار، عالی جناب سید محمد قادری بن سید ضیاء اللہ حسینی واسطی، ہندی بلگرامی حنفی، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے مخفی الطاف وعنایات کا معاملہ فرمائے۔

حضرت علامہ آزاد بلگرامی نے بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق اور ظاہری اور باطنی کمالات کی شہادت دی ہے، جو حضرت سید قادری کے وصال [۱۱۴۵ھ] کے وقت ۲۹ رسال کے جوان رعنا تھے اور جنہوں نے حضرت قادری کے شب و روز دیکھے ہیں۔ حضرت آزاد کی ولادت ۲۵ رصفر ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔ علامہ فرماتے ہیں:

''آپ کا اسم گرامی سید محمد قادری ہے اور طریقت میں آپ کا لقب صاحب العرفان و کاشف الحقیقت ہے۔ آپ جملہ اوصاف ظاہری و باطنی سے متصف تھے اور شریعت مقدسہ کی بڑی پاسداری کرتے تھے۔'' [مآثر الکرام، ص۲۳۱]

صاحب نظم اللآلی لکھتے ہیں: آپ صاحب کمالات اور جامع صفات تھے۔ فضیلت میں بلند رتبہ رکھتے تھے۔ [نظم اللآلی، فارسی، قلمی]

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی پوری زندگی دین اسلام کی رونقیں تقسیم کرتے ہوئے گزری۔ بڑے صاحب کمال، قرأت سبعہ کے قاری تھے۔ مصادر اسلام قرآن و حدیث اور فقہ حنفی پر گہری نگاہ تھی۔ اساتذۂ فن سے اسلامی فنون حاصل کئے تھے، اس لئے طالبین علوم نبویہ آپ کے گرد پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔ عرب و عجم جہاں رہے، خود علم و فن کے فیوض اکابرین اسلام سے حاصل کئے اور طلبہ کو بھی اپنے علمی فیض سے مالا مال فرمایا۔ آپ کی دینی خدمات کا خاص میدان درس و تدریس اور بیعت و ارشاد تھا۔

علم حدیث اور علم قراءت میں آپ کی سند بہت عالی تھی، اس لئے کثرت سے طالبین اور فاضلین نے آپ سے سند حدیث حاصل کی اور قراءت سبعہ کا درس لیا۔ آپ بہت خوش آوازی اور فنی جامعیت کے ساتھ قرآن حکیم تلاوت فرماتے، مقدس اور مقناطیسی شخصیت، طہارت باطن کا نور اور اس پر فن کا کمال۔ دل کا عالم زیر و زبر ہو جاتا۔ عراق میں آپ نے بارہویں صدی کی ایک دہائی سے زیادہ اوقات گزارے، پھر دہلی تشریف لائے، جہاں کئی سال قیام رہا اور کثیر اصحاب ذوق نے استفادہ کیا۔ اخیر کے دس پندرہ سال وطن عزیز بلگرام شریف میں گزارے۔ گرچہ اس دوران گوشہ نشین ہو گئے تھے لیکن ارباب ذوق کی تسکین کے لئے آپ کا در کشادہ تھا۔

درس و تدریس اور بیعت و ارشاد اور روحانی سطح پر حاجت روائی مخلوق آپ کی دینی خدمات کے مخصوص زاویے ہیں۔ تصنیف و تالیف یا شعر و سخن کی روایت آپ کے تعلق سے ناچیز کو دستیاب نہیں ہوئی۔

حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کا عقد مسنون اپنے صغروی خاندان میں ہی کسی خاتون کے ہمراہ ہوا۔ میں نے حضرت کی اہلیہ کا متعین نام اور ان کی خاندانی شاخ کا پتہ لگانے کے لئے روضۃ الکرام کے سارے نسب نامے کھنگال ڈالے، مآثر الکرام اور نظم اللآ لی کے اوراق بھی دیکھے لیکن پتہ نہ چل سکا۔ البتہ اتنا متعین ہے کہ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی نسل میں رشتہ طے ہوا، کسی دوسرے خاندان میں نہیں۔

مخدوم گرامی حضرت سید اویس میاں دام ظلہ نے فرمایا کہ سید خواجہ معین الدین بن سید عبدالوہاب بن سید اجمل بلگرامی کی صاحبزادی کے ہمراہ آپ کا عقد مسنون ہوا تھا۔

حضرت سید محمد قادری کے ایک صاحبزادے سید محمد اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی کا عقد مسنون سید باسط علی بن سید محمد مرتضٰی بن سید محمد طاہر بن سید محمد ہاشم عرف مینڈا ابن سید محمد بن شریف بن سید عمر بن سید بدرالدین بدلے کے ہمراہ ہوا۔

ان کے بعد اکلوتے صاحبزادے سید محمد تولد ہوئے، ان کے بعد چھوٹی صاحبزادی تھیں جن کا نکاح سید محمد عاشق بن سید محمد کے ہمراہ ہوا۔

حضرت سید قادری کے اکلوتے صاحبزادے سید محمد کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلا نکاح حضرت قادری کے منجھلے بھائی سید محمد اشرف بن سید ضیاء اللہ کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادے سید غلام عمادالدین عرف غلام میاں اور صاحبزادی تولد ہوئیں۔ پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد آپ نے دوسرا عقد اپنے تایا سید احمد بن سید ضیاء اللہ کے صاحبزادے سید محمد مہدی کی صاحبزادی سے کیا۔ ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے: ۱- سید علی مرتضٰی، ۲- سید علی مقتدیٰ معروف بہ سید محمد مرتضٰی زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس۔ دوسری اہلیہ کے انتقال کے بعد آپ نے تیسرا عقد سید علی رضا عرف بساون بن سید نظام الدین بدلے زئی کی صاحبزادی کے ہمراہ کیا جن سے غالباً کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سید محمد قادری کے بڑے پوتے سید غلام عمادالدین بن سید محمد کا عقد مسنون سید حیات اللہ بن سید مرتضٰی بدلے زئی کے ہمراہ لیکن کوئی اولاد نہ رہی۔ دوسرے پوتے سید علی مرتضٰی بن سید محمد کا نکاح سید محمد امین بدلے زئی کی صاحبزادی امت بی بی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادی احسان فاطمہ تھیں جن کا عقد سید حسن حیدر بن سید عبدالغفار کے ہمراہ ہوا اور ایک صاحبزادے سید باسط علی تھے جو اپنے پردادا حضرت سید محمد قادری کے سجادہ نشین بھی ہوئے۔

سید علی مرتضٰی کے بعد سید محمد بن سید قادری کی ایک صاحبزادی آمنہ بی بی

تھیں جن کا عقد سید ہاشم علی بن سید نزبر علی بن سید محمد فاضل بن سید حبیب اللہ بن سید قطب عالم بن سید دولارے بن سید عبد النبی زئی کے ہمراہ ہوا جن سے صرف ایک صاحبزادے سید فضل امام تولد ہوئے۔

حضرت سید محمد قادری کے تیسرے پوتے جو آپ کی پوتی سیدہ آمنہ کے بعد پیدا ہوئے، سید علی مقتدیٰ عرف سید محمد مرتضٰی زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس ہیں جن کا مستقل تذکرہ ابھی آتا ہے۔

❁ صاحب تاج العروس علامہ سید مرتضٰی زبیدی بلگرامی قدس سرہٗ:

جس سال آپ کے جد امجد حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کا وصال ہوا، اسی سال [۱۱۴۵ھ] آپ کی ولادت ہوئی۔ محلّہ میدان پورہ کے علمی اور روحانی ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت خاندان میں ہوئی، بعد میں ہندوستان کے دیگر علما اور مشائخ سے بھی درسی کتابیں پڑھیں اور علوم قرآن وحدیث سیکھے۔ بارہ سال کی عمر میں شیخ صبغۃ اللہ خیرآبادی [م ۱۱۵۷ھ] علامہ احمد بن علی سندیلوی سے معقولات وغیرہ کا درس لیا۔ الٰہ آباد میں شیخ محمد فاخر زائر الٰہ آبادی سے تعلیم حاصل کی۔ آگرہ میں شیخ محمد یاسین عباسی سے پڑھا، دہلی میں مسند وقت شاہ ولی اللہ دہلوی [م ۱۱۷۶ھ] اور محدث کبیر علامہ نور الدین محمد مقبولی [م ۱۱۷۶ھ] سے پندرہ سال کی عمر میں درس حدیث لیا۔ پھر مشہور محدث محمد حیات سندھی کے عزیز شاگرد علامہ خیر الدین محمد زاہدی سورتی [۱۲۰۶ھ] سے ایک سال تک سورت میں رہ کر اکتساب فیض کیا۔ ۱۱۶۴ھ میں عین عنفوان شباب میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حج بیت اللہ اور روضۂ نبی کی زیارت کے بعد آپ نے زبید [یمن] کا رخ کیا جہاں شیخ عبدالخالق زبیدی سے علم حدیث کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد مصر تشریف لے گئے اور کثیر علما اور مشائخ سے استفادہ کیا۔ حرمین طیبین، یمن اور مصر میں آپ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی نے ابجد العلوم کی تیسری جلد میں تیرہ صفحات میں آپ کی اسناد واجازات اور شیوخ کا تذکرہ علامہ زبیدی کی

تصانیف اور ایک مکتوب کے حوالے سے کیا ہے۔ نواب صاحب اخیر میں لکھتے ہیں:

”وقد أقام رحمه اللّٰه بِزَ بيد حتى قيل له الزبيدى و اشتهر بذلک و اختفى علىٰ كثير من الناس كونه من الهند و من بلجرامها وقد ذكر فى برنامجه الذى كتبه للسيد باسط على بن السيد على بن السيد محمد بن السيد قادرى بمصر نحوا من ثلث مائة مشائخ له الذين اخذ عنهم العلم وسمىٰ منهم من علماء الهند ومشائخها الشيخ المحدث العلامة محمد فاخر بن محمديحيىٰ الا لٰه آبادى المتخلص بالزائر ومسند الوقت الشيخ ولى اللّٰه المحدث الدهلوى صاحب كتاب حجة اللّٰه البالغة ، قال وحضرتُ بمنزله فى دهلى وقد اجاز له مشائخ المذاهب الاربعة و علماء البلاد الشاسعة ولقى الشيخ اباالحسن بن محمد صادق السندى المدنى صاحب الشروح علىٰ الصحاح الستة والمولوى خيرالدين السورتى بن محمد زاهد وغيرهما“ [ابجد العلوم ۳/۲۱۷]

حضرت علامہ سید مرتضٰی زبیدی بلگرامی نے زبید میں اقامت اختیار کی، اسی لئے انہیں زبیدی کہا جانے لگا اور اس نسبت کی ایسی شہرت ہوئی کہ بہت سے لوگوں پر ان کا ہندوستانی اور بلگرامی ہونا واضح نہ ہوسکا۔ علامہ زبیدی نے اپنے بھتیجے سید باسط علی کے لئے جو خودنوشت تحریر فرمائی تھی، اس میں ذکر ہے کہ آپ نے تین سو سے زائد مشائخ اور علما سے علوم حاصل کئے۔ اپنے ان اساتذہ کی صف میں آپ نے ہندوستانی علما ومشائخ میں سے شیخ محدث علامہ محمد فاخر بن محمد یحیٰی الہ آبادی زائر، مسند وقت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی مصنف ”حجۃ اللہ البالغۃ“ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے بارے میں تحریر فرمایا کہ میں دہلی میں ان کے دولت کدے پر حاضر ہوا۔ حضرت علامہ زبیدی کو چاروں فقہی مذاہب [حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی] اور دور دراز ملکوں کے مشائخ نے اپنی اجازت اور اسناد سے سرفراز کیا۔ شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی مدنی جنہوں نے صحاح ستہ کی شرحیں لکھی ہیں اور مولانا خیر الدین سورتی بن محمد

زاہد وغیرہ جیسے ہندوستانی مہاجر مشائخ سے علامہ زبیدی کی ملاقات رہی ہے۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی کا اسم گرامی سید علی مقتدیٰ تھا۔ جب آپ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین حضرت سید احمد بن سید یٰسین حموی قدس سرہما کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے تو مرشد گرامی نے آپ کا نام مقتدیٰ کی جگہ مرتضیٰ کر دیا۔ غالبًا اس کی وجہ یہ رہی ہوگی کہ لفظ مقتدا میں بزبان خود بڑائی اور رعونت کی بو آتی ہے اور شریعت وطریقت دونوں تواضع اور انکساری کی تعلیم دیتے ہیں۔ نام کا شخصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے، اس لئے مرشد برحق نے بالکل ملتا جلتا پیارا نام تجویز فرمایا: مرتضیٰ جو ان کے جد کریم مولائے کائنات کا لقب بھی ہے اور معنوی اعتبار سے بھی بہت عمدہ ہے: برگزیدہ، پسندیدہ۔ صاحب نظم اللآلی لکھتے ہیں:

’’آپ ابتدائی عمر میں درسی کتابیں وطن میں مکمل کر کے شاہجہان آباد [دہلی] گئے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ پھر بیت اللہ شریف کی زیارت کو گئے۔ ارکان حج اور زیارت رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوکر نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ تشریف لے گئے جہاں امام عالی مقام سیدنا حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کر کے بغداد مقدس روانہ ہوئے۔ وہاں کے بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری دے کر حضرت سید احمد بن سید شاہ یٰسین سجادہ نشین غوث الثقلین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت ارادت حاصل کر کے حضرت شاہ یٰسین حموی قدس سرہٗ کا خرقۂ خلافت پہنا۔ پھر اپنا نام محمد مرتضیٰ یمنی ظاہر کر کے وہاں کے اکابر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا، سند حدیث لی پھر مصر جا کر اقامت پذیر ہوگئے۔‘‘ [نظم اللآلی، قلمی]

حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی قدس سرہٗ ان رجال امت سے ہیں جنہیں کسی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ کہا جاتا ہے۔ صدیاں بیت گئیں مگر آپ کا آوازۂ کمال جوں کا توں برقرار ہے۔ سیکڑوں اساتذۂ فن سے استفادے کے بعد آپ نے خود درس وافادہ کی بساط بچھائی اور ہزاروں تشنہ کاموں کو سیراب کیا۔ آپ کے خوان علم

سے خوشہ چینی کرنے والوں میں علما، مشائخ، امرا، والیان مملکت سبھی ہیں۔ آپ نے ہر طور سے علم اور دین کی خدمت کی۔ درس وافتا، تصنیف وتالیف اور بیعت وارشاد آپ کی خدمات کے یہ تین خاص زاویے تھے۔ ان میں سب سے حاوی گوشہ تصنیف و تالیف کا ہے۔ آپ کی تصانیف سو سے زائد ہیں۔ ان میں صرف تاج العروس فی شرح القاموس دس جلدوں میں ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ علامہ کو بھی اپنی اس گرانقدر تصنیف کی عظمت اور مقبولیت کا خوب اندازہ تھا۔ اپنے ایک گرامی استاذ حضرت سید سلیمان بن یحییٰ کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”ومـمّا من اللّٰہ تعالیٰ علیّ انی کتبت علیٰ القاموس شرحاً غریبا فی مـجلدات کوامل جملتها خمس مائة کراس، مکثت مشتغلا به اربعة عشر عاما وشهرین و اشتهر أمره جدا حتی استکتبه ملک الروم نسخة و سلطان دار فـور نسـخة وملک الغرب نسخة و نسخة منها موجودفی وقف امیر الـلوا محمد بیگ بمصر بذل فی تحصلیه الف ریال و الی الآن الطلب من ملوک الاطراف غیر متناہ“. [ابجد العلوم ۳/ ۷۱۷]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا مجھ پر عظیم احسان ہے کہ اس کی توفیق گرامی سے میں نے دس ضخیم جلدوں میں قاموس کی نادر اور مکمل شرح لکھی جس کا مجموعہ پانچ سو دفتر میں مکمل ہوا۔ میں اس شرح کی تصنیف میں مسلسل چودہ سال دو مہینے مشغول رہا۔ اس شرح کو خاصی شہرت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ ملک روم، دارفور، ملک مغرب کے بادشاہوں نے خط لکھ کر مجھ سے اس کا ایک ایک نسخہ منگایا۔ اس شرح کا ایک نسخہ محمد بیگ مصر کے سپہ سالار کی ملکیت میں موجود ہے جسے حاصل کرنے میں اس نے ایک ہزار ریال خرچ کئے۔ ابھی تک اطراف وجوانب کے بادشاہوں کی طرف سے اس شرح کی طلب کا غیر متناہی سلسلہ جاری ہے۔ ۱۲۔ ساحل

کشف الظنون میں آپ کی تصانیف کے ذیل میں ان کتابوں کے نام ملتے ہیں:

۱ – اتـحـاف الاصفیاء بسلاسل الاولیاء. ۲ –اتحاف اهل الاسلام بمایتعلق بالـمـصـطفیٰ وآل بیته الکرام. ۳– اتحاف السادة المتقین فی شرح احیاء

علوم الدین. [۱۰ر جلدیں]۴– اتحاف سید الحی بسلاسل بنی طی .۵– الاحتفال بصوم الست من شوال.۶– الاربعون المختلفة فی ماوردن فی الاحادیث فی ذکر عرفة.۷– اسعاف الاشراف مقامة.۸–اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفیٰ وفضائل آل بیته الطاهرین.۹– اعلام الاعلام بمناسک بیت اللّٰه الحرام.۱۰– الفیة السند ومناقب اصحاب الحدیث.۱۱– الانتصار لوالد النبی المختار صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و سلم.۱۲– ایضاح المدارک عن نسب العواتک. [اس کا مخطوطہ انٹرنیٹ پر دستیاب ہے: 4shared.com]۱۳– بذل الجهود فی تخریج حدیث:شَیَّبَتنِی سورةُ هود. ۱۴– بلغة الاریب فی مصطلح آثار الحبیب. [مصر سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوئی]۱۵– تاج العروس من جواهر القاموس [۱۰ر جلدیں] .۱۶– ترویح القلوب بذکر ملوک بنی ایوب .۱۷ –التعلیقة علیٰ مسلسلات ابن عقیلة.۱۸–التفتیش فی معنی لفظ درویش . ۱۹– تکملة القاموس للفیر و ز آبادی. ۲۰– تنبیه العارف البصیر علیٰ اسرار الحزب الکبیر. [مصر سے ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی]۲۱– تنسیق قلائد المنن فی تحقیق کلام الشاذلی ابی الحسن. ۲۲–عقود الجواهر المنیفة فی اصول ادلة مذهب الامام ابی حنیفة.۲۳–حدیقة الصفا فی والدی المصطفیٰ.۲۴–حسن المحاضرة فی آداب البحث و المناظرة. ۲۵– حکمة الاشراق الی کتاب الآفاق. [مصر سے ۱۹۰۴ء میں یہ رسالہ طبع ہوا جسے پروفیسر عبدالسلام محمد ہارون نے ترتیب دیا ہے]۲۶– رشف زلال الرحیق فی نسب حضرة الصدیق رضی اللّٰه عنه . ۲۷– رشقةالمدام المختوم البکری من صفوة زلال صبغ القطب البکری.۲۸– رفع الشکوی لعالم السرو النجوی. ۲۹– رفع الکل عن العلل .۳۰– رفع قاب الحقا عمن انتمی الی وفاوابی الوفا.۳۱– زهر الاکام المنشق عن جیوب الالهام بشرح صیغة سید ی عبدالسلام.۳۲– شرح الصدر فی شرح اسمآء اهل بدر.

۳۳–العروف المجلیة فی طرق حدیث الاولیة.۳۴– العقد الثمین فی طرق الالباس والتلقین.۳۵– عقیلةالاتراب فی سند الطریقة والاحزاب.۳۶–قلنسوة التاج رسالة الفه باسم ابن بدیر المقدسی . ۳۷– القول المبتوت فی تحقیق لفظ التابوت.۳۸–کشف الغطا عن صلاة الوسطی. ۳۹–کشف اللثام عن آداب الایمان والاسلام.۴۰– لقط اللآلی من الجوهر الغالی فی اسانید الاستاذالحفنی.۴۱– المربی الکابلی فیمن روی عن الشمس البابلی.۴۲– المرقاة العلیة بشرح الحدیث المسلسل بالاولیة.۴۳– المقاعد العندیة فی المشاهدالنقشبندیة.۴۴–المنح العلیة فی الطریقة النقشبندیة.۴۵– منح الفیوضات الوفیة فیما فی سورة الرحمٰن من اسرار الصفة الالهیة . ۴۶–المواهب الحلیة فیما یتعلق بحدیث الاولیة. ۴۷ مواهب رب البریة بالامالئج الشیخونیة.۴۸– النفحة القدسیةفی واسطة البضعة العیدروسیة.۴۹– نشوة الارتیاح فی بیان حقیقة المیسر والقداح. [لائیڈن سے ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوئی۔ اس کے دو قلمی نسخے برلن اور قاہرہ میں ہیں] ۵۰– النوافح المسکبة علی الفوائح الکشکیة. ۵۱– هدیة الاخوان فی شجرة الدخان. یہ رسالہ مجلّہ العرب، مصر ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔[کشف الظنون، ۶/ ۳۴۷]

نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی نے ابجد العلوم میں درج ذیل مزید تصانیف کے اسماء بھی پیش کئے ہیں:

۵۲– انالة المنیٰ فی سر الکنیٰ.۵۳– رسالة فی اصول الحدیث . ۵۴– رسالة فی اصول المعمیٰ.۵۵–اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن والحسین.۵۶– الابتهاج بذکر امر الحاج.۵۷– التعریف بضروری علم التصریف.۵۸– اتحاف بنی الزمن فی حکم قهوة الیمن.۵۹–الدرة المضئیة فی الوصیة المرضیة [منظوم].۶۰. ارشادالاخوان الی الاخلاق الحسان [منظوم].۶۲– شرح الفیة السند.۶۳– الازهار المتناثرة فی

الاحادیث المتواترة. [اس کا انتخاب نواب صدیق حسن خان نے شائع کرایا] ۶۴– **تحفةالعید. ۶۵– تفسیر سورة یونس علی لسان لقوم. ۶۶– لقطة العجلان فی لیس فی الامکان ابدع مما کان. ۶۷–القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح. ۶۸–التحبیر فی الحدیث المسلسل بالتکبیر. ۶۹–الامالی الشیوخیة،** [بخط مصنف اس کا قلمی نسخہ برلن میں ہے، جو ۱۱۹۰ھ میں تحریر ہوا]. **۷۰– الامالی الشخنیة.** [ابجد العلوم ۳/۲۱۴]

علامہ زبیدی کی متعدد کتابوں کے مخطوطات برلن لائبریری جرمنی، دار الکتب قاہرہ مصر، پروفیسر عبدالحی کتانی اور شیخ الاسلام عارف حکمت کی ذاتی لائبریریوں اور ندوۃ العلما لائبریری، ایشیاٹک سوسائٹی اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہیں۔

اس فہرست سے نمایاں ہے کہ حضرت علامہ زبیدی کا قلم سراپائے رسول کا طواف کرتا رہا، کبھی قول رب رسول، کبھی اقوال رسول، کبھی شمائل رسول، کبھی فیضان رسول [تصوف] اور کبھی فقہ دین رسول کی تشریح و ترتیب میں یہ مبارک قلم مصروف نظر آتا ہے۔ فن حدیث اور سیرت حضرت کے خاص موضوعات قلم رہے۔ ان کے علاوہ فن لغت اور فن تصوف میں بھی خاص تصانیف رقم فرمائیں۔ اللہ رب العزت نے جہاں آپ کو فکر کی جولانی اور قلم کی روانی بخشی، وہیں آپ کے آثار علمیہ کو قبول عام اور شہرت دوام سے بھی سرفراز کیا۔ تاج العروس کی مقبولیت کا ذکر آچکا ہے۔ آپ کی علمی عبقریت اور عظیم شہرت اور مقبولیت کی بنا پر کثیر علما نے آپ سے احادیث مبارکہ اور دیگر اسلامی فنون کی اجازت لی، سندیں حاصل کیں۔

آپ نے اپنے گرامی استاذ حضرت سید سلیمان بن یحییٰ کو ایک خط تحریر فرمایا، جس میں تحدیث نعمت کے طور سے ذکر فرماتے ہیں:

"وکتبت اجازة الیٰ غزة و دمشق وحلب وعین تاب و آذربیجان وتونس و حرار ونادلا ودیار بکر وسناد ودار فور وملراس وغیرهما من البلدان علیٰ ید جماعة من أهلها الذین وفدوا علیّ وسمعوا منیّ و استجازوا

لمن هناک من افاضل العلماء، فأرسلت الیهم مطلوبهم وتلک الاسانید غالبها مااستفدنا منکم ومن حضرة شیخنا المرحوم عبدالخالق بن أبی بکر المزجاجی ولقد حصلت لأسانیدکم شهرة فی الدیار المصریة والشامیة والرومیة والمغربیة واطرافها ممالاأحصی بیانه والحمد للّٰه الذی و فقنی لاحیاء مراسم أشیاخی وانعاش ذکرهم علیٰ مرّ الزمان ولم ازل فی مجالسی أحییها بذکرکم وأشوق الناس الیٰ أزکی محاسنکم". [ابجد العلوم، ۳/۲۱۸]

ترجمہ: شہر غزہ، دمشق، حلب، عین تاب، آذربائیجان، تونس، حرار، نادلا، دیار بکر، سناد، دارفور، مدراس وغیرہ کے باشندوں کی جماعتیں میرے پاس آئیں، انہوں نے مجھ سے احادیث مبارکہ سماعت کیں اور وہاں کے اجلۂ علما کے لئے مجھ سے احادیث مبارکہ کی سند اجازت طلب کی۔ تو میں نے انہیں اور ان اکابر علما کے لئے احادیث مبارکہ کی سندیں لکھ کر روانہ کیں۔ اور ان اسانید میں سے بیشتر وہی ہیں جو میں نے آپ سے اور اپنے دوسرے استاذ عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجی مرحوم سے حاصل کیں۔ مصر، شام، روم، دیار مغرب اور اس کے اطراف و جوانب کے بے شمار شہروں میں آپ حضرات کی عطا کردہ اسانید مبارکہ کی شہرت پھیل گئی ہے۔ اللہ رب العزت کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے مجھے اس بات کی توفیق بخشی کہ میں اپنے اساتذہ اور مشائخ کے رسوم و آداب کو زندہ رکھوں اور ان کا چرچا عام کردوں۔ آج بھی میں اپنی مجلسوں میں آپ حضرات کا ذکر تازہ کرتا رہتا ہوں اور آپ کے پاکیزہ محاسن کی ترغیب انہیں دیتا رہتا ہوں۔

اسی علمی عبقریت، مرجعیت اور مقبولیت کا اثر تھا کہ مصر، ایران اور روم کے والیان مملکت آپ کے بے حد قدرداں تھے۔ یہاں تک کہ بادشاہ مصر نے اپنی شاہزادی آپ کے عقد میں دیدی۔

نثر کے ساتھ نظم میں بھی آپ کو موروثی مہارت حاصل تھی۔ عربی زبان سے والہانہ شغف کی بنیاد پر آپ کی ساری نگارشات عربی زبان میں رہیں، اس لئے شعر بھی عربی زبان میں ہی کہا۔ آپ نے بہت سے منظوم عربی رسائل قلم بند فرمائے۔

علامہ زبیدی کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق: **۱– المقاعد العندیة فی المشاهد**

النقشبندیة [۱۵۰/شعر] . ۲- الدرة المضئیة فی الوصیة المرضیة [۲۲۰/اشعار]
[یہ دونوں منظوم رسالے پروفیسر ابو محفوظ الکریم معصومی نے مرتب کئے اور پروفیسر مختار الدین احمد نے مجلۃ المجمع العلمی الهندی علی گڑھ جون ۱۹۸۰ء میں شائع کئے] ۳- ارشاد الاخوان الی الاخلاق الحسان [۱۲۰/شعر]، ۴- الفیۃ السند [۱۵۰۰/اشعار] آپ کے منظوم رسالے ہیں۔ صرف انہیں رسائل کے اشعار کی مجموعی تعداد دو ہزار کے قریب پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی رسائل اور منظومات ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

" الیٰ غیر ذلک من رسائل منظومة ومنثورة مما لستُ احصی اسماء ها الآن" ان کے علاوہ اور بھی نظم ونثر میں رسائل ہیں جن کے نام ابھی میں نے نہیں لکھے۔

واضح رہے کہ یہ مکتوب ۹/شوال ۱۱۹۵ھ بروز دوشنبہ لکھا گیا اور آپ کا وصال شعبان ۱۲۰۵ھ نماز جمعہ کے وقت ہوا، اس طور سے آپ اس مکتوباتی تحریر کے بعد دس سال حیات رہے۔ ان دس سالوں میں آپ کی علمی یادگاروں میں کیا کیا اضافے ہوئے، اس کی تفصیل الگ رہی۔ آپ کے متعدد عربی اشعار آپ کی تصانیف میں بھی ملتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے ایک مدحیہ قصیدے کے چند اشعار ذکر کئے ہیں۔ نواب صاحب لکھتے ہیں:

"واستجاز منه الملک الاعظم ابو الفتح نظام الدین عبدالحمید خان سلطان الروم لکتب الحدیث فکتب له الاجازة وسند الحدیث المسلسل الماثور المشهور "الراحمون یرحمهم الرحمٰن تبارک وتعالیٰ" مع غیره من الاجازات اولها :

"الحمد لله الذی رفع مقام اهل الحدیث مکانا علیا الخ" و کان ذلک فی سنة ۱۱۹۳ھ و اتحف معها الیٰ السلطان قصیدة نظمها فی مدحه اولها ؎

۱. سقی الله ربعا کان لی فیه مربعا   و مغنی به غصن الشبیبة أینعا
۲. و حیا مقاما کان لی فیه جیرة   بهم کان کاسی بالفضائل مترعا
۳. الا ورعا دهرا تقضیٰ بانسهم   ولولا الهویٰ ما قلت یوما له رعا

۴. خلیلی مالی کلما لاح بارق   تکاد حصاة القلب ان تتصدعا
۵. وان نسمت ریح الصبا من دیارهم   بکت اعینی دمعا یساجل ادمعا

الی آخر الابیات . و کتب اجازة اخریٰ ایضا للدستور الاعظم ابی المظفر محمد پاشا صدر الوزارة ونظام الملک اولها : " الحمد لله الذی دلّ علیٰ الخیرات " الخ [ابجد العلوم،۳/۲۲۷]

ترجمہ: آپ سے سلطان روم ملک اعظم ابو الفتح نظام الدین عبدالحمید خان نے کتب حدیث کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں حدیث مسلسل بالاولیۃ ومشہور: **"الراحمون یرحمهم الرحمٰن تبارک وتعالیٰ"** [رحم کرنے والوں پر رحمٰن تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے] اور کتب حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سند اجازت کی ابتدا اس جملے سے ہوتی ہے: **" الحمد لله الذی رفع مقام اهل الحدیث مکانا علیا الخ** [ساری حمد اللہ رب العزت کے لئے جس نے حضرات محدثین کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا] اس سند کی اجازت کے ساتھ ساتھ ایک طبع زاد مدحیہ قصیدہ بھی سلطان روم کی خدمت میں بطور تحفہ لکھ بھیجا۔ اس قصیدے کے ابتدائی اشعار یہ ہیں ؎

۱- اللہ تعالیٰ اس مرغزار کو سیراب کرے جو میری تفریح گاہ رہ چکی ہے اور میری اس اقامت گاہ کو بھی جہاں میری جوانی کی شاخ بھرپور سرسبز وشاداب ہوئی۔
۲- اللہ تعالیٰ اس مقام کو سلامت رکھے جہاں میرے کچھ ہم نشین تھے۔ انہیں کے دم سے میرا پیمانہ فضائل وکمالات سے لبریز تھا۔
۳- اللہ تعالیٰ اس زمانے کی حفاظت فرمائے جو ان ہم نشینوں کے انس ومحبت کے سائے میں گزرے، اگر ان سے محبت نہ ہوتی تو میں اس زمانے کی حفاظت کی دعا نہ کرتا۔
۴- دوستو! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ جب جب بجلی چمکتی ہے ایسا لگتا ہے کہ گوشۂ دل پھٹ پڑے گا۔
۵- اور جب کبھی بادِ صبا ان کے دیار سے ہو کر آتی ہے تو میری آنکھیں بے تحاشا آنسو بہانے لگتی ہیں

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ نے دوسری سند اجازت حدیث وزیر اعظم ابو المظفر محمد پاشا نظام الملک کے لئے تحریر فرمائی جس کی ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

"الحمد للّٰه الذی دلّ علَی الخیرات الخ" ساری حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے بھلائیوں کی جانب راہنمائی فرمائی۔

۱۱۹۶ھ میں جب آپ کی رفیقۂ حیات زبیدہ خاتون جو والی مصر کی شہزادی تھیں، داغ مفارقت دے گئیں تو آپ نے کئی رثائی قصیدے کہے۔ایک قصیدے میں کہتے ہیں:

اعاذل من یر زأ کرزئی لایزل　　　کئیبا و یزھد بعد ہ فی العواقب

میرے ملامت گر! جسے مجھ جیسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے وہ ہمیشہ دردمند اور شکستہ خاطر رہتا ہے۔ بالآخر وہ گوشہ نشین ہوکر زہد وتبتل کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

دوسرے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

۱ یقولون لا تبک زبیدة واتئد　　　وسل ھموم النفس بالذکر و الصبر

۲. فتأتی لی الاشجان من کل وجھة　　　بمختلف الاحزان بالھم والفکر

۱- لوگ کہتے ہیں زبیدہ پر آنسو مت بہاؤ اور سکون سے رہو اور دل کے غموں کو اس کی یاد اور صبر سے دور کرو۔

۲- جب کہ میری حالت تو یہ ہے کہ غموں کے بادل ہر سمت سے امنڈ امنڈ کر آتے ہیں اور غم وفکر کی بارش کر جاتے ہیں۔

❁

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی قدس سرہٗ اپنے جد امجد حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ ہی کی طرح وجیہ وشکیل تھے۔جسم اطہر متبدن نہیں تھا، رنگ بے حد ملیح اور پرکشش اور قامت بہت ہی زیبا تھی۔ موروثی نفاست مزاج میں رچی بسی تھی۔ طیبات پسند فرماتے، عمدہ لباس زیب تن فرماتے، عرب کا تاج عمامہ شریف سر پر سجاتے، خود کو خوشبوؤں سے معطر رکھتے اور درس حدیث کے وقت خوشبو اور بخور کا اہتمام فرماتے۔ آپ نے دو نکاح کئے۔ ایک نکاح والی مصر کی شہزادی زبیدہ خاتون کے ہمراہ تاج العروس کی تصنیف کے بعد ۷/ شعبان المعظم ۱۱۸۲ھ میں ہوا جن سے آپ بہت مانوس تھے۔آپ کی رحلت سے نو سال پہلے وہ ۱۱۹۶ھ میں وفات پا گئیں تو

دوستوں کے اصرار اور خانگی ضروریات کی تکمیل کے لئے دوسرا عقد فرمایا لیکن دونوں حرم سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری اہلیہ بھی ۱۲۰۵ھ میں بلائے طاعون کا شکار ہوکر داغ مفارقت دے گئیں۔اس حادثے نے علامہ زبیدی کو ہلا کر رکھ دیا۔اس کے کچھ دنوں بعد آپ نے بھی سفر آخرت اختیار فرمالیا۔

جس سال آپ کا وصال ہوا، اس میں آپ لوگوں سے کٹ کر بالکل گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ شعبان ۱۲۰۵ھ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد کردی تشریف لے جارہے تھے کہ مرض طاعون نے آپ کو گھیر لیا۔ اسی حالت میں آپ گھر لوٹے اور چند لمحوں کے بعد سنیچر کے دن وصال محبوب سے شادکام ہوئے اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ قاہرہ میں اپنی اہلیہ محترمہ حضرت زبیدہ کے بغل میں سیدہ رقیہ علیہا الرحمہ کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورحمنا بہ۔

❁ سید باسط علی بن سید علی مرتضیٰ علیہما الرحمہ:

حضرت سید محمد قادری کے پرپوتے ہیں جو بعد میں آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ ان کا نہ سال ولادت دریافت ہوسکا اور نہ سال وفات۔ عالم شباب میں حرمین شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ حج بیت اللہ اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوکر اپنے محترم چچا علامہ سید علی مقتدیٰ عرف سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی کی قدمبوسی کے لئے مصر روانہ ہوگئے۔ مصر میں ایک عرصے تک آپ کا قیام رہا جہاں آپ نے عم محترم علامہ زبیدی سے کثیر علمی اور روحانی فیوض وبرکات حاصل کئے۔ علامہ زبیدی سے ہی سلسلۂ عالیہ قادریہ یسینیہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور شرف خلافت اور خرقہ مبارکہ سے بھی نوازے گئے۔ اس کے بعد مصری تحائف شاندار ملبوسات، روغن بلسان، تریاق فاروق، عنبر، مصحف شریف اور دلائل الخیرات کے قیمتی نسخے وغیرہ لے کر ہندوستان واپس ہوئے۔ بلگرام شریف پہنچ کر اپنے تایا حضرت سید غلام عماد الدین سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کئے اور

خلافت سے نوازے گئے۔ دائرۂ قادریہ کے سجادہ نشین حضرت سید غلام عماد الدین کے ۱۲۰۴ھ میں وفات پا جانے کے بعد آپ دائرۂ قادریہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ [نظم اللآلی/صغروی سادات بلگرام، ص ۳۱۱] آپ کے وصال کے بعد دائرۂ قادریہ کی سجادہ نشینی بھی سادات بیچ بھیا میں حضرت سید عبدالرسول کو منتقل ہوگئی۔

حضرت حاجی سید باسط علی نے دو عقد مسنون کیے۔ پہلا نکاح سید حافظ عبدالغفار کی صاحبزادی سیدہ کرامت بی بی کے ساتھ ہوا۔ ان سے کوئی اولاد حیات نہ رہی، اس لئے ان کی وفات کے بعد بڑھاپے میں سید ریاست علی بن سید محمد کی صاحبزادی سیدہ حیات فاطمہ کے ساتھ عقد فرمایا۔ ان سے ایک صاحبزادے سید محمد مرتضٰی تولد ہوئے۔ ابھی یہ دائرۂ قادریہ میں کمسن ہی تھے کہ حاجی سید باسط علی نے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ اپنے پردادا حضرت سید محمد قادری قدس سرہما کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔

سید محمد مرتضٰی بن حاجی سید باسط علی نے بھی دو شادی فرمائی۔ پہلا نکاح سید عنایت علی بن سید غلام علی کی صاحبزادی سیدہ محمدی بیگم کے ساتھ ہوا لیکن وہ بچے کی ولادت کے وقت فوت ہوگئیں۔ دوسرا نکاح سیدہ محمدی بیگم کی سگی چھوٹی بہن سیدہ حسینی بیگم کے ہمراہ ہوا، لیکن ان سے بھی مرا ہوا بیٹا پیدا ہوا۔ اس طور سے سید محمد مرتضٰی پر حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی نرینہ نسل منتہی ہوگئی۔

حضرت سید محمد مرتضٰی کو ان کے والد ماجد حاجی سید باسط علی علیہ الرحمہ نے وصال سے پہلے کمسنی میں ہی بیعت کر کے خاندانی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا تھا۔ لیکن بعد میں دائرۂ قادریہ کی سجادگی انہیں ہاتھ آئی یا نہیں؟ اس کا تحقیقی طور سے پتہ نہ چل سکا۔

❁

بالآخر وعدۂ الٰہی پورا ہوا اور نفس مطمئنہ اپنے رب کی جانب خوشی خوشی لوٹ گئی۔ کاشف العرفان والحقیقت، ماہتاب قادریت، آبروئے خاندان واسطی، شمع بزم محمدی، زینت فضل وکرم، جمال زہد وتقویٰ، بانی دائرۂ قادریہ حضرت سید شاہ محمد قادری ۱۳ ربیع

الاول شریف ۱۱۴۵ھ جمعرات کی شب میں لذت وصال محبوبؑ سے شادکام ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے دن جمعہ کو کثیر خلقت آپ کے جنازۂ مبارکہ میں امنڈ پڑی۔ ع۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے۔ آپ کی حویلی میں، جو آپ کی مخصوص نشست گاہ تھی، آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ علامہ میر غلام آزاد بلگرامی اس وقت انتیس سالہ جوان تھے، شریک جنازہ ہوئے اور عربی فارسی دونوں زبان میں قطعات تاریخ کہے ؎

رحل القادری سیدنا صاحب الکشف والکرامات
الهم الحق عام رحلته انّ للمتقی الجنات

۱- صاحب کشف وکرامت ہمارے آقا سید محمد قادری اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔
۲- حق تعالیٰ کی جانب سے آپ کے سال رحلت کا تاریخی مادہ یہ القا ہوا: "اِنَّ لِلْمُتَّقِي الْجَنَّاتِ." یقیناً پرہیزگاروں کا ٹھکانہ جنت ہے۔

فارسی میں بہت رواں نظم حضرت قادری قدس سرہٗ کی یاد میں کہی جس کے آخری مصرعے سے تاریخ وصال بھی برآمد ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

۱- میر سید قادری آں معدن فضل وکمال	در صلاح و زہد وتقویٰ رکن ایمانی بود
۲- از پئے سیر عرب آمد بروں از بلگرام	حج او مقبول در درگاہ سبحانی بود
۳- کرد طوف بارگاہ رحمت للعالمین	آنکہ در خاک مزارش بوئے ریحانی بود
۴- پس مرید سید یٰسین در بغداد شد	او نہال غوث الاعظم قطب ربانی بود
۵- باز آمد بلگرام و گوشۂ طاعت گزید	عاقبت ماوائے او در باغ رضوانی بود
۶- گفتہ ام مصراع تاریخی بہ امداد احد	حشر سید قادری با قطب گیلانی بود
۷- واصل انوار سبحاں میر سید قادری	بہر تاریخ وصالش مصرعۂ ثانی بود

[روضۃ الکرام جدید، ص ۱۶۵]

ترجمہ: ۱- میر سید محمد قادری جو فضل وکمال کا سرچشمہ ہیں۔ صلاح وفلاح اور زہد وتقویٰ میں آپ کا وجود ایمان کا ایک مستحکم ستون ہے۔
۲- عرب کی سیر کرنے کے لئے آپ بلگرام شریف سے چلے، حج کیا اور آپ کا

حج بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا۔

۳- سرکار رحمت للعالمین کی بارگاہ کا آپ نے طواف کیا جن کے مزار اقدس کی خاک سے گل وریحان کی خوشبو پھوٹتی ہے۔

۴- پھر بغداد مقدس جا کر حضرت سید یٰسین حموی سے مرید ہوئے جو حضور غوث اعظم قطب ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔

۵- پھر بلگرام واپس تشریف لائے اور ایک گوشۂ تنہائی میں رب کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ آخرکار آپ کا ٹھکانہ جنت ٹھہرا۔

۶- میں نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی مدد سے یہ تاریخی مصرعہ کہا: حشر سید قادری با قطب گیلانی بود [۱۱۴۵ھ] ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت سید قادری کا حشر سرکار غوث اعظم جیلانی کی رفاقت میں ہوگا۔

۷ حضرت میر سید قادری جنہیں الٰہی انوار وتجلیات حاصل ہوئے، ان کی تاریخ وصال دوسرے مصرعے سے برآمد ہوگی

ع بہر تاریخ وصالش مصرعہ ثانی بود [۱۱۴۵ھ]

سید العارفین

میر سید لطف اللہ قادری شاہ لدھا بلگرامی

قدس سرہٗ



دفتر اولیا میں انتخاب، بزرگوں کے فیض وکرم کا آبشار، کمالات ظاہر وباطن کے جامع، اولیائے کاملین کے سردار، اسلاف کا مکمل آئینہ اور اخلاف کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں سید العارفین شاہ لدھا قدس سرہٗ۔ آپ کے فیض باطن کا آوازہ چہار جانب تھا۔ خاندان کے بیشتر معاصر اولیائے کرام نے آپ سے باطنی تربیت حاصل کی ہے۔ سید محب اللہ بلگرامی [م ۱۱۰۰ھ]، سید نور اللہ [م ۱۱۱۳ھ]، شیخ محمد سلیم بلگرامی [م ۱۱۱۴ھ] برادر اصغر حضرت شاہ لدھا، سید عین الدین بلگرامی [م تقریباً ۱۱۱۹ھ]، سید محمدی بلگرامی [م ۱۱۲۳ھ]، سید رحمت اللہ [م ۱۱۳۰ھ]، سید محمد بلگرامی [م ۱۱۴۱ھ میں گم شدہ]، سلطان العاشقین حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی [م ۱۱۴۲ھ]، سید نجابت علی [م ۱۱۴۳ھ]، سید غلام مصطفٰے [م ۱۱۴۳ھ]، شیخ روح الامین [م ۱۱۵۱ھ]، برہان الموحدین سید شاہ آل محمد [م ۱۱۶۴ھ]، میر سید محمد یوسف بلگرامی [م ۱۱۷۲ھ]، میر سید محمد شاعر ابن علامہ سید عبد الجلیل نامی بلگرامی، [م ۱۱۸۵ھ] صاحب النجات سید نجات اللہ شاہ میاں [م ۱۱۹۰ھ]، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی [م ۱۲۰۰ھ] جیسے روحانیت اور کمالات کے شاہبازوں نے فیض اٹھایا اور آپ کے دامن کرم سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی سے حضرت سید العارفین کی روحانی عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور تو اور خود آپ کے پیر ومرشد سیدنا میر احمد ترمذی نے آپ کی عظمت کی گواہی دی ہے۔ علامہ آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

"حضرت میر سید احمد ترمذی کے شاہزادے سیدنا شاہ فضل اللہ [مرشد برحق حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی] قدست اسرارہم نے فرمایا کہ حضرت میر سید احمد نے رحلت کے وقت صاحبزادوں کو یہ وصیت فرمائی:

"تمہارے باپ دادا کے خلفا تو بہت ہیں۔ اگر فقیری میں عام درویشی چاہتے ہو

تو کسی کی صحبت میں حاصل ہو سکتی ہے اور اگر خاص درویشی کی خواہش ہو تو میر سید لطف اللہ کی صحبت کو غنیمت سمجھنا۔ نیز شاہ فضل اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ سید احمد کے مے خانے کی شراب خالص تو شاہ لدھا نے پی لی، دوسروں نے تلچھٹ چکھی ہے۔" [مآثر الکرام، ص ۱۹۵]

علامہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

"راقم الحروف جمادی الاولیٰ ۱۱۳۷ھ میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں سید العارفین سے بیعت ہوا اور ذات قدسی آیات سے کثیر فیوض حاصل کئے"۔ [ایضا، ص ۱۹۸]

سید العارفین حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ، فاتح بلگرام حضرت میر سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید محمد عمر کی شاخ میں آتے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

۱- سید لطف اللہ ولد، ۲- سید کرم اللہ ولد، ۳- سید لطف اللہ ولد، ۴- سید حسن ولد، ۵- سید نوح عرف سید پیارہ ولد، ۶- سید محمود کلاں ولد، ۷- سید خداداد عرف سید دادن ولد، ۸- سید لطف اللہ ولد، ۹- سید سالار ولد، ۱۰- سید حسین ولد، ۱۱- سید نصیر ولد، ۱۲- سید حسین ولد، ۱۳- سید عمر ولد، ۱۴- میر سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ فاتح بلگرام۔

حضرت شاہ لدھا کے والد ماجد سید کرم اللہ تین بھائی، تین بہن تھے:

۱- سید اسد اللہ، ۲- بہن، ۳- راستی بی بی، ۴- سید علی، ۵- دلہن بی بی، ۶- سید کرم اللہ

سید کرم اللہ کا عقد مسنون سید فتح محمد بن سید عبد الواسع بن سید حسین بن سید نوح الخ کی اکلوتی صاحبزادی سیدہ خوبن بی بی کے ہمراہ ہوا جن سے تین صاحبزادے: ۱- سید شاہ لطف اللہ شاہ لدھا، ۲- سید نور اللہ، ۳- سید عبد اللہ اور ایک صاحبزادی سیدہ بانو بی بی تولد ہوئیں۔

۞ والد ماجد سید شاہ کرم اللہ [م ۱۰۷۴ھ]:

اپنے وقت کے صاحبان خدا میں شامل تھے۔ علامہ آزاد رقم طراز ہیں:

"سید کرم اللہ اپنے زمانے کے بزرگ، مقبول بارگاہ الٰہی اور اخلاق نبویہ

سے آراستہ تھے۔ ۱۰۵۱ھ کے قریب سادات بارہہ میں سے سید محمد کے اشارے پر آپ نے سہارنپور کے موضع بوریا میں قیام فرمایا۔ سید محمد شاہجہاں کے درباری تھے۔ پھر سہارنپور سے دہلی آ گئے اور شہزادہ محمد شجاع بن شاہجہاں کے دربار میں رہنے لگے۔ شہزادہ آپ کے ساتھ نہایت عزت و تعظیم سے پیش آتا۔ جب شہزادہ آپ سے برہم ہو گیا تو آپ بلگرام شریف آکر گوشہ نشین ہو گئے اور اپنے گرامی اوقات مولیٰ کی یاد میں بسر کرنے لگے۔ ۱۲؍رجب ۱۰۷۳ھ میں جہان فانی کو الوداع کہا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر مبارک زمین کے برابر اور بے نشان کر دی گئی''۔ [ص،۱۵۹]

لیکن آپ کی سب سے عظیم نشانی سید شاہ لدھا قدس سرہٗ کی صورت میں جلوہ بار رہی جن کا ذکر جمیل قیامت تک باقی رہے گا۔

آپ کی دوسری بڑی نشانی محلہ میدان پورہ کے وسط میں بنائی گئی آپ کی مسجد ہے۔ علامہ آزاد تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے آثار میں محلّہ میدان پورہ کے وسط میں تعمیر کردہ ایک مسجد ہے۔ ایک مدت کے بعد سید کرم اللہ کے خط خاص سے اس کا سال تعمیر پرانے کاغذات میں ۱۰۷۱ھ نکلا۔ راقم السطور نے سن یاد رکھنے کے لئے اس تاریخ کو نظم کی شکل دیدی ہے۔

۱- کرم اللہ سید عالی　زُبدۂ دود مان آل عبا
۲- مسجدے ساخت از صفا معمور　کرد بنیاد او علی التقویٰ
۳- من بنی مسجداً لوجہ اللہ　کان مثواہ جنۃ الماویٰ
۴- ہاتفے گفت سال تاریخش　''کرد تعمیر مسجد زیبا'' [۱۰۷۱ھ]

۱- عالی مرتبت سید کرم اللہ جو خاندان سادات میں انتخاب ہیں۔
۲- انہوں نے بہت نیک نیتی کے ساتھ مسجد تعمیر کی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی۔
۳- ارشاد رسول ہے: جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی، اس کا ٹھکانہ جنت الماویٰ ہے
۴- غیب سے ایک منادی نے اس مسجد کی تعمیر کا سال تاریخ یہ بتایا: ''کرد تعمیر مسجد زیبا'' [۱۰۷۱ھ] کیا ہی شاندار مسجد تعمیر فرمائی۔ [مآثر الکرام، ص ۱۶۰]

حضرت سید العارفین سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ نے عمر کا بیشتر حصہ بلگرام شریف میں گزارا۔ تعلیم و تربیت بھی یہیں ہوئی۔ عنفوان شباب میں والد ماجد کے ساتھ بنگال تشریف لے گئے، پھر فوجی ملازمت کر لی لیکن حسن ازل کی تجلیوں کے طالب کو یہ دنیاوی کمر بندی کیوں کر راس آسکتی ہے۔ ملازمت چھوڑ کر خاصان خدا کی محفل کا رخ کیا اور پھر پوری زندگی جہاد بالنفس اور یاد مولیٰ میں گزار دی۔ علامہ آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں رقم طراز ہیں:

''آپ بلگرام کے اولیائے کاملین اور سلف و خلف کے لئے باعث افتخار ہیں آپ کا لقب سید العارفین اور سید الاولیا ہے۔ آپ کی فطرت میں الٰہی ذوق اور نہ ختم ہونے والا محمدی شوق موجود تھا۔ اس لئے ابتدائے شعور سے ہی عارفین کی جماعت کے ساتھ خصوصی وابستگی رکھتے تھے اور اس عالی مرتبت طبقۂ صوفیہ کے کثیر افراد کی صحبت کا فیض اٹھایا۔ آپ کے سب سے پہلے مرشد شاہ اعظم قدس سرہٗ ہیں۔ عنفوان شباب میں والد محترم کے ہمراہ بنگال تشریف لے گئے اور وہیں شاہ اعظم کے زیر تربیت مجاہدے کئے اور سلوک باطنی کے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب طے کئے۔ اس کے بعد ضروری کسب معاش کی خاطر نواب نجابت خاں کی ملازمت اختیار کر لی اور چالیس جری اور بہادر مردوں کی فوج میں شامل ہو گئے، جن پر نواب کی خصوصی توجہ رہتی تھی۔

چند دنوں کے بعد بائیس سال کی عمر مبارک میں دنیاوی تعلقات سے بالکل کنارہ کش ہو گئے۔ ہندوستان کے بیشتر شہروں کی سیاحت کی اور دار السرور برہان پور میں شاہ برہان راز الٰہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ دن قیام کیا اور ان کی صحبت بابرکت سے فیض اٹھایا مگر کچھ دنوں کے اندر ہی مشیت الٰہی نے جدائی کی صورت پیدا کر دی۔ آپ کو شیخ برہان کی زیادہ صحبت نہ ملنے کا بہت افسوس رہا۔ اسی دوران آپ خواب دیکھتے ہیں کہ شیخ برہان آپ کی طرف متوجہ ہیں اور اپنے مبارک

ہاتھوں سے آپ کے کپڑے پر عطر مل رہے ہیں۔ اس روح پرور بشارت سے " لِلّٰهِ فِي اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَهَا " [تمہاری زندگیوں میں نفحات الٰہیہ کے خوشگوار جھونکے آتے رہتے ہیں۔ ان سے فیض حاصل کیا کرو] کی خوشبو سونگھی اور بہت جلد میر عبدالجلیل قدس سرہٗ کی صحبت میں پہنچ گئے اور فیوض و برکات حاصل کئے اور عطر والے خواب کی تعبیر حضرت میر کی ملاقات کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

آخر کار چند دنوں کے بعد سید العارفین وہاں سے کالپی شریف کی جانب روانہ ہوئے اور میر سید احمد بن میر سید محمد ترمذی قدس سرہما کے جمال باکمال کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حصول برکت کے لئے حضرت میر کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ حضرت میر صاحب کی خصوصی نگاہ عنایت آپ کے ساتھ رہا کرتی۔ حضرت میر نے بیعت کے وقت ارشاد فرمایا: ما ہر دو یک ذاتیم۔ ہم دونوں ایک جان اور دو قالب ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

این جا ز فیض پیر مغاں بزم وحدت است د۔ پردہ دار۔ یدۂ کثرت نمائی را

مرشد کے فیض سے یہاں بزم وحدت سجی ہوئی ہے۔ کثرت دیکھنے والی نگاہ کو پردے ہی میں رہنے دو۔

پھر حضرت شاہ لدھا نے حضرت میر سید احمد ترمذی قدس سرہٗ سے خرقۂ خلافت اور پانچوں سلاسل کی اجازت کا تمغہ حاصل کیا اور ڈھیر ساری نوازشات سے مالا مال ہو کر واپسی کی اجازت طلب کی۔ حضرت میر نے اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ بلگرام شریف واپس آئے اور ۷۰ سال گوشہ نشین رہے اور اپنے انوار باطنی کے فیض سے اس دیار میں چراغاں کر دیا۔" [مآثر الکرام، ۱۹۳-۱۹۵]

سلاسل کالپی کی تفصیل یہ ہے:

❁ **سلسلۂ قادریہ:** ۱-سید العارفین سید شاہ لطف اللہ معروف بہ شاہ لدھا، ۲-میر سید احمد ترمذی کالپوی، ۳-میر سید محمد ترمذی کالپوی، ۴-شیخ جمال الاولیا، ۵-شیخ ضیاء الدین معروف بہ قاضی جیا نیوتنوی، ۶-شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری، ۷-سید ابراہیم ایرجی، ۸-شیخ بہاء الدین، ۹-سید احمد جیلانی، ۱۰-سید حسن، ۱۱-سید موسی، ۱۲-سید علی، ۱۳-سید محی الدین ابونصر، ۱۴-سید ابوصالح، ۱۵-سید عبدالرزاق، ۱۶-غوث اعظم قطب ربانی شیخ محی الدین ابومحمد سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۷-شیخ ابوسعید مخزومی، ۱۸-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری، ۱۹-شیخ عبدالواحد بن شیخ عبدالعزیز تمیمی، ۲۰-شیخ ابوبکر شبلی، ۲۱-شیخ جنید بغدادی، ۲۲-شیخ سری سقطی، ۲۳-شیخ معروف کرخی، ۲۴-امام علی رضا، ۲۵-امام موسیٰ کاظم، ۲۶-امام جعفر صادق، ۲۷-امام محمد باقر، ۲۸-امام زین العابدین، ۲۹-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۳۰-امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، ۳۱-سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وعلیہم وسلم

❁ **سلسلۂ چشتیہ:** ۱-سید لطف اللہ شاہ لدھا، ۲-میر سید احمد ترمذی کالپوی، ۳-میر سید محمد ترمذی، ۴-شیخ جمال الاولیا، ۵-مخدوم جہانیاں جہاں گشت، ۶-شیخ سالار بڈھ، ۷-شیخ بہاء الدین جونپوری، ۸-شیخ محمد عیسیٰ جونپوری، ۹-شیخ فتح اللہ، ۱۰-شیخ صدر الدین حکیم، ۱۱-شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، ۱۲-محبوب الٰہی سید محمد نظام الدین اولیا، ۱۳-شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر، ۱۴-خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی، ۱۵-سلطان الہند خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۶-خواجہ عثمان ہارونی، ۱۷-خواجہ حاجی شریف زندنی، ۱۸-خواجہ سید مودود چشتی، ۱۹-خواجہ ناصر الدین ابویوسف بن محمد چشتی، ۲۰-خواجہ محمد بن ابی احمد چشتی، ۲۱-خواجہ ابواحمد ابدال چشتی، ۲۲-خواجہ ابواسحٰق شامی، ۲۳-خواجہ ممشاد علو دینوری، ۲۴-خواجہ ہبیرہ بصری، ۲۵-خواجہ حذیفہ مرعشی، ۲۶-سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی، ۲۷-خواجہ فضیل بن عیاض، ۲۸-خواجہ عبدالواحد بن زید، ۲۹-خواجہ حسن بصری، ۳۰-سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۳۱-سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

❁ **سلسلۂ سہروردیہ:** ۱-میر سید لطف اللہ شاہ لدھا، ۲-میر سید احمد ترمذی کالپوی، ۳-میر سید محمد ترمذی کالپوی، ۴-شیخ جمال الاولیاء، ۵-شیخ قیام الدین، ۶-شیخ

قطب الدین، ۷-شیخ اڈھن جونپوری، ۸-شیخ بہاء الدین، ۹-شیخ علاء الدین، ۱۰-سید راجو قتال، ۱۱-سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت، ۱۲-شیخ رکن الدین ابوالفتح، ۱۳-شیخ صدر الدین، ۱۴-شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ۱۵-شیخ الشیوخ امام الفریقین شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۶-شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی، ۱۷-شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر، ۱۸-خواجہ محمد معروف بہ عمویہ، ۱۹-خواجہ ابواحمد اسود دینوری، ۲۰-خواجہ ممشاد علو دینوری، ۲۱-سید الطائفہ جنید بغدادی، ۲۲-شیخ سری سقطی، ۲۳-خواجہ معروف کرخی، ۲۴-خواجہ داؤد طائی، ۲۵-شیخ حبیب عجمی، ۲۶-خواجہ حسن بصری، ۲۷-مولائے کائنات امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۲۸-سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سلسلۂ نقشبندیہ: یہ سلسلہ خانوادۂ کالپی شریف میں دو طریقے سے ہے: ۱-سلسلۂ نقشبندیہ صدیقیہ، ۲-سلسلۂ نقشبندیہ علویہ، حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کو دونوں کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ یہاں دونوں طریقے سے سلسلۂ نقشبندیہ کی تفصیل درج کرتا ہوں۔

سلسلۂ نقشبندیہ صدیقیہ: میر سید لطف اللہ شاہ لدھا، ۲-میر سید احمد ترمذی کالپوی، ۳-میر سید محمد ترمذی کالپوی، ۴-میر سید ابوالعلا اکبرآبادی، ۵-سید عبداللہ، ۶-سید محمد یحییٰ، ۷-خواجہ عبدالحق، ۸-خواجہ عبید اللہ احرار، ۹-خواجہ یعقوب چرخی، ۱۰-سیدنا برہان الاصفیا بہاء الحق والملۃ والشریعۃ والدین خواجۂ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۱-شیخ امیر کلال، ۱۲-بابا محمد سماسی، ۱۳-خواجہ علی رامیتنی، ۱۴-خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی، ۱۵-خواجہ عارف ریوگری، ۱۶-خواجہ عبدالخالق غجدوانی، ۱۷-خواجہ یوسف ہمدانی، ۱۸-شیخ ابوعلی طوسی فارمدی، ۱۹-شیخ ابوالقاسم گرگانی، ۲۰-خواجہ ابوالحسن خرقانی، ۲۱-خواجہ بایزید بسطامی، ۲۲-امام جعفر صادق، ۲۳-امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، ۲۴-صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رطی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۲۵-افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین امیر المومنین سیدنا عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶-افضل

الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

سلسلۂ نقشبندیہ علویہ: حضرت امام جعفر صادق تک اس سلسلے کے مشائخ بھی یکساں ہیں۔ ان کے بعد یہ ترتیب ہے: ۲۲-امام جعفر صادق، ۲۳-امام محمد باقر، ۲۴-امام زین العابدین، ۲۵-امام حسین شہید کربلا، ۲۶-مولائے کائنات شیر خدا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۲۷-سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

سلسلۂ بدیعیہ: ۱-میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی، ۲-سید احمد ترمذی کالپوی، ۳-سید محمد ترمذی کالپوی، ۴-شیخ جمال الاولیا، ۵-شیخ قیام الدین، ۶-شیخ قطب الدین، ۷-سید جلال الدین عبدالقادر، ۸-سید مبارک، ۹-سید اجمل، ۱۰-عارف کامل شاہ بدیع الحق والدین مدار مکنپوری قدس سرہٗ، ۱۱-شیخ عبداللہ شامی، ۱۲-شیخ عبدالاول، ۱۳-شیخ امین الدین، ۱۴-مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین، ۱۵-سید المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وعلماء امتہ وفقہاء ملتہ اجمعین [النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ، ص ۵۷-۷۳، ملخصا]

سلسلۂ شطاریہ: ۱-میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی، ۲-شیخ برہان، ۳-شیخ عیسیٰ، ۴-شیخ عارف، ۵-شاہ محمد غوث گوالیاری، ۶-شیخ ظہور حاجی، ۷-شیخ ہدایۃ اللہ سرمست، ۸-شیخ علاء الدین قاضن، ۹-شاہ عبداللہ شطاری، ۱۰-خواجہ شیخ محمد عارف، ۱۱-شیخ محمد عاشق عشقی، ۱۲-شیخ خدا قلی ماورالنہری، ۱۳-شیخ ابوالحسن عشقی خرقانی، ۱۴-شیخ ابی المظفر مولانا ترک طوسی، ۱۵-شیخ بایزید عشقی، ۱۶-شیخ محمد مغربی، ۱۷-سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی، ۱۸- امام جعفر صادق، ۱۹-امام محمد باقر، ۲۰-امام زین العابدین، ۲۱-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۲۲-امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، ۲۳-سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وعلیہم وسلم۔ [کائنات تصوف، ص ۶۱۰]

سلسلۂ شطاریہ حضرت عبداللہ شطاری منسوب ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب شیخ عبداللہ کو ان کے شیخ محمد عارف قدس سرھما نے جب ذکر نفی واثبات کی تلقین فرمائی تو آپ نے اپنے شیخ سے عرض کیا:

”کیا غیر اللہ بھی موجود ہیں کہ میں ان کی نفی کروں؟“ اس وقت حضرت شیخ عارف نے شیخ عبداللہ سے فرمایا: ”اَنْتَ الشَّطَّارُ“ [تم بہت دانشمند/تیز روہو] اسی وجہ سے شیخ عبداللہ شطاری قدس سرہٗ سے وابستگان کو شطاری کہتے ہیں۔[سلاسل صوفیہ، ص۷۹]

”ہندوستان میں سلسلۂ شطاریہ حضرت عبداللہ شطاری قدس سرہٗ سے شروع ہوا۔حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری اور مخدوم سمنانی، حضرت شیخ عبداللہ شطاری کے معاصر تھے۔جب حضرت شیخ عبداللہ کو غایت ریاضت ومجاہدہ سے علم باطن کماحقہٗ حاصل ہوگیا تو آپ کے شیخ محمد عارف قدس سرہٗ نے آپ کو شیخ عبداللہ شطار کا لقب اور خرقۂ خلافت عطا کر کے ہندوستان روانہ فرمایا اور وصیت فرمائی کہ جس جگہ جاؤ، اعلان کر دو کہ جو شخص طالب حق ہے، آئے تا کہ میں اسے عطا کر دوں اور مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو آپ کے پاس جو چیز ہے، وہ مجھے عنایت کریں اور جو کچھ میرے پاس ہے، حاضر خدمت ہے۔اپنے پیر کے حکم کے مطابق آپ جس شہر میں جاتے، نقارہ بجا کر اعلان کرتے کہ اگر کوئی اللہ کا طالب ہے تو آجائے تا کہ میں اس کو اللہ سے ملا دوں۔جونپور کے علاقے کے بہت سے لوگوں نے آپ سے تربیت حاصل کی۔بڑے بزرگ اور بابرکت آدمی تھے اور ان کی تعلیمات میں کمال اثر تھا۔ چنانچہ اس ملک میں ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔آپ پہلے جونپور پھر مالوہ کے قصبہ مندو تشریف لے گئے اور اخیر تک وہیں رہے۔مندو ہی میں آپ کا آستانہ کریمانہ ہے۔“[مرآۃ الاسرار، ص۱۸۱ اور ۱۲۱۲-۱۲۱۳ ملخصاً] حضرت خواجہ عبداللہ شطار قدس سرہٗ، سیدنا خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کا وصال ۱۲؍ربیع الاول ۸۳۲ھ کو ہوا۔[شریف التواریخ ۱/۱۵۹]

سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے بزرگ حضرت بہاء الدین قادری شطاری قدس سرہٗ بھی اس سلسلے کے مشہور بزرگ ہیں جن کے دم سے سلسلۂ شطاریہ کی عظیم اشاعت ہوئی۔

حضرت شاہ لدھا کو یہ سلسلہ برہان پور کے بزرگ، حضرت شیخ برہان شطاری قدس سرہٗ سے حاصل ہوا۔

مرشدِ گرامی حضرت میر سید احمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ

حضرت میر سید احمد قدس سرہٗ ترمذی سادات سے ہیں۔آپ کے آباؤ اجداد ترمذ سے لاہور تشریف لائے پھر حالات روزگار کی کشاکش نے آپ کے جد کریم حضرت میر ابوسعید قدس سرہٗ کو کالپی شریف [ضلع جالون، یوپی] میں لا کر آباد کیا۔تب سے آپ کا ذیشان خاندان اسی سرزمین کو ایمان کی رونقیں بخشتا چلا آرہا ہے۔

حضرت میر سید احمد کے والد ماجد حضرت میر سید محمد ترمذی قدس سرہما عجب شان مسیحائی رکھتے تھے۔آپ کی ایک نگاہ کرم مردہ دلوں کو ایمان کی توانائی عطا کر دیتی تھی۔عشق محبوب حقیقی میں دل کباب اور آنکھیں اشک بار رہا کرتیں۔اسم جلالت اللہ کی ادائیگی پورے ذوق وشوق سے ادا فرماتے اور حاضرین کو نعرۂ مستانہ سے بے خود کر دیتے۔شیخ جمال الاولیا سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت فرمائی اور سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور بدیعیہ کی خلافتوں سے سرفراز ہوئے۔صاحب تصانیف بزرگ تھے اور مقام قطبیت کبریٰ پر فائز تھے۔اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہٗ آپ کے وحدت الوجودی رنگ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت میر سید محمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ ایک دن حضرت نماز جمعہ کے لئے غسل فرما کر ریش مبارک میں کنگھی کر رہے تھے۔ حضرت کی ریش مبارک کا ایک بال ٹوٹ کر حضرت کے فیض بار شانے پر گر پڑا۔ حضرت کے نامور خلیفہ شاہ محمد افضل الہ آبادی نے پیچھے سے آ کر عرض کی کہ اگر حضرت

کی اجازت ہو تو میں اس بال کو اٹھالوں؟۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔ حضرت شاہ افضل نے وہ موئے مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر حاضرین کو آواز دی، سب جمع ہو گئے اور پوری جماعت نے موئے مبارک سے اسم ذات کی آواز سماعت کی۔ حاضرین پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ سب حضرت کے قدموں میں گر پڑے۔'' [کاشف الاستار شریف قلمی]

آپ ہی کے شاہزادے ہیں میر سید احمد ترمذی قدس سرہٗ حضرت علامہ آزاد بلگرامی کے لفظوں میں ''ولایت محمدی کے جانشین اور پرچم احمدی کے علم بردار''۔ آپ کی ولادت ۱۰۴۷ھ میں ہوئی۔ حضرت شاہ حمزہ رقم طراز ہیں:

''ابتدائے شعور سے ہدایت کی روشنی اور ولایت کا نور آپ کی مبارک پیشانی پر دمکتا رہتا تھا۔ مبدء فیاض جل شانہٗ نے صوری جمال اور معنوی کمال دونوں سے ایک ساتھ نوازا تھا۔ سارے پسندیدہ صفات اور دلکش عادتیں خاص طور سے بذل وسخا، ایثار ومروت، آپ کے لطیف عنصر میں ودیعت کی گئی تھیں۔ ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور چوبیس سال کی عمر میں حضرت والد قدس سرہٗ کی مسند پر جلوس فرمایا اور ارشاد وہدایت کی مجلس گرم کی۔ حق تعالیٰ نے انہیں شہرت اور اعتبار کا خاص حصہ مرحمت فرمایا تھا اور آستانہ عالیہ کو کہ ومہ، چھوٹے بڑے ہر ایک کا قبلۂ حاجات بنایا تھا۔ ان ساری خصوصیات کے باوصف فقر وانکسار میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے اور آفتاب عالمتاب کی مانند اپنی توجہ عالی کا عکس ہر ایک پر یکساں رکھتے۔ حضرت کے والد ماجد سماع سے احتراز فرماتے اس کے باوجود حضرت اپنے والد ماجد کی حیات مبارکہ ہی میں علانیہ سماع اور نغموں سے شغل رکھتے۔ حضرت کی توجہ میں بے حد اثر تھا۔ جس شخص پر بھی ایک نگاہ توجہ ڈال دیتے، وہ بے خود ہو کر گر پڑتا۔'' [کاشف الاستار شریف، قلمی]

حضرت والد ماجد آپ پر بے حد مہربان تھے۔ فرماتے: محمد واحمد یکے ست [محمد اور احمد دونوں یک جان ہیں] چوبیس سال کی عمر میں والد ماجد قدس سرہٗ کے سجادہ نشین ہوئے اور ایک عالم کو اپنے سوز دروں اور نور باطن سے فیض یاب فرمایا۔ آپ سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ آپ کے والد ماجد نے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہونے

کے باوجود قادریت کو فروغ دیا اور سماع سے مکمل احتراز فرمایا لیکن حضرت میر احمد والد ماجد کی حیات میں ہی سماع سے شغل رکھتے تھے۔ یہ خاص فیض خواجۂ بزرگ تھا۔

علامہ آزاد بلگرامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ''جس دن خواجۂ بزرگ سید معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فائض الانوار سے آپ رخصت ہوئے تو فرما رہے تھے کہ حضرت خواجہ نے ہمیں رخصت کیا اور دستار سید احمد کے سر پر باندھی اور فرمایا کہ ایں مجلس چشت را گرم می سازد۔ یہ لڑکا مجلس چشتیہ کو گرم کرے گا۔ بس یہی وجہ ہے کہ آپ سماع کے بے حد شائق تھے۔'' [مآثر الکرام، ص ۱۶۷]

آپ کی نگاہ بڑی پر اثر تھی۔ علامہ آزاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے دل کی سختی بہت بڑھ گئی ہے۔ میرے ماں باپ بیوی بچے سب انتقال کر گئے لیکن مجھے رونا نہیں آیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ گریہ طاری کر سکتے ہیں، اس لئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ مجھ پر بھی توجہ فرمایئے۔ حضرت نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر جھٹکے دیئے اور بے خودی کے عالم میں تین بار فرمایا: کیا تو اب بھی نہیں روئے گا۔ تیسری بار کے بعد اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ وہ شخص زمین پر گرا اور آہ وزاری کرتے ہوئے بے اختیار رونے لگا۔ کافی دیر بعد افاقہ ہوا۔ وہ فوراً آپ کا مرید ہو گیا۔ [مآثر الکرام، ص ۱۶۹]

حضرت میر سید احمد ترمذی کالپوی قدس سرہٗ کا وصال ۱۹ر صفر ۱۰۸۴ھ کو ہوا۔ کالپی شریف میں والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اللہ رب العزت کے قرب خاص کی برکت تھی کہ آپ عام خلق خدا ہی نہیں خاصان خدا کے درمیان بھی بے حد معزز اور مقبول رہے اور آپ کی بات سر آنکھوں پر رکھی گئی۔ بزرگوں نے آپ کو روحانی خزانے عطا فرما کر ان کے آداب کا امین بنایا۔ مرشد برحق نے سارے سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت روحانی کی امانت سونپی۔ اس کے ساتھ ساتھ دو عظیم نعمتیں

بھی بارگاہ رسالت اور سیدنا امام عالی مقام کے دربار سے عطا ہوئیں۔ایک نعمت عظمیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے۔سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی اشارے پر حضرت شیخ نور اللہ یہ عظیم نعمت لے کر سید العارفین سید شاہ لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سند بھی مرحمت فرمائی۔اس کی اصل عبارت یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔امابعد! فقد وصلت ہذہ النعمۃ الشریفہ المتبر کۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ سلمان الفارسی واز سلمان فارسی مرحمت شدہ بہ حضرت بلال واز حضرت بلال بہ ابن حمامہ مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبداللہ واز عبداللہ مرحمت شدہ بہ فرزند خود جلیل الدین واز جلیل الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبدالرزاق واز عبدالرزاق مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبدالغفار واز عبدالغفار مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبدالستار واز عبدالستار مرحمت شدہ بہ فرزند خود عظمت اللہ واز عظمت اللہ مرحمت شدہ بہ فرزند خود کمال الدین واز کمال الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود نصیر الدین واز نصیر الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود فرید الدین واز فرید الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود امام الدین واز امام الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود جعفر واز جعفر مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبدالشکور واز عبدالشکور مرحمت شدہ بہ فرزند خود نجم الدین واز نجم الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود حسام الدین واز حسام الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود بدیع الدین از بدیع الدین مرحمت شدہ بہ فرزند خود ملک چاند محمد واز ملک چاند محمد مرحمت شدہ بہ فرزند خود جان اللہ واز جان اللہ مرحمت شدہ بہ فرزند خود محمد اسحاق واز محمد اسحاق مرحمت شدہ بہ فرزند خود ابوالفتح واز ابوالفتح مرحمت شدہ بہ فرزند خود ابوالقاسم واز ابوالقاسم مرحمت شدہ بہ فرزند خود محمود واز محمود مرحمت شدہ بہ فرزند خود شیخ محمد المعروف بعارف باللہ واز عارف باللہ مرحمت شدہ بہ فرزند خود شیخ حامد واز شیخ حامد مرحمت شدہ بہ فرزند خود ابومحمد واز ابومحمد مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبدالوہاب واز عبدالوہاب مرحمت شدہ بہ فرزند خود عبدالصمد واز عبدالصمد مرحمت شدہ بہ فرزند خود احمد

واز احمد مرحمت شدہ بہ فرزند خود شیخ جمال الدین محمد واز شیخ جمال الدین محمد مرحمت شدہ بہ فرزند خود نور اللہ۔یعنی موئے مبارک ۲۷ ربیع الاول ۱۱۱۴ھ باسناد صحیحہ بہ بندۂ درگاہ شاہ نور اللہ رسیدہ بحسب بشارت حضرت بلال بہ سیادت وکمالات دستگاہ، حقائق ومعارف پناہ حضرت شاہ سید لطف اللہ عرف شاہ لدھا تفویض ساختہ، وباللہ التوفیق۔نزول فیض شمول آثار شریف یعنی شعر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیخ نور اللہ ابن شیخ جمال الدین محمد بحسب بشارت حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہ بلگرام آوردہ بہ سید شاہ لطف اللہ عرف شاہ لدھا تفویض ساختہ واسناد صحیحہ دستخطی ومہری خود کہ امداد فرمودہ بودند چنانچہ از اصل آن کتبہ نقل ہذا برداشتہ شد فقط"۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ساری حمد اللہ تعالیٰ کے لیے جو سارے جہان کا رب ہے اور بہتر انجام تقویٰ شعاروں کے لیے ہے۔درود وسلام اس کے مقدس رسول ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے سارے آل واصحاب پر نازل ہو۔حمد وصلوٰۃ کے بعد! موئے مبارک شریف کی یہ مقدس نعمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم تک ان مقدس واسطوں سے پہنچی ہے: ۱-حضرت سلمان فارسی، ۲-حضرت بلال حبشی، ۳-حضرت ابن حمامہ، ۴-حضرت ابن حمامہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ، ۵-ان کے صاحبزادے حضرت جلیل الدین، ۶-ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق، ۷-ان کے صاحبزادے حضرت عبدالغفار، ۸-ان کے صاحبزادے حضرت عبدالستار، ۹-ان کے صاحبزادے حضرت عظمت اللہ، ۱۰-ان کے صاحبزادے حضرت کمال الدین، ۱۱- ان کے صاحبزادے حضرت نصیر الدین، ۱۲-ان کے صاحبزادے حضرت فرید الدین، ۱۳-ان کے صاحبزادے حضرت امام الدین، ۱۴-ان کے صاحبزادے حضرت جعفر، ۱۵-ان کے صاحبزادے حضرت عبدالشکور، ۱۶-ان کے صاحبزادے حضرت نجم الدین، ۱۷-ان کے صاحبزادے حضرت حسام الدین، ۱۸-ان کے صاحبزادے حضرت بدیع الدین، ۱۹-ان کے صاحبزادے حضرت ملک چاند محمد، ۲۰-ان کے صاحبزادے حضرت جان اللہ، ۲۱-ان کے صاحبزادے حضرت محمد اسحاق، ۲۲-ان کے صاحبزادے حضرت ابوالفتح، ۲۳-ان کے صاحبزادے حضرت ابوالقاسم، ۲۴-ان کے

صاحبزادے حضرت محمود، ۲۵-ان کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد معروف بہ عارف باللہ، ۲۶-ان کے صاحبزادے حضرت شیخ حامد، ۲۷-ان کے صاحبزادے حضرت ابومحمد، ۲۸-ان کے صاحبزادے حضرت عبدالوہاب، ۲۹-ان کے صاحبزادے حضرت عبدالصمد، ۳۰-ان کے صاحبزادے حضرت احمد، ۳۱-ان کے صاحبزادے حضرت شیخ جمال الدین، ۳۲-ان کے صاحبزادے حضرت شیخ نوراللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں دی جانے والی بشارت پر حضرت شیخ نوراللہ یہ موئے مبارک ۲۷ر ربیع الاول ۱۱۱۴ھ کو لے کر بلگرام شریف تشریف لائے اور سید العارفین میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی کو یہ امانت سپرد کی اور اس کی سند تحریر فرما کر اپنی مہر سے مزین کر کے حوالے فرمائی، اسی اصل سند سے یہ نقل تیار کی گئی۔

صفیر بلگرامی نے بھی تاریخ بلگرام میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اوّل: موئے شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشارتی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخانہ حضرت شاہ لدھا صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین بلگرام میدان پورہ۔

دوم: موی ہائے شریف: آثار قدم مبارک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ بذریعہ ایک جن کے بلگرام میں پہنچے۔ اُن میں سے ایک موئے شریف سید غلام عماد الدین صاحب سجادہ قادریہ اور دوم بخانہ سید نوح والد حضرت آزاد وسوم بخانہ سید اعظم بن سید مکرم و چہارم بخانہ سید عنایت اللہ بن سید کرم اللہ پہنچا اور سنگ اثر قدم مبارک سید عماد الدین موصوف نے پایا اور یہ واقعہ ۱۱۶۶ھ کا ہے۔" [تاریخ بلگرام، ص ۵۴]

حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے حضرت میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی نے اس سعید موقع سے یہ تاریخ قطعہ تحریر فرمایا:

"تاریخ ورود شعر مبارک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بہ بشارت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحضرت شاہ لدھا رسیدہ۔

۱-تعالی اللہ زہے شعر مبارک   ورودش داد مارا تاجِ مفخر

۲-کرامت ہائے حق راشکر کردم   شدم درفکر تاریخش مصوّر
۳-چو جو دِ فیضِ داور ہست گفتم   زدل تاریخ "جود فیض داور" [۱۱۱۴ھ]
۴-دگر پرسی ز تاریخ جلوسی   ہمیں برلفظ "مو" کردم مقرر

[بحر طویل-سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی-مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، ص۸-احسن فارسیہ 891,5511/19]

ترجمہ: ۱-سبحان اللہ! بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے موئے مبارک کی ہمارے خاندان میں تشریف آوری نے ہمارے سروں پر فخر کا تاج سجادیا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کے اس انعام واکرام کا میں نے بے حد شکرادا کیا اور اس کی آمد کی تاریخ کہنے کی مبارک فکر میں مصروف ہوا۔

۳- چونکہ موئے مبارک کی تشریف آوری حق تعالیٰ کے فیض وکرم کا احسان ہے، اس لیے میں نے اس کی تاریخ: "جود فیض داور" کے لفظ سے برآمد کی۔

۴- اور اگر تم بادشاہ ہند کے سال جلوس تخت کے حساب سے اس کی تاریخ پوچھو تو میں نے اس کو لفظ "مو" [۴۶] سے برآمد کیا ہے۔

اس عظیم نعمت مبارکہ سے سرفرازی کے بعد سے ہی سید العارفین سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر پہلی ربیع النور سے بارہویں ربیع النور تک خصوصی محافل میلاد کا انعقاد فرماتے، حسنات وخیرات کا سلسلہ تو پہلے بھی جاری تھا، اس میں اور اضافہ ہوگیا۔ ۱۰ ربیع الاول شریف کو بعد نماز ظہر موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی۔ یہ روایت آج بھی جوں کی توں اخلاف میں قائم ہے۔

دوسری نعمت عظمیٰ میدان کربلا کا وہ علَم شریف ہے جو حضرات اہل بیت کے لشکر کی نمائندگی کر رہا تھا۔ ہوا یوں کہ حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ حج بیت اللہ اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ان سعادتوں سے سرفراز ہو کر کربلائے معلیٰ روانہ ہوئے اور جد کریم سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ کرم میں حاضری دی۔ رات میں

جب محوخواب ہوئے تو سیدنا امام عالی مقام کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ نے اس عَلَم [پرچم] کی نشاندہی فرمائی کہ فلاں جگہ یہ علم زمین کی تہوں میں دبا ہوا ہے۔تم اسے نکال لو۔حضرت نے بیدار ہوکر اس جگہ زمین کھودی تو اس پرچم کا بالائی حصہ برآمد ہوگیا۔آپ نہایت مسرور ہوئے اور اسے اپنے ساتھ بلگرام شریف لے آئے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔اس علَم شریف کی زیارت ۷؍محرم الحرام کو کرائی جاتی ہے۔

حضرات اکابر اور ان کے جانشین حضرات بھی شاہ لدھا کو بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔کالپی شریف کی سجادگی کے سلسلے میں ایک مرتبہ اختلاف رونما ہوا تو حضرت سید العارفین سید شاہ لدھا قدس سرہٗ فیصل ٹھہرے اور آپ نے جو فیصلہ فرما دیا، اسے سب نے تسلیم کرلیا اور قدرت کی جانب سے بھی اس فیصلے کی تائید دیکھنے میں آئی۔پورا قصہ حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔حضرت رقم طراز ہیں:

”آپ کے فرزند و جانشین سلطان ابوسعید قدس سرہٗ ولی کامل تھے۔ہر وقت حضوری و ذوق و سرور میں رہتے تھے۔جس وقت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی، آپ کے خلف الصدق حضرت سلطان ابوسعید اور آپ کے بھائی سید سلطان مقصود دونوں نے سید العارفین میر شاہ لدھا بلگرامی کو نامہ طلبی بھیجا۔سید العارفین صاحبزادوں کے بلاوے پر کالپی پہنچے، نیز اس خاندان کے سبھی خلفا بھی پہنچے، جیسے شیخ محمد افضل الہ آبادی، شیخ عبدالحلیم موہانی وغیرہ، پھر سجادہ نشینی کے لئے اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔سب کا اتفاق اس پر تھا کہ صاحب سجادہ میر سلطان مقصود کو مقرر کیا جائے، کیوں کہ یہ سید احمد کے صاحبزادے ہیں اور سلطان ابوسعید پوتے ٹھہرے، نیز سید سلطان مقصود صاحب علم و فضل اور خاندان میں معمر بھی ہیں۔سید العارفین نے فرمایا ایسا خیال درست نہیں ہے۔باپ کی سجادہ نشینی کا حق بیٹے کو پہنچتا ہے، پھر یہ کہ علم ظاہر پر علم باطن کا مدار نہیں ہے، کیوں کہ اس کا تعلق زبان سے ہے اور اس کا تعلق دل

سے۔انشاء اللہ آبائے کرام کی برکت سے یہ بھی خاندان کے سربراہ اور قبلۂ عالم ہوں گے۔اس کے بعد سید العارفین کو سلطان مقصود نے خلوت میں بلایا اور از روئے عنایت فرمایا کہ آپ [میرے لئے] سید احمد کی جگہ ہیں، اگر باپ کا حق صاحبزادے کو پہنچتا ہے تو سید محمد کی دستار میرے سر پر باندھی جائے اور شاہ فضل اللہ کی دستار سلطان ابوسعید کے سر پر باندھی جائے، سید العارفین نے عرض کیا کہ حضرت میر سید محمد نے کس کی دستار اپنے سر باندھی تھی، حق تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کا شرف عطا فرمایا ہے۔آپ ایسا کریں کہ دوسرے لوگ آپ کی دستار اپنے سر پر باندھیں، نہ یہ کہ آپ دوسروں کے محتاج ہوں اور دوسروں کا حق مستعار لیں۔القصہ سید العارفین کی کوششوں سے صاحب سجادگی سلطان ابوسعید کو پہنچی اور بہت جلد سید العارفین کی کرامت ظہور میں آئی کہ تھوڑی ہی مدت میں بحکم قضا وقدر سلطان مقصود کی نسل ختم ہوگئی۔ان کے ایک صاحبزادے سلطان محمد اعظم نام کے تھے، ایام جوانی میں جہان فانی کو چھوڑ گئے، اور ان کے بھی ایک صاحبزادے ہوئے جو بچپن ہی میں کنار لحد محوخواب ہو گئے، پیچھے کوئی اولاد نہ رہی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ہم اللہ کے ہیں ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔

سلطان ابوسعید قدس سرہٗ ۱۱۳۶ھ میں سید العارفین قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے بلگرام تشریف لائے اور اپنے ارادت مندوں کے ایک جم غفیر کو خورشید جمال اقدس سے نورانی فرمایا۔آپ اکثر معانیٔ معرفت کو شعر کے لباس میں ادا فرماتے رہتے اور عرفان تخلص فرماتے تھے۔آپ کے نتیجہ افکار سے یہ ہے ؎

دیروز کہ دل رفت ز کاشانۂ ما   لیلیٰ گویاں بروں شد از خانۂ ما
امروز شنیدم انا لیلیٰ می گفت   گلبانگ دگر شنو ز دیوانۂ ما

ترجمہ: کل جب ہمارے خانۂ جسم سے دل نکلا تو ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے خانۂ جسم سے لیلیٰ باہر گئی ہو، اور آج میں نے سنا کہ وہ دل کہہ رہا تھا کہ میں لیلیٰ ہوں تو ہمارے عاشق سے ایک اور خوبصورت کلام سماعت کرو۔

آپ کا وصال ۱۱۴۷ھ میں واقع ہوا۔محرر اوراق کہتا ہے ؎

آں شاہ ابو سعید قطب عرفاں　　شد منزل آں سید اکمل فردوس
دریاب کہ ازآیت قرآن مجید　　تاریخ نوشتم ،یرثون الفردوس[۱۱۴۷ھ]

یعنی قطب عرفان شاہ ابوسعید جن کی منزل جنۃ الفردوس ہوئی،غور کرو کہ قرآن کریم کی آیت سے میں نے تاریخ لکھی،یعنی وہ فردوس کی میراث پائیں گے۔" [مآثر الکرام،ص۱۷۱-۱۷۳]

حضرت سید العارفین شاہ لدھا قدس سرہٗ جب ملازمت سے کنارہ کش ہوکر بلگرام شریف لے آئے تو پورے طور سے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔خواص کوعلوم ظاہر و باطن کا درس دیتے،فقرائے محمدی کی روحانی تربیت فرماتے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے۔ پوری پوری رات یاد مولیٰ میں گزر جاتی۔ سلطان ابوسعید بن شاہ فضل اللہ بن میر سید احمد قدست اسرارہم فرماتے تھے کہ ایک بار میں نے میر شاہ لدھا سے پوچھا کہ نماز تہجد پڑھتے ہیں کہ نہیں؟ تو فرمایا:"کئی سال بیت گئے کہ پوری رات آنکھ نہیں جھپکی اور دیوانگیٔ دل کی بدولت نماز تہجد کی نوبت نہیں آئی۔"البتہ حضرت شاہ لدھا فرض نمازیں بے اختیارانہ ادا فرماتے تھے۔اکثر اوقات رات کے پچھلے پہر صحرا کی سیر کو نکل جاتے۔ چھ چھ مہینے روزہ رہتے اور افطار میں چند قطرے پانی پر اکتفا کرتے اور بس۔فرماتے:"صحرا کی سیر دل کشا ہوتی ہے۔" [مآثر الکرام،ص۱۹۶]

آپ نے اوصاف بزرگاں اور اخلاق نبوت کا خاص حصہ پایا تھا۔خندہ روئی، غمگساری، حاجت روائی، حرص و ہوس سے دوری، اللہ رب العزت کی ذات پر پورا بھروسہ آپ کے مخصوص اوصاف تھے۔علامہ آزاد کا بیان ہے کہ"آپ نذر و نیاز کو ذخیرہ نہیں بناتے تھے۔ جو غیب سے حاصل ہوتا،خندہ روئی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ خرچ کردیا کرتے۔نیز شہر میں آنے جانے والے فقراء کی خبر گیری کرتے رہتے......آپ کے بہترین عجائب سے یہ ہے کہ اگر آپ کو جسمانی مرض لاحق ہوجاتا،اگرچہ شدید ہوتا، آپ پرہیز نہیں کرتے تھے اور دوسرے دنوں کے برعکس پر تکلف کھانا کھاتے۔اطبا بہت منع کرتے لیکن ان کی نصیحت کا آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ بات صاف دلالت

کرتی ہے کہ آپ حکیم مطلق کی ذات پر بھروسہ کرتے تھے۔" [مآثر الکرام،ص۱۹۶-۱۹۷]

اللہ رب العزت نے آپ کو بہت خوش طبع بنا کر اس دنیا میں بھیجا تھا۔آپ کی باتیں لغویات سے پاک ہوتیں لیکن ان میں خشکی بھی نہ ہوتی۔دینے والے نے فکر و بیان کا حسن خوب دے رکھا تھا۔علامہ آزاد فرماتے ہیں:

"جب بات کرتے تو نہایت خوبی،رنگینی اور تمکنت سے گفتگو فرماتے۔جب حقائق و معارف کی باتیں چھڑ جاتیں تو ایسے والہانہ ذوق وشوق سے بیان فرماتے کہ سننے والے پر ایک کیفیت طاری ہوجاتی۔جن باکمال حضرات اور بزرگوں نے حضرت اقدس شاہ لدھا کی صحبتیں اٹھائی ہیں،سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ جو کیفیت اور چاشنی آپ کی محفل اقدس میں ہمیں ملی،وہ کہیں اور نہ ملی اور باوجود یہ کہ عمر مبارک سو سال سے زیادہ ہوئی مگر کبھی حالتِ ذوق وشوق،وجود اقدس سے کم نہ ہوئی۔" [مآثر الکرام،ص۱۹۶]

اسد العارفین سید شاہ حمزہ عینیؔ قدس سرہٗ نے بھی آپ کی شیریں بیانی کا تذکرہ فرمایا ہے۔کاشف الاستار شریف میں رقم طراز ہیں:

"بیشتر اوقات خصوصاً رات کے اخیر حصے میں صحرا کی جانب نکل جاتے۔ فرمایا کرتے:صحرا کی سیر فرحت بخش اور دل کشا ہوتی ہے۔آپ کا خیال یہ تھا کہ صحرا مرتبۂ اطلاق رکھتا ہے اور شہر مرتبۂ تقیید۔باتیں بہت خوبصورت،دلکش اور ظرافت آمیز کرتے۔جب حقائق و معارف کی گفتگو نکلتی تو آپ کی زبان سے ذوق وشوق ترواش ہوتا رہتا اور سننے والے پر ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی۔" [کاشف الاستار شریف،اُردو ترجمہ:ساحل شہسرامی[علیگ]غیر مطبوعہ]

طالبین راہ خدا اور فقرائے محمدی کی تربیت کا انداز بھی آپ نے جداگانہ اختیار کیا تھا۔اس طرز تربیت میں طالب کو مشقت خیزی کم ہوتی،جو کم کم اٹھانا پڑتا اور زیادہ تر مرحلے خود آپ اپنی توجہ باطن سے طے کرادیتے۔علامہ آزاد رقم طراز ہیں:

"طالبین کی تربیت میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ کبھی تو ایک کرشمے سے طالب کا کام پورا کردیتے اور کبھی ریاضت و مجاہدہ کراتے مگر ایسی کٹھن ریاضتیں نہیں کراتے تھے جو

آدمی کو ناتواں کر کے تھکا دے۔ اگر چلّے میں بٹھاتے تو لطیف اور نرم غذائیں دیتے۔ فرماتے: قوام انسانی کا سبب غذا ہے۔ اگر آدمی تندرست ہوگا تو اس سے جہاد نفس اچھی طرح ہو سکے گا اور اگر ناتواں ہوگا تو اس میں کوتاہی پیدا ہوگی۔ آپ گدڑی پہننے، پیوند لگا لباس پہننے اور عام لوگوں کی نگاہ میں معاملات باطن کے عیاں اظہار سے فقرا کو منع فرماتے تھے۔ شادی کرنے، روزی حاصل کرنے کے اسباب اپنانے سے کسی کو نہیں روکتے تھے، کیونکہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت مبارکہ ہے۔ آپ فرمایا کرتے: مردوہ ہے جس کا ظاہر عام لوگوں سے ملتا جلتا ہوا اور باطن یاد مولیٰ میں مستغرق ہو۔" [مآثر الکرام، ص۱۹۵]

حضرت شاہ لدھا کو سماع سے حد درجہ احتراز تھا۔ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے مزار مقدس کے پاس اگر کوئی سماع کرنا چاہتا تو نقصان اٹھاتا اور آندھی، طوفان کوئی ایسی صورت ضرور پیدا ہو جاتی جس سے قوالی کا پروگرام منسوخ کرنا پڑتا۔ اس کا خاص مقصد حدود شریعت کی حفاظت تھی۔ یہ جذبہ آپ مریدین میں بھی خاص طور پر راسخ فرما دیتے۔

۞ ***حضرت سید نور اللہ:*** آپ حضرت سید العارفین کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں۔ بڑے مرتاض اور مقرب بارگاہ الٰہی۔ دنیا آپ کو کبھی نہ راس آئی۔ تحصیل علم کے لئے مختلف جگہ کا سفر کیا۔ پہلے شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہٗ سے مرید ہوئے پھر دہلی چلے گئے۔ بعض صاحبان ثروت نے مدد معاش کے لئے کچھ حصۂ زمین کی سند پیش کی، آپ نے اسے چاک کر ڈالا، آخر میں آپ سید العارفین سے مرید ہوئے اور سخت ریاضتیں طاقت سے زیادہ کھینچیں۔ اس کے بعد آپ کی عجیب حالت ہوگئی۔ رات رات بھر آنکھ نہیں جھپکتی تھی۔ اکثر روتے رہتے، کبھی رکوع میں ہوتے، کبھی سجدے میں، شام سے صبح تک اسی حالت میں گزار دیتے تھے، اور حدیث شریف: "حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ" [یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمان مبارک کثرت قیام سے متورم ہوگئے تھے] کا مصداق بن گئے تھے، کبھی کبھی تو یہ حال ہو جاتا کہ گیارہ گیارہ روز تک نہ کچھ کھاتے، نہ پیتے۔ ایک روز کھڑے تھے، چاہا کہ وضو کرنے کے لئے لوٹا اٹھائیں، آپ جھکے پھر ایسی حالت طاری ہوئی کہ تین روز تک رکوع کی حالت میں

رہ گئے، اکثر دیوانگی طاری رہتی اور بے اختیار ہو جاتے اور گریبان چاک کرتے پھرتے تھے، سیم و زر قریب نہ پھٹکنے دیا۔ فرماتے تھے: یہ مردار ہے اور مردار پر ہاتھ ڈالنا جائز نہیں [بایں ہمہ جذب و شوق] تشرع کے خیال سے احتساب کا جھنڈا تھامے رہتے تھے۔

ایک روز آزادوں کے گروہ کا ایک قلندر سید العارفین کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک باجے ڈھولک کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ قلندر گستاخانہ انداز میں سید العارفین سے کہنے لگا کہ جہاں سے مزامیر کی آواز آ رہی ہے، چلو وہاں چلیں۔ سید نور اللہ نے جھڑک کر کہا، وہاں کیا ہے؟ قلندر نے کہا وہاں اللہ ہے، سید نور اللہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اٹھ اور اللہ کو دکھا۔ قلندر نے کہا نجاست اپنے جسم سے دور کر دو۔ آپ نے پوچھا نجاست کیا ہے؟ کہا یہ لباس دنیوی جو تم نے پہن رکھا ہے۔ سید نور اللہ نے دستار زمین پر پھینکی اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا اللہ کو دکھا۔ قلندر ششدر و حیران رہ گیا اور عجز و تضرع اس پر طاری ہوگیا۔ سید نور اللہ نے گریبان پکڑ لیا۔ آخر سید العارفین نے درمیان میں آکر قلندر کو ان کے ہاتھ سے چھڑایا۔

ایک رات تراویح کی نماز جماعت سے پڑھ رہے تھے۔ جب امام اس آیت پر پہنچا: "فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا" [التوبۃ:۸۲] تو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔ [کنز الایمان] تو عین حالت نماز میں بیہوش ہو گئے اور کافی روز تک سکون نہ ہوا۔

ایک روز اس راہ کے طے کرنے میں ایک مشکل پیش آئی۔ سید العارفین کی خدمت میں اس کا اظہار کیا۔ حضرت نے کچھ وظائف تلقین کرا دیئے پھر بھی عقدہ حل نہ ہوا تو فرمایا کہ جاؤ اور قران مجید حفظ کر ڈالو، چند پارے حفظ کئے تھے کہ عقدۂ مشکل حل ہوگیا۔ آئے اور حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور باقی قرآن مجید حفظ کرنے لگے۔ پچیس پارے ہی حفظ کئے تھے کہ اسی دوران آپ کے دونوں پاؤں کثرت قیام کی وجہ سے سوج گئے اور اسی عارضے میں اس دنیا سے گزر گئے۔ آخری وقت میں پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو فرمایئے؟ فرمایا یہی ایک تمنا رہ گئی کہ بقیہ پانچ پارے حفظ

کرنے کی مہلت نہ ملی۔ آپ کی وفات ۱۳؍شعبان ۱۱۱۳ھ میں واقع ہوئی۔ کاتب الحروف نے آیت کریمہ "بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ" [الحدید:۱۲، آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں] تاریخ وفات نکالی۔" [مآثر الکرام، ص۲۰۳-۲۰۵]

حضرت سید العارفین میر لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ کی تربیت طالبین کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ اپنے فیض یافتگان اصاغر کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ان کے درست معاملات باطن کے کمالات کو بیان بھی فرماتے۔ آپ کے ایک ممتاز دست گرفتہ بلگرامی درویش سید محبّ اللہ تھے جو اپنے پیر و مرشد شاہ لدھا کے ارشاد کے مطابق اپنی درویشی کو سپاہیانہ لباس میں چھپائے رہتے۔ ان کے حالات کے ذیل میں علامہ آزاد فرماتے ہیں:

"سید العارفین قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ سید محبّ اللہ کہا کرتے: جس وقت میں کلمۂ طیبہ لا الٰہ کا ورد کرتا ہوں، اس وقت کوئی بھی چیز میری نگاہ کے سامنے نہیں رہتی، اور جب الا اللہ کہتا ہوں تو ساری چیزیں موجود ہو جاتی ہیں۔ سید العارفین یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے سید محبّ اللہ کے پاس ایک خط لکھا اور اس میں یہ شعر درج کر دیا۔

غیرت روا نہ داشت کہ برقع برافگنم تا جملہ بنگرند کہ جانانہ خودم

میری غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ بے نقاب ہو جاؤں ورنہ سب لوگ دیکھ لیں گے کہ میں خود اپنا محبوب ہوں۔

سید محبّ اللہ نے مذکورہ بالا شعر کے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا۔

جز تو کس نیست تا ترا بیند از چہ برقع نمی کشائی تو

تیرے سوا یہاں کوئی موجود ہی نہیں جو تجھے دیکھ سکے، پھر نقاب رخ کیوں نہیں اٹھاتے۔ سید العارفین فرماتے ہیں کہ سید محبّ اللہ کا کلام میرے کلام پر سبقت لے گیا"۔ [مآثر الکرام، ص۲۱۶-۲۱۷]

۞

سید العارفین حضرت میر سید لطف اللہ شاہ لدھا قادری چشتی قدس سرہٗ بیعت و

روحانیت کے باب میں مقتدائے عصر تھے۔ بڑے بڑے شاہباز طریقت آپ کے اسیر رہے ہیں۔ آپ کے میخانۂ لطف و کرم میں قادریت اور چشتیت کا جام پینے والوں کی قطار رہتی تھی۔ آپ کے طالبان بیعت و ہدایت کی تعداد ہزاروں ہے۔ آپ سے بیعت ایصال اور شرف خلافت حاصل کرنے والے بزرگانِ امت کی تعداد بھی کم نہیں۔ ان میں ایسے ایسے افراد ہیں جن کے مبارک قدموں نے ویرانے آباد کر ڈالے ہیں۔ ان میں:

- سلطان العاشقین صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری عشقی
- حضرت سید محمدی بلگرامی
- برہان الموحدین حضرت شاہ آل محمد قادری
- حضرت سید نجات اللہ شاہ میاں
- حضرت سید نور اللہ قدست اسرارہم

کے اسمائے گرامی احقر کو مآثر الکرام اور کاشف الاستار شریف میں آپ کے خلفائے کرام کی صف میں نظر آئے۔ آپ کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت سید محمدی بلگرامی قدس سرہٗ ہیں، اس لیے ان کے حالات مآثر الکرام سے نقل کرتا ہوں۔ اُن کا کچھ تذکرہ آگے بھی آئے گا۔

۞ **سید محمدی قدس سرہٗ:** سید محمدی بن سید بدیع الدین عرف سید نتھا بن سید تاج الدین حجرہ نشین مذکور قدس سرہٗ۔ آپ سید العارفین کے سب سے پہلے خلیفہ ہیں، بچپن میں کلام اللہ کو حفظ کیا اور مولوی عبد الغفور متولی بلگرامی کی خدمت میں شرف تلمذ حاصل کیا۔ کتب درسیہ علی الترتیب پوری کیں، پھر سید العارفین سے مرید ہو کر سعادت کے دروازے اپنے اوپر کھولے اور سلوک کا راستہ آگہی کے قدم سے طے فرمایا، اور مبدا کو منتہیٰ تک پہنچایا۔ نیز خرقۂ خلافت و اجازت کے زیور کرامت سے آراستہ ہوئے مگر خلوت گزینی کی قید میں نہیں رہے۔ زندگی شاہ عالم بہادر شاہ کے ساتھ بسر فرماتے تھے۔ بادشاہ نہایت ادب و احترام سے پیش آتا۔ ایک روز تنہائی میں بادشاہ سے گفتگو کر رہے تھے۔ دوران گفتگو ہاتھ بادشاہ کے زانو پر رکھ دیا۔ ایک شخص

دیکھ رہا تھا، اس نے کہا ادب کا طریقہ ملحوظ رکھئے۔ بادشاہ نے اسے منع کر دیا اور کہا کہ اہل اللہ سے کبھی تعرض نہیں کرنا چاہیے۔

آپ بہت عالی مشرب، بلند حوصلہ تھے۔ باطنی قوت میں کامل درجہ رکھتے تھے، جو کوئی صاحب دل آپ سے ایک بار ملاقات کر لیتا، فرمانبردار اور معتقد ہو جاتا۔ ایک روز کسی شیخ سے ملاقات فرمائی، توحید کی بات درمیان میں آئی تو شیخ پر رقت طاری ہو گئی، آپ نے فرمایا تم سقائی کرتے ہو، شیخ نے کہا یہ بات تو ہم دونوں میں موجود ہے، تو سید صاحب نے فرمایا یہ بات نفس کی ہے اور میری اور تیری توحید میں گنجائش نہیں ہے۔

آپ کی وفات ۱۱۲۳ھ میں ہوئی۔ خوابگاہ محلہ حیدر آباد کی آبادی سے ملحق محلہ میدانپورہ کے شمالی باغ میں مزارات شہدا کے قریب ہے۔ اسی سال قاضی محمد حافظ کا بھی انتقال ہوا۔ علامہ میر عبدالجلیل قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

۱- چوں میر محمدی و قاضی حافظ بردند بے کساں سوئے جنت راہ
۲- گشتند بہ رضوان الٰہی واصل ہاتف تاریخ گفت "رضوان اللہ" [۱۱۲۳ھ]

ترجمہ: ۱- جب سید محمدی اور قاضی حافظ نے ایک ساتھ جنت کی راہ لی۔
۲- ان دونوں حضرات نے رضائے الٰہی حاصل کر لی۔ غیب سے کسی منادی نے ان کی تاریخ وصال میں یہ لفظ ادا کئے: رضوان اللہ۔" [مآثر الکرام، ص ۲۰۶-۲۰۷]

❁

آپ کے خصوصی فیض یافتہ بزرگ سلطان العاشقین صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں علامہ آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں:

"آپ ایسے شاہباز ہیں جن کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، ایسے بے مثل شہسوار ہیں جن کا میدان بلند آسمان ہے۔ ولایت کا نور آپ کے ماتھے پر ظاہر تھا اور فقر کا جلال جبین مبارک سے مترشح تھا۔ زندگی بھر خالق کے آستانے پر سجدہ کناں رہے، کبھی مخلوق کی چوکھٹ پر قدم نہ رکھا۔ امیر ہوں یا فقیر سب آستاں کا فرش بنے رہے۔ آپ نے دنیا اور آخرت میں سعادت کی بلندی حاصل کر لی۔

اگر چہ ابتدا میں سید مربی بن سید عبدالنبی بلگرامی قدس سرہما سے مرید ہوئے مگر آغاز شباب سے بڑھاپے کی عمر کے شروع حصے تک سید العارفین کی صحبت سے وابستہ رہے، جس سے آپ کی استعداد کا عقیق، حضور کے باطن کے فروغ سے کمال کا رنگ حاصل کرتا گیا اور حضرت کے مشرب خاص سے کافی حصہ پایا پھر خلافت و اجازت کی سند حاصل کی۔ سید العارفین کو باطنی طور پر آپ سے کافی لگاؤ رہا۔ معارف و حقائق پر مشتمل خطوط آپ کی جناب سے اکثر حضور صاحب البرکات کے نام جاری ہوتے رہتے۔ ان میں سے بہت سے خطوط "انیس المحققین" میں درج ہیں جن کے مطالعے سے طالبین کو روحانی فیض ملتا ہے"۔ [مآثر الکرام، ص ۲۰۷-۲۰۸]

❁

آپ اپنے مقامات روحانی کو چھپائے رہتے لیکن عشق اور مشک چھپتے کہاں ہیں۔ اخفائے حال کے باوجود آپ سے بے شمار کرامات اور خوارق عادات کا صدور ہوا۔ حضرت علامہ آزاد بلگرامی نے ایک واضح کرامت کا ذکر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"سید محمد بلگرامی سادات پچ بھیا سے ہیں سید العارفین کے مرید اور مشائخ کرام کے دیدار سے مشرف تھے۔ بیعت سے پہلے خوب سیاحت کی، بہت سے اللہ والوں کی صحبت اختیار کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔ سالہا سال جسم کو توڑ دینے والی مگر روح پرور ریاضتیں کیں۔ علم دعوت اور تکسیر و جفر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ایک دن دعوت اسماء میں مشغول تھے کہ ناگہاں ایک دیو ڈروانی شکل میں ظاہر ہوا اور انہیں زمین سے اٹھا کر پٹخ دیا۔ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو جسم میں جلن اور سینے میں سخت درد ہونے لگا۔ نہایت اضطراب کے عالم میں سید العارفین قدس سرہ کے پاس پہنچے اور اپنا حال بیان کرنا چاہا۔ حضرت حقہ پی رہے تھے۔ ان کے کچھ کہنے سے پہلے فرمایا: اٹھو، حقہ کا پانی تازہ کر لاؤ۔ سید محمد اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی نکالنے کے لئے ڈول کنویں میں ڈالا، ادھر ڈول بھرنے کی آواز کانوں میں پڑی کہ سوزش اور درد میں کمی آ گئی پھر جب قلیان کا

پانی تازہ کر کے حضرت کے سامنے رکھا تو صرف قلیان کی بھڑ بھڑ کی آواز سنتے ہی جو کچھ درد و سوزش باقی تھی، وہ بھی ختم ہوئی اور حضرت کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد تو آپ کی حالت عجیب ہوگئی۔ گویا ایک برق تپاں تھی جو خرمن حیات پر گرگئی اور دنیا و مافیہا سے بے گانہ کر دیا۔ بیوی بچے، یار آشنا سب بے گانے ہو گئے اور سید محمد ہمہ وقت نوافل اور اوراد و وظائف میں مصروف رہنے لگے اور خود کو سرمدی انوار و تجلیات میں گم کر دیا۔ جذب کے غلبے کی وہ حالت ہوگئی تھی کہ نغمہ کی ذراسی آواز پر بے خود ہو جاتے اور قلق و اضطراب رونما ہو جاتا۔" [مآثر الکرام، ص۲۲۶-۲۲۷]

آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں بھی حضرت سید العارفین شاہ لدھا قدس سرہ نے اپنی کرامت کا علانیہ اظہار نہیں فرمایا بلکہ ڈول، رسی، حقہ اور پانی کی گڑ گڑاہٹ کے پردے میں اسے پوشیدہ رکھا۔ دراصل آپ مشائخ کے اس قول پر عامل تھے: "اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ" شریعت محمدی پر مضبوطی سے جمے رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت شاہ لدھا کے پوتے اور جانشین حضرت میر سید نوازش علی قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف: "سلاسل الانوار فی سیر الابرار" میں حضرت کی متعدد کرامات ذکر فرمائی ہیں۔ میں دو کرامتیں ان کے حوالے سے بھی نقل کرتا ہوں۔ حضرت میر نوازش علی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

۞ جس وقت نواب خیر اندیش خاں کنبوہ بلگرام حاضر ہو کر حضرت کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا تو اس نے راستے میں ہی یہ نیت کر لی تھی کہ حضرت شاہ لدھا مجھے ٹھنڈا پانی عطا فرمائیں۔ سردی کا موسم ہونے کے باوجود حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ نے ایک خادم سے فرمایا: فقرا کیا خاطر تواضع کر سکتے ہیں۔ جاؤ صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی لے آؤ اور ان کی خدمت میں پیش کر دو۔ خیر اندیش خاں نے فوراً اُٹھ کر معذرت کی کہ حضور! مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میں ایسا خیال دل میں لایا۔ مجھے معاف فرما دیں۔

۞ حافظ سید محمدی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں صحرا کے اندر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر باطنی سبق لینے میں مشغول تھا۔ حضرت بھی

مراقبے میں مصروف تھے۔ گرمی کا موسم تھا، آفتاب بلند ہو چکا تھا اور اس کی تمازت میرے شغل باطنی میں خلل پیدا کر رہی تھی۔ حضرت شاہ لدھا نے مراقبے سے سر اٹھا کر آفتاب پر ایک نگاہ ڈالی پھر اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو مٹھی میں پکڑ کر دوبارہ مراقبے میں مصروف ہو گئے۔ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور ہمارے سر پر سایہ فگن ہو گیا۔ جب تک میں اس جگہ مراقبے میں مشغول رہا، وہ پارۂ ابر ہمارے سروں پر سایہ کناں رہا۔" [سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی، مترجما، ورق:۲۸]

حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کے سگے بھتیجے اور مرید حضرت سید غلام مصطفیٰ بن سید عبداللہ نے بالکل درست فرمایا ؎

۱- جز مستی و عشق نیست کام لدھا ازز لف و رخ است صبح و شام لدھا

۲- آثار دو کون پرتو حالِ وے ست عالی ست ز قالِ ما مقامِ لدھا

۱- حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ بس عشق و مستی جانتے ہیں اور ان کی صبح و شام محبوب کی زلف و رُخ کے تصور میں گذرتی ہے۔

۲- دونوں جہاں کے آثار، ان کے حال کا پرتو ہیں۔ حضرت شاہ لدھا کا مقام عالی بیان سے ماورا ہے۔ [سلاسل الانوار فی سیر الابرار قلمی ورق نمبر ۲۷]

۞

حضرت سید العارفین کو دانش و بینش اور روحانی مقامات کے اعلیٰ مراتب نصیب تھے، اس لئے آپ سے اس راہ کے کئی اقوال زریں بھی منقول ہیں جو آج بھی رہروان راہ سعادت کے لئے مینارۂ نور اور رہنمائے محبت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

۞ مردہ ہے جس کا ظاہر مخلوق خدا سے مشابہ ہو اور باطن یاد مولیٰ میں مستغرق ہو۔

۞ لیلیٰ کے لئے محمل ضروری ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ سرّ حقیقت کو پردۂ مجاز میں پیش کیا جائے تا کہ ناقصوں کے زخم چشم سے محفوظ رہے۔

۞ اسلام یہ ہے کہ اس کا ماننے والا اپنے وجود کی نفی کرے اور صرف اللہ کو موجود جانے۔

- شریعت انسانیت کی تکمیل کا کامل ذریعہ ہے۔
- شریعت رنگ ہے اور حقیقت خوشبو، دیکھو سرخ گلاب کا پھول دونوں صفتوں کا جامع ہوتا ہے، اس لئے اسے تمام پھولوں پر فوقیت حاصل ہے اور لالہ و یاسمن ایک ایک صفت رکھتے ہیں کہ لالہ میں دلکش رنگ ہے، خوشبو نہیں اور یاسمن میں خوشبو ہے، رنگوں کی دل آویزی نہیں، اس لئے انہیں گلاب جیسا مرتبہ نصیب نہیں ہوا۔

کنارہ گرد خطرہائے بے کراں دارد　　میانہ رو، ز دو جانب نگاہباں دارد

کنارے کے آس پاس بہت سے خطرات ہوتے ہیں اور درمیان میں چلنے والا دو کناروں پر نگاہ رکھتا ہے۔" [مآثر الکرام، ص۱۹۷]

حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کے نبیرہ اور جانشین حضرت سید میر نوازش علی قدس سرہٗ نے "سلاسل الانوار فی سیر الابرار" میں آپ کے کثیر علمی اور روحانی افادات اور گرامی اقوال نقل فرمائے ہیں۔ میں اس کے چند اقتباسات یہاں اصل عبارت کے ساتھ پیش کرتا ہوں تاکہ سلاسل الانوار کا اسلوب تحریر بھی نگاہوں میں آجائے۔

حضرت میر نوازش عرف لالامیاں بلگرامی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

"حضرت سید العارفین می فرمودند: روزے حافظ سید محمدی گفت کہ دوش وقت نیم شب عجب حالتے رو بدادہ کہ بصحرا رفتم۔ ناگاہ خوفے وترسے پیدا گشت، بسیار پشیماں شدم کہ باوجود ایں ذوق و حالت ترس چیست۔ گفتم: اگر او ترسیدہ باشی، تو چرا خود را در میان دیدی و پشیمان شوی"۔ [ایضاً، ورق نمبر۳۴]

روزے بخاطر کاتب الحروف نوازش علی فقیر گذشت کہ ہرگاہ در حقیقت میان کس و ناکس و ہُما و مگس تفاوتے نیست، پس فضیلت خواص بر عوام از چہ راہ است؟ ایں معنی بخدمت آں جناب عرض کردم۔ فرمودند: یکے دانستن است و یکے گفتن و یکے برآں حالت بودن۔ دانستن و گفتن بغیر برآں حالت بودن فائدہ ندارد، پس ہمت بہ تحصیل آں حالت باید گماشت تا قال حال، نقصان کمال گردد۔

عرض کردم چوں وحدت وجود "الآن کما کان" است، می باید کہ قال حال و

حال قال باشد بلکہ دریں مقام حال و قال گنجائش ندارد۔ تبسم نمودہ فرمودند: فی الواقع چنیں است۔ اما دانا از نادان بہتر، عالم از جاہل خوشتر است، بآں حال رجال را بازی مطلب ناساختہ کار کارسازی مطلب۔

از آتش عشق تا نسوزی ہرگز　　توحید حق از سخن طرازی مطلب

[سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی، ورق نمبر۲۹]

ترجمہ: حضرت سید العارفین شاہ لدھا قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ایک دن حافظ سید محمدی نے مجھ سے ذکر کیا کہ کل کی رات، میں صحرا کی جانب نکل گیا تھا۔ آدھی رات میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ اچانک ایک قسم کا خوف اور وحشت کا عالم طاری ہوگیا۔ میں بہت شرمندہ ہوا کہ ذوق الٰہی اور پھر خوف کی کیفیت؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں [سید العارفین] نے کہا: اگر وہ محبوب حقیقی تجھ پر خوف مسلط کرتا ہے تو تم خود کو بیچ میں لاکر کیوں شرمندہ ہوتے ہو؟ [ہرچہ از دوست می رسد خوب است]

ایک دن راقم الحروف نوازش علی فقیر کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب کس و ناکس، ہُما اور مکھی کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں تو پھر عوام پر خواص کی فضیلت کس لیے ہے؟۔ یہ بات میں نے جدامجد حضرت سید العارفین کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: یہاں تین باتیں ہیں: ۱- کسی بات کا جاننا، ۲- اس کا بیان کرنا، ۳- خود اس حالت پر موجود ہونا۔ اگر کوئی شخص خود اس مقام اور حالت پر موجود نہ ہو تو صرف جاننے اور بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے اس حالت کے حاصل کرنے کی جانب توجہ ہونی چاہیے تاکہ قال، حال میں اور نقصان، کمال میں تبدیل ہوجائے۔

میں نے حضرت سید العارفین کی خدمت میں عرض کی کہ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ جو اب ہے وہی پہلے تھا۔ تو ہونا یہ چاہیے کہ قال حال اور حال قال ہوجائے بلکہ اس مقام پر حال و قال کی تفریق کی بھی گنجائش نہیں۔ حضرت نے مسکرا کر اس نکتے کی وضاحت پیش فرمائی کہ واقعہ وہی ہے جو تم کہتے ہو لیکن نادان سے دانا اور جاہل سے عالم بہتر ہے۔ اس مرتبے میں مردان خدا کو بازی سے سروکار نہیں ہوتا بلکہ کارسازی کا عمل مطلوب ہوتا ہے۔

جب تک خود کو عشق الٰہی کی آگ میں جلا کر کباب نہ کرو گے، اس وقت تک توحید الٰہی کا مطلب صرف لفظوں سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

حضرت میر سید نوازش علی فقیر بلگرامی قدس سرہٗ نے اپنے جد امجد کے متعدد صوفیانہ اقوال بھی نقل فرمائے ہیں۔ بعض اقوال تو وہی ہیں جو حضرت میر غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب مآثر الکرام سے نقل ہوئے۔ بعض دوسرے یہ ہیں:

- می فرمودند: کمال انسان آنست کہ جمیع مراتب ناسوت جلوہ گاہ او کرد۔

حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ فرماتے ہیں: انسان کا مرتبۂ کمال یہ ہے کہ عالم ناسوت کے سارے مراتب اس کے سامنے روشن ہوں۔

- عبد و رب ہر دو صفت وجود مطلق است۔

عبد اور رب دونوں وجود مطلق کی صفت ہیں [رب وجود واجب ہے اور عبد وجود ممکن ۱۲ ساحل]

- چنانچہ حق است مانیستم۔ عارف و معروف و عرفان افسانہ بیش نیست۔

موجود تو حق تعالیٰ ہے، ہماری کوئی ہستی نہیں۔ عارف، معروف اور عرفان کے امتیازات افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ [باقی باقی، باقی، فانی ۱۲ ساحل]

- از محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چیزے بیروں نیست۔

دائرۂ محمدی سے کوئی چیز باہر نہیں [اول ما خلق اللہ نوری و کل الخلائق من نوری، حدیث رسول ہے]

- دعوائے خدائی انانیت است۔ انانیت، دعوائے خدائی کا دوسرا نام ہے۔
- مجنون ما لیلیٰ خود است و لیلیٰ مجنون خود۔

ہمارا مجنوں خود لیلیٰ ہے اور لیلیٰ خود اپنی مجنوں [محبت میں دوئی نہیں ہوتی]

- ابلہ کسے است کہ طالب خدا باشد و عاشق خود نگوید۔

احمق ہے جو خدا کا طالب ہو اور خود کو اپنا عاشق نہ کہے۔

- ما اگر خود را یابیم، نیافتہ باشیم۔

ہم اگر خود کو پالیں تو پھر ہماری خبر نہ ملے گی [آں را کہ خبر شد، خبرش باز نیامد]

- حق را بجز حق نتواں یافت۔ حق تعالیٰ کو اس کی توفیق کے بغیر نہیں پایا جاسکتا

- حال عارف از گفتگوے بیرون است۔ عارف کا حال تمہاری گفتگو سے سوا ہے۔
- تلاوت قرآن بے تلاوت معبود حرام است۔

فقرائے طریقت کے نزدیک معبود حقیقی کے تصور کے بغیر قرآن حکیم کی تلاوت جائز نہیں۔ [سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی ورق نمبر ۱۳۱]

سید العارفین میر لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی کا عقد مسنون اپنے تایا سید اسد اللہ بن لطف اللہ کی دوسری صاحبزادی سے ہوا جن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں: ۱۔سید عظمت اللہ ۲۔دختر ۳۔دختر ۴۔سید نور الحق

چھوٹے صاحبزادے سید نور الحق لاولد رہے۔ پہلی صاحبزادی کا عقد حضرت شاہ لدھا کے چھوٹے بھائی سید عبد اللہ کے بیٹے سید عبد الرحمٰن کے ہمراہ ہوا جن سے صرف ایک صاحبزادے سید عبد اللہ تولد ہوئے۔ دوسری صاحبزادی کا نکاح سید محمد فاضل بن سید نظام الدین بن سید اسد اللہ کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں:

۱۔سید محمد فیاض ۲۔دختر ۳۔دختر ۴۔سید محمد نواز

حضرت شاہ لدھا کے بڑے صاحبزادے سید عظمت اللہ کا عقد سید محمد نظام الدین بن سید اسد اللہ کی دوسری صاحبزادی کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادے تولد ہوئے: ۱۔سید کرم اللہ ۲۔سید نوازش علی۔ سید نوازش علی حضرت کے سجادہ نشین ہوئے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی قدس سرہٗ:

حضرت شاہ لدھا کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ بہت خوش باش، سنجیدہ، وضع دار اور مقبول شخصیت کے مالک۔ وحدت الوجود کے زبردست علم بردار تھے۔ تصنیف و تالیف اور شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی۔ آپ کا دیوان سات ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل تھا۔ تصوف میں چند دلچسپ رسالے بھی تحریر کئے ہیں۔ خط شکست بہت نادر انداز میں لکھا کرتے۔ فن موسیقی میں بھی مہارت تامہ تھی۔ [روضۃ الکرام۔ص ۲۱۵]

وحدت الوجود کا رنگ اتنا غالب تھا کہ عالم نزع میں وحدت الوجود کے ایک مخالف شخص نے اس بارے میں پوچھا کہ اب کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: مردوں کی بات ایک ہی ہوتی ہے۔ علامہ میر غلام علی آزاد رقم طراز ہیں:

’’آپ شجر سید العارفین کا ثمر ہیں۔ قدس سرہما۔ جماعت صوفیہ میں خاص درجہ رکھتے ہیں اور وحدت الوجود کے مشرب میں بلند ذوق کے حامل ہیں۔ اگرچہ زندگی کے ایام امراء کی ملازمت میں بسر کئے لیکن ہر وقت جمال بے رنگی [جمالِ الٰہی] رنگ [مظاہر قدرت] کے آئینے میں دیکھتے تھے اور وحدت کے غنچے کثرت کی شاخوں سے چنتے تھے۔ سید العارفین کے طریقے کی اصل بھی یہی ہے کہ ظاہر حال عوام کی طرح رہے اور باطن خواص کی طرح۔‘‘ [مآثر الکرام، ص۱۹۸]

شعر و سخن کے میدان میں خاص مہارت تھی۔ بہت رواں دواں انداز میں افکار کو نظم کا پیرایہ دیتے۔ تخلص بے خبر تھا۔ اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہٗ کاشف الاستار شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

’’آپ کا تخلص ’’بے خبر‘‘ تھا۔ یہ فقیر ان کے اشعار کا شیفتہ ہے۔ آپ نے تصوف میں بھی دل پذیر کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔‘‘ [کاشف الاستار شریف، اُردو ترجمہ، ساحل شہسرامی[علیگ] غیر مطبوعہ]

آپ کے صاحبزادے حضرت سید میر نوازش علی فقیر بلگرامی ’’سلاسل الانوار فی سیر الابرار‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’حق تعالیٰ ایشاں را از قابلیات ظاہری نیز نصیبے خوش عطا کردہ بود و در شعر گوئی و شعر فہمی استاد بودند و بے خبر تخلص می آوردند و در اشعار خود مضامین دقیق و نازک ایجاد نمودہ اند۔ کلیات اشعار ایشاں از مثنوی و قصائد و غزل و رباعی قریب ہشت ہزار بیت است۔ واز تالیفات ایشاں است قصص انبیا کہ در عرصۂ ہفت روز تالیف نمودہ اند و تذکرہ شعر مسمی بہ سفینۂ بے خبر و انشا و استغنائیہ و مناقب شہانہ و گلشن نامہ و در علم تصوف رسالہ ماقل و دل و رسالہ غبار خاطر و گرامی نامہ کہ در جواب نامہ عزیزے قلم بند فرمودہ اند‘‘۔

[سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی، ورق نمبر۳۲]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے والد گرامی حضرت میر سید عظمت اللہ قدس سرہٗ کو ظاہری فنون کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ شعر گوئی اور شعر فہمی میں استاذ زمانہ تھے۔ بے خبر تخلص فرماتے۔ اپنے اشعار میں نازک اور دقیق مضامین سموتے تھے۔ آپ کا کلیات اشعار تقریباً آٹھ ہزار اشعار پر مشتمل تھا جس میں مثنوی، قصیدے، غزل، رُباعی سبھی اصناف سخن موجود تھیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:
۱-قصص انبیا، جسے صرف سات دن میں تصنیف فرمایا، ۲-تذکرہ شعر معروف بہ سفینۂ بے خبر، ۳-انشا، ۴-استغنائیہ، ۵-مناقب شہانہ، ۶-گلشن نامہ، ۷-ماقل و دل، علم تصوف میں ایک رسالہ، ۸-غبار خاطر، ۹-گرامی نامہ جو ایک عزیز کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔۱۲ساحل

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مجموعۂ مکاتیب کا نام: ’’غبارِ خاطر‘‘ آپ کی ہی ایک تصنیف سے مستعار لیا تھا۔ وہ خود اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

’’میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی، مولوی غلام علی آزاد بلگرامی کے معاصر اور ہم وطن تھے اور جدّی رشتہ سے قرابت بھی رکھتے تھے۔ آزاد بلگرامی نے اپنے تذکروں میں جا بجا ان کا ترجمہ [حالات] لکھا ہے، اور سراج الدین علی خان آرزو اور آنند رام مخلص کی تحریرات میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں[میر عظمت اللہ] نے ایک مختصر رسالہ ’’غبارِ خاطر‘‘ کے نام سے لکھا تھا، میں یہ نام اُن سے مستعار لیتا ہوں۔‘‘

[غبارِ خاطر، مولانا ابوالکلام آزاد، ص:۲، ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی ۲۰۰۹ء]

حضرت میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی قدس سرہٗ کے پانچ مخطوطے مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احسن کلکشن میں موجود ہیں:

۱-	سفینۂ بے خبر،	احسن فارسیہ، اندراج	: ۹۲۰/۸
۲-	مثنویٔ بے خبر،	احسن فارسیہ، اندراج	: ۸۹۱.۵۵۱۴/۱۴
۳-	بحرِ طویل،	احسن فارسیہ، اندراج	: ۸۹۱.۵۵۱۱/۱۹
۴-	اشعارِ متفرقہ،	احسن فارسیہ، اندراج	: ۸۹۱.۵۵۱۱/۲۰

۵- بیاض اشعار فارسی و اردو، احسن فارسیہ، اندراج : ۸/۰۰۰

سفینۂ بے خبر:

۳۸۱ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب فارسی زبان کے شعری ادب کا گراں بہا خزانہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ نامور فارسی شعرائے ہندوستان و ایران کے اشعار بطور نمونہ جمع ہیں، ساتھ میں شاعر کا بہت اجمال سے بلکہ کہیں کہیں ایک دوسطری تعارف ملتا ہے۔ حمد وصلوٰۃ اور تمہیدی گفتگو کے بعد حضرت میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی ”سفینۂ بے خبر“ میں فرماتے ہیں:

”شیفتۂ حسن سخن میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی خواست کہ چنداز اشعار منتخب صاحب سخنان قدیم وجدید در سفینۂ خود مشتمل اسامی وموطن آنہا ثبت نماید۔ بعضے از یاراں فرمودند کہ ہر گاہ قید نام ونشان ایشاں درمیان آمد، خالی از تذکرہ نخواہد بود. بہتر آنست کہ ایں نسخہ برائے خود علیحدہ باشد......

احمدی والد فقیر اند۔ نام شریف ایشاں میر سید لطف اللہ است معروف بہ شاہ لدھا مدظلہ از کمالات فقر ودرویشی ایشاں چہ بیان نماید، دیدنی دارد۔ عزیزے گفت ؎

ہستی وفنا ایں ہمہ جوش لدھا است   درمجمع بحرین خروش لدھا است
درکارگہ ہیچ دکانے نبود   آں جلہ بفقرے کہ بدوش لدھا است

واقع کہ ہم چنین است ہر کہ آشنائے احوال خوشا احوال او گردید، مشکل کہ از صحبت دیگر درویشے مزہ بردارد۔ لمولفہ ؎

بافقیرانم چہ حاجت تا مرا شاہ لدھا است   کے زند خود را بجو ہر کس بدریا آشنا است

حقیقتش ایں وشریعتش ہم چنیں کہ می فرمایند کہ دید محمد مشکل تر از دید خدا است۔ از مریدانش کم کسے است کہ شورے در دل وسودائے در سر نہ داشتہ باشد، بالخصوص چند کس چناں گذشتہ اند کہ اگر ایں تذکرۂ اولیا بودے، ذکر آنہا واجب بود۔ حضرت میر سید احمد کاشفی الکالپوی قدس سرہٗ کہ پیر ومرشد ایشاں باشند وذکر آں حضرت بجائے خود خواہد آمد، وقت وصال بفرزنداں چند وصیت کردند۔ از آں جملہ یکے این است کہ

خلفائے جد وپدر شما بسیار اند۔ اگر فقر ودرویشی عامہ خواہید، در صحبت ہر یک حاصل خواہد بود واگر درویشی خاصہ گان منظور است، صحبت میاں شاہ لطف اللہ غنیمت خواہید شمرد۔ خدائے تعالیٰ ہر طالب خود را باآں صراط المستقیم ہدایت نماید۔ چوں گاہے سخن موزونے از زبان مبارک برآمدہ است، تیمناً ابتدا بنام ایشاں نمودہ آمد۔ منہ ؎

۱- جمال اوست بہر شش جہت تماشا کن   خدا نقاب ندارد تو دیدہ پیدا کن
۲- از راستی خدنگ تو آمد بجاں نشست   آرے براستی ہمہ جامی تواں نشست
۳- اے مرد خدا عجب کہ چیزے باشی   خواری بگذار تا عزیزے باشی
۴- معدوم کنی خیال خود را چہ کنم   چیزے باشی اگر تو چیزے باشی

[سفینۂ بے خبر، میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی، قلمی، ص ۴-۶]

ترجمہ: حسن سخن کا شیفتہ میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی نے ارادہ کیا کہ قدیم وجدید فارسی شعرا کے منتخب اشعار اپنے ”سفینہ“ میں درج کرے، ساتھ ہی شعرا کے اسما اور وطن کی بھی صراحت ہو۔ بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ جب ان شعرا کے نام ونشان کا ذکر ہو گیا تو ان کے حالات کا اجمالی تذکرہ بھی ہونا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ نسخہ اپنے لیے علیحدہ تیار ہو، الخ۔

احمدی اس فقیر راقم الحروف کے والد ماجد ہیں۔ آپ کا اسم گرامی میر سید لطف اللہ عرف شاہ لدھا مدظلہ ہے۔ آپ کے فقر ودرویشی کے کمالات کیا بیان کیے جائیں، وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں:

۱- وجود وفنا سب حضرت شاہ لدھا کے جوش باطنی کے کرشمے ہیں۔ دریاؤں کے سنگم میں شاہ لدھا کا ہی شور ہے۔

۲- کائنات کی کسی دکان میں فقر کا وہ لباس نہ ہوگا جو شاہ لدھا کے شانے کی زینت ہے۔

مولف کتاب میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی عرض کرتا ہے ؎

جب میرے پاس حضرت شاہ لدھا جیسی باکمال ہستی موجود ہے تو پھر مجھے اور فقرا سے کیا سروکار، بھلا دریا سے آشنا شخص جوہر کی تلاش میں خود کو تباہ کیسے کر سکتا ہے۔

ان کی حقیقت بھی یہی ہے اور شریعت بھی یہی کہ فرماتے: دیدار مصطفوی، دیدار الٰہی

سے زیادہ مشکل ہے۔ آپ کے مریدین کم ہی ہوں گے جن کے دل میں شورِ عشق اور سر میں سودائے محبت نہ سمایا ہوگا۔ خاص طور سے آپ کے متوسلین میں چند حضرات تو ایسے گذرے ہیں کہ اگر یہ اولیائے کرام کے تذکرے کی کتاب ہوتی تو ان کا ذکر یہاں لازم تھا۔ حضرت کے پیرو مرشد حضرت میر سید احمد کاشفی کالپوی قدس سرہٗ نے، جن کا تذکرہ آگے آئے گا، وصال کے وقت اپنے صاحبزادگان کو چند وصیت کی۔ ان میں سے ایک وصیت یہ تھی: تمہارے باپ دادا کے خلفا بہت ہیں۔ اگر عام فقر ودرویشی مطلوب ہو تو وہ ہر ایک کی صحبت میں حاصل ہو جائے گی لیکن اگر خاصانِ خدا والی درویشی مقصود ہو تو میاں شاہ لطف اللہ کی صحبت کو غنیمت سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر طالبِ حقیقی کو اُس صراطِ مستقیم کی راہنمائی فرمائے۔ چونکہ آپ کی زبان مبارک سے بھی کبھی کبھی اشعار موزوں ہو جایا کرتے تھے، اس لیے حصولِ برکت کی غرض سے آپ کے نام سے ہی تذکرہ شعرا کا آغاز کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ لدھا فرماتے ہیں ؎

۱- اس کا جمال تو ہر سمت جلوہ نما ہے، اسے دیکھا کر۔ خدائے پاک بے نقاب رہتا ہے، تو اسے دیکھنے والی نگاہ پیدا کر۔

۲- تیرا تیر نگاہ سیدھا میرے دل میں آ کر ترازو ہو گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تیرے تیر نگاہ کے لیے تو میرا پورا وجود حاضر ہے، جہاں چاہے آ کر پیوست ہو جائے۔

۳- اے مردِ خدا! تعجب ہے کہ تو صرف ایک معمولی چیز بن کر رہ جائے، یہ ذلت چھوڑ دے تاکہ تو نادر الوجود اور معزز ہو جائے۔

۴- اپنے آپ کا خیال ختم کر دے تاکہ تو بے مثل ہستی ہو جائے۔

❁ مثنوی بے خبر:

حضرت سید میر عظمت اللہ بے خبرؔ بلگرامی کی یہ طویل مثنوی سات سو بتیس [۷۳۲] اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں پند و نصائح پر مشتمل متعدد تمثیلی حکایتیں، مناجات، شاہزادے کا گڈریے کی بیٹی پر عاشق ہونا، شراب وساقی کی تعریف، ایک دیوانہ عاشق، گڈریے کی بیٹی کے یہاں بچے کی ولادت، ایک شب زندہ دار کی حکایت

سید الاولیا شاہ لدھا کی مدحت، بادشاہ کا نجومی کو طلب کرنا جیسے عناوین پر، اشعار ہیں، یہ مثنوی نامکمل ہے۔ اس کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ؎

پئے تسخیر صیدراز گشتم — زبسم اللہ کمند انداز گشتم
نشستم در کمین وحشی چند — سر راہ رمیدن ساختم بند
بقید آوردم ایں نخچیرہا را — نمودم بندوبست مدعا را
سخن مستانہ می جوشد چہ گویم — قدم مستانہ می افتد چہ پویم
نہ مطلب، نے غرض، احوال من چیست — چہ خواہم گفت آخر قال من چیست
کیم اے بوالعجب رائے کہ دارم — سر سودا و پروائے کہ دارم
ندانم تاچہ ایں شوریست درسر — دماغم ہمچوگل گردید ابتر
نہ قمری می تواں گفتن، نہ بلبل — نہ کام از سرو می دارم، نہ از گل
نہ آہے درجگر، نے اشک درچشم — نہ لطفے درمیاں، نے یک طرف خشم

اور اختتامیہ اشعار یہ ہیں ؎

نفس شد شعلہ و آتش برافروخت — برنگ شمع از سر تاپا سوخت
بتاں گر ساغرپیماں شکستند — رہ بے تابی عاشق نہ بستند
نمی آیند گر بروعدۂ خویش — بود ایں رہ نشیں خود سبقت اندیش
نمی سازد بہ تنہائی دل است ایں — کہ دارد تاب حرماں مشکل است ایں
اگر فرزند درساعت نمی زاد — پدر آں روز جان خویش می داد

تمام شد مثنوی بے خبر رحمۃ اللہ علیہ کہ مصنف ناتمام گذاشتہ ازیں جہان فانی بدار الملک بقا رحلت نمودہ۔ [مثنوی بے خبر قلمی، ۲، ۵۶، ۵۷، احسن فارسیہ، اندراج: ۵۵۱۴/۱۴، ۸۹۱، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ]

❁ **بحر طویل:** ندرتِ افکار اور جودتِ طبع صغروی سادات کے خصائص میں سے ہے۔ ان کے صرف اس وصف پر لکھا جائے تو ایک تحقیقی کتاب تیار ہو جائے حضرت میر عظمت اللہ بے خبر کی یہ بحر طویل بھی اسی نادر فکر صغروی واسطی کی روشن دلیل

ہے۔اس نظم میں صرف آٹھ مصرعے ہیں جو آٹھ صفحے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ میں اس کا صرف پہلا مصرع درج کرتا ہوں جو تقریباً سات آٹھ سطروں میں مکمل ہوگا۔

''نیست جز بحر طویل ایں ہمہ قصۂ دنیا طلبانی کہ شب و روز پے نامی و ناموس جہان گذران والہ و حیران و پریشان شدہ آلفتہ کالفتہ سراسیمہ گشتہ بہر کوچہ و بازار بہر گلخن و گلزار چو دیوانہ سرشار بدل فکر محالی بسر پوچ خیالی نہ دمے یاد بمولیٰ نہ غم پرسش عقبیٰ نہ بتو خواہش صحبت نہ بمن عزم محبت مگر آنجا کہ غرض ہست کمر بستہ کہ بے غور غلامیم و غریبیم و سراپائے نیازیم و دعا گوئے ملاذیم توئی صاحب جاوید توئی تکیۂ امید توئی عین مرادات توئی قبلۂ حاجات، تصنع نبود آنچہ کہ ماعرض نمودیم خدا شاہد حال است کہ حق گفتہ شد و حق نتواں کرد نہاں راستی آں موجب خوشنودی مولاست تو فیاض ربانی تو ہمہ بخش ہمائی چہ کند وصف تو آرزو کجا طاقت و یارا۔''

اس نظم میں حضرت بےخبر نے اہل بلگرام بالخصوص صغروی سادات بلگرام کے رسوم وآداب حیات کا اجمالاً تذکرہ فرمایا ہے۔

۞ اشعار متفرقہ ۞ بیاض اشعار فارسی و اردو

میں مختلف حضرات کے اشعار کا انتخاب درج ہے۔ میں نے حضرت سید محمد قادری کے والد ماجد حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی کا نظم کردہ فارسی زبان میں شجرۂ قادریہ حضرت بےخبر کے جمع کردہ اشعار متفرقہ سے ہی نقل کیا ہے جو حضرت ضیا کے حالات کے ذیل میں پیش ہو چکا۔

صاحب روضۃ الکرام نے پچاس سے زائد اشعار کے نمونے درج کئے ہیں۔ میں صرف تین قافیے کے چند اشعار نقل کرتا ہوں۔

۱- برگزیں حضرت دل عزت شاہے دریاب — باش فرش درِ خود مسند جاہے دریاب
۲- ایں قدر ہرزہ چپ وراست دویدن عبث است — چاک کن سینۂ خود راسرراہے دریاب
۳- کیست کز گردش چشم تو بجائے نہ رسید — آخر اے شوخ مراہم بہ نگاہے دریاب

۴- بادۂ گل رنگ و چمن سبز و ہوا دریا بار — لذت ایں ہمہ، زاہد! بہ گناہے دریاب
۵- بےخبر بہر چہ از خانہ بروں می آئی — باش فرشِ درِ خود مسندِ جاہے دریاب

ترجمہ:۱- دربار دل کی حاضری اختیار کرو، ایک بادشاہ جیسی عزت ملے گی، اپنی چوکھٹ کے فرش پر پڑے رہو، جاہ و منصب کی مسند نشینی ہاتھ آئے گی۔
۲- یہ بے فائدہ ادھر ادھر کی دوڑ بے کار ہے۔ خود اپنے سینے کو چاک کر کے منزل مقصود تک جانے والے کسی راستے کا سراغ لگاؤ۔
۳- کون ہے جو تیری نگاہ کی گردش کی بدولت کسی مقام تک نہ پہنچا۔ اے شوخ محبوب! مجھ پر بھی ایک نگاہ عنایت ڈال دے۔
۴- گلگوں شراب، سرسبز چمن اور دریا کی موج نسیم ان سب کا لطف تو کسی گناہ سے معلوم کرو، اے زاہد!
۵- بےخبر! تم گھر سے باہر کیوں نکل آتے ہو۔ اپنے آستانے کے فرش پر پڑے رہا کرو، جاہ و منصب کی مسند نشینی کا وقار خود ہی پالوگے۔

۞

۶- آشنائی ہائے دریا محنت بے ساحل است — گوہر مقصود در خاک خرابِ ساحل است
۷- نزد ایں صورت پرستاں کز اناالحق منکر اند — حق بر آں قدرت اگر منصور گردد باطل است
۸- نقص خود دریافتن باشد کمال آدمی — ورنہ ہر ناقص کہ بینی در حقیقت کامل است

ترجمہ:۶- دریا سے دوستی تو ایسی مشقت خیز ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں۔ گوہر مقصود تو ساحل کی ویران خاک میں چھپا ہوتا ہے۔
۷- یہ ظاہر بیں جو اناالحق کی واقعیت کا انکار کرتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ حق اپنی تمام تر قدرت کے باوجود اگر منصور کی صورت اختیار کرلے تو حق واجب الوجود کہاں رہے گا؟
۸- اپنی کمی اور عیب کو تلاش کرنا ہی تو آدمی کا کمال ہے۔ ورنہ ہر ناقص اور عیب دار تمہیں حقیقت میں کامل نظر آئے گا۔ تمہاری نگاہ ہی اتنی محدود ہے۔

۞

۹- شبنمی اما توانی سیل صحرائے شوی — قطرۂ خود را بجوش آور کہ دریائے شوی

۱۰- عقل را در بارگاہ حسن ہر گز دخل نیست   انتظارت می کشد دلبر کہ شیدائے شوی
۱۱- کے تواں مولیٰ شدن بے دستگاہ بندگی   باش در کار کسے تا کار فرمائے شوی
۱۲- فیض خودداری چراغ قطرہ را روشن کند   آبرو یت حفظ کن تا درّ دریائے شوی
۱۳- ناتوانی بے خبر تنہا نشین وشاد باش   نیست غیر از دردِسر گر محفل آرائے شوی

۹- شبنم کے قطرے! اگر تو صحرا کے سیلاب کی صورت اختیار کرنا چاہتا ہے تو اپنے قطرے میں اتنا ابال پیدا کر کہ تو دریا ہو جائے۔

۱۰- حسن کے دربار میں عقل کی کوئی گنجائش نہیں۔ محبوب دلنواز تو تیرا انتظار کرتا رہتا ہے تا کہ تو اس پر فریفتہ ہو جائے۔

۱۱- جب تک بندگی کی قدرت نہ ہو، اس وقت تک آقائی کا شعور پیدا نہیں ہو سکتا۔ پہلے کسی کی خدمت میں مصروف رہ تا کہ تجھے فرماں روائی اور حکمرانی حاصل ہو۔

۱۲- یہ خودداری کا فیض ہے جو چراغ قطرہ کو روشن کئے رکھتا ہے۔ تو بھی اپنی آبرو کی حفاظت کر۔

۱۳- بے خبر! جہاں تک ہو سکے اکیلا رہا کر، خوش وخرم رہے گا۔ محفل آرائی اور شمع انجمن بننا، دردِ سر مول لینا ہے۔

حضرت سید میر عظمت اللہ بلگرامی کا وصال ۲۴/ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ دوشنبہ کے دن دہلی میں ہوا۔ وصال کے وقت لوگوں نے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو نعش مبارک بلگرام شریف روانہ کر دی جائے اور اگر دہلی میں کسی منتخب جگہ کی نشاندہی فرما دیں تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: اس مشت خاک کو جہاں چاہو لے جاؤ۔ آخر کار حضرت محبوب الٰہی کے پڑوس میں دریا خاں کے باغ کی دیوار سے متصل آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

علامہ آزاد بلگرامی نے آپ کے وصال پر ایک قصیدہ نما نظم تحریر فرمائی جس کے ہر مصرع سے سال وفات نکلتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

۱- می زند جوش تلاطم باز عمّان الم   اشک می ریزد بروئے لوح مژگان قلم
۲- صفحۂ احوال ماتم سینۂ مجروح گل   سنبل زلف بیاباں جعد پریشان صنم
۳- طائر آسودگی در سیر پرواز فنا   آہوئے ہامون طاقت برق مہمیز عدم

۴- چہرہ پرداز ازل گویا بہاموں برکشید   یک قلم چوں حلق بسمل چشم آہوئے حرم
۵- شعلہ اندوہ ی بالد بہ صحن روزگار   صبح محشر می زند از مطلع آفاق دم
۶- از حساب نوحہ گیتی چہ می پرسی دگر   بانگ آہے می کشاید پردۂ گوش اجم
۷- بیدلاں در کہنہ عالم حلقۂ شیون زنند   ہر یکے دارد ز سیلاب تحزن دیدہ نم
۸- لیکن از ادراک کامل سید شیریں بیاں   طرفہ بزمے قدسیاں چیدند باہم در ارم
۹- شمع بزم اہلبیت وکوکب اوج صفا   مطلع صبح ہدیٰ ہم شاعرے نازک قلم
۱۰- عیسیٰ معجز بیان افصح شیریں زباں   زبدۂ مشکل کشایان فصیحان عجم
۱۱- کلک آں دریائے جوہر ابر نیسان بہار   موجۂ سیل نزاکت زلف دلجوئی رقم
۱۲- زادۂ کلکش بود حرف طلسم راز حق   نسخۂ دیوان او دارد پیام جام جم

[روضۃ الکرام، جدید، ص ۲۱۴]

ترجمہ: ۱- رنج والم کا سمندر پھر جوش مارنے لگا۔ قلم کی پلکیں، تختی کے چہرے پر آنسو بہانے لگیں۔

۲- پھول کا زخمی سینہ ماتمی کیفیات کا آئینہ دار ورق بن چکا ہے۔ صحرا کی سنبلی زلفیں، محبوب کی الجھی ہوئی پریشان حال کاکلوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔

۳- آسودگی کا پرندہ فنا کی جانب پرواز کر چکا ہے۔ صحرائے قوت کا آہو بجلی کی طرح عدم کو مہمیز کر چکا ہے۔

۴- مصورِ ازل نے صحرا میں حلق بسمل کی طرح بیک قلم آہوئے حرم کی آنکھوں کی تصویر کھینچ دی ہے۔

۵- غم واندوہ کا شعلہ صحن روزگار میں دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور مطلع آفاق سے قیامت کی صبح نمودار ہوتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے۔

۶- اس سانحے پر کائنات کے ماتم کا حساب کیا پوچھتے ہو۔ گنجان اور اُجاڑ جنگلوں سے آہوں کی صدائیں ابھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

۷- عاشقوں کا ہجوم، بے خودی کے عالم میں نالہ وشیون کی آوازیں بلند کر رہا ہے۔ ہر ایک کی آنکھیں غموں کے سیلاب سے پُرنم دکھائی دیتی ہیں۔

۸- لیکن عالم بالا میں ایک شیریں بیان باکمال سید کے پہنچنے کے اعزاز میں قدسیوں نے جنت میں ایک شاندار بزم آراستہ کر رکھی ہے۔

۹- وہ بزم سادات کی روشن شمع اور صفا اور پاکیزگی کی بلندیوں کے تابناک ستارے ہیں۔صبح ہدایت کا مطلع اور نازک خیال شاعر بھی۔

۱۰- جادو بیان مسیح زماں اور بہترین شیریں زباں فصیح ہیں۔ان فصحائے عجم میں آپ انتخاب ہیں جو لسانی مشکلات اپنی مہارت فن سے دور کرتے ہیں۔

۱۱- جو ہر کمال کے اُس دریا کا قلم، موسم بہار کا ابرنیساں ہوا کرتا تھا جو نزاکت کی موجیں اٹھالاتا اور دلجوئی کی زلفیں رقم کرتا۔

۱۲- ان کی طبع زاد تحریریں الٰہی اسرار کے طلسماتی حروف ہوتی ہیں اور ان کا شعری دیوان جام جمشید کا پیغامیہ ہوتا ہے۔

میر سید نور الحق قدس سرہٗ:

آپ حضرت سید العارفین کے دوسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری عشقی قدس سرہٗ کے داماد۔ آپ کی ولادت ۱۰۹۶ھ میں ہوئی۔علامہ میر عبد الجلیل نامی بلگرامی نے لفظ ''بخت مند'' سے تاریخ نکالی۔علامہ آزاد ان کا تعارف پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شعور کے زمانے سے ہی والد ماجد سید العارفین کے اخیر لمحات زندگی تک انہیں کے سایۂ شفقت میں تربیت پائی اور اعلیٰ مقصد حیات تک رسائی حاصل کی۔ بلگرام سے باہر کم نکلتے ہیں۔ وطن میں ظاہری اور باطنی طور پر پابہ رکاب رہتے ہیں۔ ہاں! کبھی کبھی قصبہ مارہرہ جو صاحب البرکات کی قیام گاہ ہے، رشتہ داروں کی خواہش پر تشریف لے جاتے ہیں۔سید العارفین نے اپنے انتقال سے پہلے ہی طالبان حق کی ہدایت کی اجازت دے کر مورد عنایات بنادیا تھا۔'' [مآثر الکرام،ص۲۰۳]

آپ کا عقد حضور صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ قادری عشقی قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوا جو سید شاہ آل محمد قدس سرہٗ سے چھوٹی تھیں۔لیکن اولاد کی نعمت، دربار رب العزت سے مقدر نہیں تھی۔

میر سید نوازش علی قدس سرہٗ:

حضرت سید العارفین شاہ لدھا کے پوتے، خلیفہ اور جانشین، حضرت سید عظمت اللہ بن سید لطف اللہ شاہ لدھا کے صاحبزادے میر سید نوازش علی فقیر بلگرامی۔ آپ کی ولادت ۱۹ررمضان المبارک ۱۱۲۴ھ کو بلگرام شریف میں ہوئی۔

جب آپ کی ولات ہوئی تو بلگرام کے بزرگ عثمانی شیخ محمد سلیم [م۱۱۱۴ھ] نے جو سید العارفین کے مرید خاص اور یکتائے زمانہ تھے، اپنے اہل خانہ کو خواب میں بشارت دی کہ رات حضرت شاہ لدھا صاحب کے باکرامت پوتے پیدا ہوئے ہیں۔ گھر میں علامتی لباس موجود ہے، بطور نیاز بھیج دو، جب اہل خانہ بیدار ہوئے تو آپ کے اشارے کے مطابق لباس مبارک نذر کرائے۔[مآثر الکرام، ص۲۱۸]

حضرت علامہ سید عبد الجلیل نامی بلگرامی کے صاحبزادے سید محمد شاعر بلگرامی نے آپ کے دونوں کان میں اذان و اقامت کہی۔شاعر صاحب اپنی تالیف ''تبصرۃ الناظرین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہم دریں سال میر نوازش علی بن میر عظمت اللہ بے خبر بتاریخ نوزدہم شہر رمضان المبارک متولد شدند۔از اتفاق آں کہ بندۂ کاتب الحروف در گوش ایشاں اذان ولادت گفت، چوں ہر سہ خال ایشاں در وطن حاضر نہ بودند، بندہ باایں سعادت فائض شدہ''

[تبصرۃ الناظرین، قلمی مخطوطہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اندراج:۲۰۴، یونیورسٹی کلکشن فارسیہ اخبار]

''اسی سال میر عظمت اللہ بے خبر کے صاحبزادے میر نوازش علی ۱۹ر رمضان المبارک کو پیدا ہوئے۔ یہ اتفاق ہی رہا کہ بندہ کاتب الحروف نے ان کے کان میں اذانِ ولادت دی۔ چونکہ ان کے تینوں ماموں وطن سے باہر تھے، اس لئے ناچیز کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔''

آپ نے بھی ابتدائے شعور سے لے کر جوانی تک کے لمحات زندگی جد امجد حضرت شاہ لدھا کے زیر سایہ گذارے اور خوب خوب فیوض و برکات حاصل کئے۔نو

سال کی عمر میں ہی حضرت سید العارفین سے شرف بیعت حاصل کر چکے تھے۔ جد امجد سید العارفین شاہ لدھا کو فرزندی کے رشتے کے علاوہ بھی خصوصی محبت تھی۔ آپ خاندانی اوراد و معمولات کے پابند اور جد بزرگوار حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کے روحانی کمالات کے فیض یافتہ تھے۔ اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہٗ سے حرز یمانی / دعائے سیفی کی باصرار اجازت حاصل فرمائی۔ کاشف الاستار میں ذکر ہے:

''آپ [میر نوازش علی] بلند شرف اور عالی عرفان رکھتے تھے۔ اس فقیر کے ساتھ بہت التفات و کرم کے ساتھ پیش آتے۔ جب یہ فقیر ۱۱۵۷ھ میں اپنے وطن بلگرام گیا تھا تو ایک دن نماز جمعہ کے بعد فقیر کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور فقیر سے دعائے یمانی طلب کی۔ میں نے بہت ٹال مٹول کی لیکن وہ نہ مانے۔ چار و ناچار مجھے لے گئے اور عمل وغیرہ کی ترتیب دریافت فرمائی، میں نے بیان کردی۔'' [کاشف الاستار فارسی، سید شاہ محمد حمزہ عینی، اردو ترجمہ: ساحل شہسرامی [علیگ] غیر مطبوعہ]

حضرت میر نوازش علی کا عقد مسنون خاندان صغروی میں ہوا۔ تلاش بسیار کے باوجود متعین شاخ مجھے نہیں مل سکی۔ اس عقد سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں:

۱۔سید حسن عسکری ۲۔دختر ۳۔دختر ۴۔سید آل مصطفےٰ

حضرت میر نوازش علی، حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کے سجادہ نشین ہوئے۔

کاشف الاستار شریف میں تحریر ہے:

''سید آل مصطفےٰ معروف بہ رحم میاں سید نوازش علی کے شاہزادے ہیں۔ ان دنوں اپنے اجداد کرام کے گدی نشین ہیں۔ قابل تعریف اوصاف کے مالک، اسلاف کے روشن طریقے پر گامزن۔ اپنی خاندانی وراثت کے مطابق شعر گوئی کا میلان بھی رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔'' [کاشف الاستار، قلمی]

کاشف الاستار شریف کی تصنیف کا آغاز ۱۱۹۶ھ میں ہوا اور تکمیل ۱۱۹۸ھ میں ہوئی۔ حضرت میر نوازش علی کا وصال ۱۱۶۷ھ میں ہوا۔ اس سے حضرت سید آل مصطفےٰ رحم میاں قدس سرہٗ کا زمانہ سجادگی بھی متعین ہو جاتا ہے۔ کاشف الاستار کی

تصنیف کے وقت آپ تقریباً تیس ۳۰ رسال سے مسند سجادگی پر رونق افروز تھے۔

حضرت سید حسن عسکری کی صرف ایک صاحبزادی تھیں، اس لیے حضرت شاہ لدھا کے اخلاف کا سلسلہ سید آل مصطفےٰ عرف رحم میاں کے ذریعہ آگے چلا۔

حضرت سید حسن عسکری قدس سرہٗ:

حضرت سید حسن عسکری علیہ الرحمہ کے حالات دستیاب نہیں۔ ان کی ایک کتاب ''فعل الخیرات فی عادات سید البریات'' کا مخطوطہ رضا لائبریری، رامپور میں دستیاب ہوا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اسوۂ حسنہ اور عادات قدسیہ کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر دیگر محدثین کرام کی تصانیف عالیہ بھی دستیاب ہیں جن میں شمائل ترمذی خاصی شہرت رکھتی ہے۔ حضرت عسکری اس کتاب کے آغاز میں رقم طراز ہیں:

''پس از حمد خدا و نعت سرور ہمی گوید فقیر از ذرہ کمتر کہ بخاطر من عاصی پر معاصی حسن عسکری ولد سید نوازش علی فقیر بلگرامی غفر اللہ لذنبہ چنان گذشتہ کہ رسالہ مختصر در صوم و صلوٰۃ و بعضے عادات آنحضرت علیہ افضل التحیات باسانید صحیح و احادیث مرفوع در سلک تحریر کشد۔ چنانچہ در سنہ ثلث وعشرین و مائتین والف بماہ مبارک رمضان از کتاب ''شرح سفر السعادۃ'' تصنیف افتخار المحدثین شیخ عبد الحق دہلوی نور اللہ مضجعہ و دیگر کتب معتبرہ اقتباس نمودہ مرتب گردانیدم و موسوم بہ ''فعل الخیرات فی عادات سید البریات'' ساختم۔ امید از حضرت حق جلت ذکرہ آن دارم کہ مقبول افتد تا مسلمانان از ان انتفاع بردارند و این ضعیف را سبب مغفرت و نجات باشد واللہ سبحانہ موفق و المعین۔'' [فعل الخیرات فی عادات سید البریات، ص ۱]

ترجمہ: اللہ کی حمد اور حضور کی نعت بیان کرنے کے بعد ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ گناہوں سے اٹے پڑے مجھ عاصی حسن عسکری [جو سید نوازش علی فقیر بلگرامی کا بیٹا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت فرمائے] کے دل میں یہ خیال گذرا کہ صحیح اسانید اور مرفوع احادیث مبارکہ کی روشنی میں ایک مختصر رسالہ تحریر کرے جس میں صوم و صلوٰۃ اور

بعض دیگر معاملات میں حضور کی عادات کریمہ بیان کی جائیں۔ چنانچہ رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ میں افتخار المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''شرح سفر السعادۃ'' اور دیگ معتبر کتابوں سے اخذ کر کے یہ کتاب ترتیب دی اور ''فعل الخیرات فی عادات سید البریات'' نام تجویز کیا۔ حضرت حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی بارگاہ سے مید ہے کہ یہ کتاب مقبول ہوگی تا کہ مسلمان اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں اور اس ناتواں کی مغفرت اور نجات کا سامان ہو۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی توفیق اور مدد عطا فرماتا ہے۔ ۱۲- ساحل

اس کے بعد بیالیس ۴۲؍عنوانات سے مضامین درج ہوئے ہیں جن کی فہرست آغاز کتاب میں دی گئی ہے۔ پوری کتاب سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ہر صفحہ پر بارہ یا تیرہ سطریں ہیں۔ موضوعات کی فہرست تقریباً فقہی ہے۔ وضو، تیمّم، تکبیر وثنا، رکوع، سجود ورفع یدین، رکوع سجدہ وغیرہ میں انگلیاں کشادہ کرنا، قراءت اور نماز صبح میں قنوت نازلہ پڑھنا، نماز میں آنکھ کھولنا بند کرنا، نماز میں پڑھی جانے والی دعائیں، سلام کے بعد کی دعا، گریہ وزاری، نماز تہجد سنن ونوافل، سفر حج، جمعہ اور استسقا کی نمازیں، عیدین کی نمازیں، عیدگاہ جانا، قربانی، رمضان مقدس، رویت ہلال، رمضان میں سفر، رمضان کی راتوں میں غسل، نفلی روزے، دائمی روزے، امہات المومنین کی خواب گاہیں، اعتکاف وشب قدر خواتین کے ساتھ معاشرت، سونا جاگنا، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سلام کرنا، گھر میں داخل ہونا، مہمان نوازی، راہ چلنا، خموشی کلام رونا ہنسنا، بیماروں کی عیادت، تجہیز وتکفین، دفن کرنا، زیارت قبور، میت کے گھر والوں کی تعزیت، قرآن حکیم کی تلاوت، نماز کے بعد کی دعائیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کی فضیلت جیسے موضوعات پر حضور کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں خامہ فرسائی کی گئی ہے کہ ان مواقع سے حضور کی عادات مبارکہ کیا تھیں اور آپ کی ہدایات عالیہ اپنی امت حق میں کیا تھیں۔

حضرت سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ کا عقد مسنون اپنی چچازاد بہن، سید کرم اللہ بن سید عظمت اللہ کی صاحبزادی سے ہوا جن سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی

تولد ہوئیں: ۱- سید احمد حسن ، ۲- دختر ، ۳- سید غلام آل عبا، سید احمد حسن کی دو صاحبزادیاں: سیدہ واحدہ بی بی اور سیدہ چمن بی بی تھیں۔ سید غلام آل عبا لاولد تھے۔ اس لیے سید احمد حسن کے بعد حضرت شاہ لدھا کی سجادگی پچ بھیا خاندان میں منتقل ہوگئی۔ داخلی شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سجادگی سادات پچ بھیا کے سجادہ نشینوں میں سے سید نذر علی یا ان کے صاحبزادے سید حسین کو سپرد ہوئی۔

جب آپ کے والد ماجد میر سید عظمت اللہ [م ۱۱۴۲ھ] حضرت سید العارفین سے چھ مہینہ پہلے ہی رحلت فرما گئے تو سید العارفین نے اپنی وفات سے کچھ پہلے حضرت میر سید نواز ش علی کو اپنی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اور اپنے مرشد برحق میر سید احمد ترمذی کالپوی قدس سرہ کا عطا فرمودہ خرقۂ خلافت آپ کو اپنے دست مبارک سے پہنایا۔ علامہ آزاد کا مشاہداتی بیان ہے کہ ''آج کل میر نوازش علی صاحب اپنے جد بزرگوار کے کمالات کے وارث ہیں۔ بلند مشرب اور عرفان کی بلند سعادتوں کے مالک ہیں۔ ہمہ وقت یادالٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں اور طالبان مولیٰ کی آنکھوں میں بصیرت کا سرمہ لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اضافہ فرمائے''۔ [مآثر الکرام، ص ۲۰۲]

حضرت میر نوازش علی قدس سرہٗ نے ''سلاسل الانوار فی سیر الابرار'' میں اپنے جدامجد حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ کی خصوصی نوازشات اور کریمانہ الطاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

[ترجمہ] ایک دن جدامجد حضرت شاہ لدھا نے میری والدہ ماجدہ سے فرمایا جب میں ان کے شکم مبارک میں تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک لڑکا ناف کے ساتھ میری ران سے پیدا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ رب تبارک وتعالیٰ تمہیں بیٹے کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔

جب یہ فقیر [میر نوازش علی] پانچ سال کا ہوا تو سخت بیمار پڑ گیا۔ ایک دن میں مرض کی شدت کے سبب بے ہوش ہوگیا اور نزع کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ لوگ میری زندگی سے مایوس ہوکر گریہ وزاری کرنے لگے۔ جب گریہ وزاری کی آواز جدامجد حضرت شاہ

لدھا تک پہنچی تو آپ بیرونی نشست گاہ سے اٹھ کر اندرون خانہ تشریف لائے اور میرے سرہانے آ کر اپنے دہن مبارک میں تھوڑا سا پانی لیا اور پھر اسے میرے منہ میں ڈال دیا جو اتفاق سے کھلا ہوا تھا۔ جیسے ہی حضرت کے دہن مبارک کا پانی میرے منہ میں پہنچا، میں نے آنکھ کھول دی اور میرے اعضائے بدن میں زندگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ آپ نے میری والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ تسلی رکھو، تمہارا بیٹا زندہ رہے گا۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے محل کا چراغ تیز آندھی سے بجھ گیا۔ صرف فتیلہ کی سرخی رہ گئی تھی کہ اچانک فتیلے کی سرخی سے ایک شعلہ پیدا ہوا اور چراغ پھر روشن ہو گیا۔

حضرت جدامجد بچپن میں مجھے ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے اور صحرا کی سیر جو آپ کا دائمی معمول تھی، اس میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ جب میں سات آٹھ سال کا ہوا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جو بھی حضرت سے مرید ہوتا ہے، اسے آپ دربار الٰہی تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر وہ جمال الٰہی کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ یہ خیال دل میں اس قدر بیٹھ گیا اور حضرت کے توسط سے دیدار الٰہی کا شوق ایسا غالب آیا کہ بس یہی دھن رہتی تھی، دل میں کوئی دوسرا خیال آتا ہی نہیں۔ آخرکار عرس کالپی شریف کے موقع سے نو سال کی عمر میں، حضرت سے میں بیعت ہو گیا اور یہ ابدی سعادت حاصل کر لی۔ حضرت نے بعض اوراد و وظائف پابندی سے کرنے کا حکم فرمایا۔ اس زمانے میں اوراد و وظائف کا ایسا ذوق تھا کہ بیشتر ایسا ہوتا کہ پوری رات مصلے پر وظیفہ خوانی میں گذر جاتی اور اخیر وقت میں نیند کے غلبے سے اسی جگہ سو جاتا۔ اسی خوابیدہ حالت میں میری والدہ مجھے اٹھا کر چارپائی پر لٹا دیتیں۔ اسی دوران میرے والد ماجد حضرت میر عظمت اللہ میاں صاحب نے جو اُن دنوں دہلی میں تشریف رکھتے تھے، مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ میں دہلی حاضر ہوا اور ایک سال تک وہیں ٹھہرا رہا اور علم صرف وغیرہ کی مختصر کتابیں علامہ بے عدیل حضرت میر سید عبدالجلیل کی خدمت میں رہ کر پڑھیں۔ جب استاذ گرامی حضرت میر سید عبدالجلیل وفات پا گئے تو حضرت میر

کے سامان و اسباب لے کر وطن واپس ہوا اور حضرت جدامجد کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ پھر کتب نحو استاذ العلما علامہ سید محمد طفیل کی خدمت میں رہ کر پڑھیں۔ چودہ سال کی عمر میں حضرات صوفیہ کے اذکار و اشغال جدامجد نے مجھے تلقین فرمائے۔ حضرت کی توجہ باطنی کے طفیل اس کار سعادت کے دوران بعض روحانی واردات فقیر کے دل پر ظاہر ہوئے جس کا بیان طوالت کا سبب ہوگا۔ لیکن جب کبھی میں نے ان واردات وغیرہ کے بارے میں حضرت مرشد برحق جدامجد کی خدمت میں عرض کی تو آپ فرماتے: ''ان تصورات اور واردات پر دل نہیں جمانا چاہیے۔ فقرائے محمدی کا مقصود شئی دیگر ہے۔'' پھر ان واردات و تصورات سے اس حد تک میں غیر متعلق رہا کہ ان معاملات سے دل وحشت زدہ ہو گیا اور ذرہ برابر بھی ان کا تصور میری نگاہ میں نہیں رہا۔۱۲ ساحل

[سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی، ورق نمبر ۳۶]

حضرت میر سید نوازش علی بھی اپنے والد ماجد کی طرح فارسی زبان کے عظیم شاعر تھے۔ فقیر تخلص کرتے تھے۔ چند اشعار پیش ہیں ؎

۱- قبائے عقل کہ پودش غم است و تار افسوس — اگر ز عشق نہ شد پارہ صد ہزار افسوس
۲- بروں ز حلقۂ نقش قدم چگونہ زنم — کہ پائے ہمت مارا گزید مار افسوس
۳- ز پر فشانی مرغان روح شد روشن — کہ در نشیمن تن راحت قفس ہم نیست
۴- درو جو دیم و لے رو بہ عدم میداریم — در گلو ایں رگ جاں رشتۂ حب الوطنی است
۵- گرچہ برجستم فقیر از دام سعی مال و جاہ — احتیاج آب و ناں آخر شکارم کردہ است

ترجمہ:۱- عقل کی قبا جس کے تار و پود غم و افسوس سے تیار ہوتے ہیں، اگر سوز عشق سے پارہ پارہ نہ ہوئی تو ایسی قبا پر صد ہزار افسوس۔
۲- میں نقش قِدم کے دائرے سے باہر قدم کیسے رکھوں۔؟ افسوس ہماری ہمت و استقلال کے پیر کو تو وقت کا سانپ ڈس گیا۔
۳- روح کا پرندہ جب اڑ گیا تب اسے روشنی میسر آئی۔ جسم کے نشیمن میں تو قفس جیسا آرام بھی نہیں

۴- گرچہ ہم زندہ ہیں لیکن فنا کی راہ پر گامزن ہیں پس حب الوطنی کا رشتہ اس وجود کو سنبھالے ہوئے ہے

۵- فقیر بلگرامی! مال و جاہ طلب کرنے کی کوشش کے جال سے گرچہ میں باہر نکل آیا، لیکن روٹی پانی یعنی رزق کی ضرورت نے بالآخر مجھے اپنا شکار بنالیا۔

آپ کی تصنیف ''سلاسل الانوار فی سیر الابرار'' میں آپ کے کثیر اشعار درج ہیں۔ یہ رباعی آپ کے وحدت الوجودی نظریے کی ترجمان ہے۔

۱- عالم کہ عبارت ازظہور اسماء است	جز اسم چہ اصل از وجود اشیا است
۲- بردار تو اعتبار اسماء و نگر	یک ہستی مطلقے کہ پیدا ہمہ جا است

[سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی، ورق نمبر ۳۹]

۱- عالم تو بس اسماء کے ظہور کا نام ہے، اشیا کے وجود میں بس تمہیں نام ہی ملے گا۔

۲- تو اسماء کے اعتباری وجود سے ہٹ کر دیکھے گا تو ایک ہستی مطلق نظر آئے گی جس کی جلوہ گری ہر جگہ ہے۔

۱۸ر شعبان ۱۱۶۷ھ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ اپنے جد کریم حضرت سید العارفین شاہ لدھا قدس سرہٗ کے مزار اقدس کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ علامہ آزاد بلگرامی نے یہ قطعۂ تاریخ کہا۔

روشن دلے سحر نفسے پاک گوہرے	واحسر تا کہ دامن ازیں انجمن فشاند
دل واطپید و نالہ تاریخ و اکشید	پیر یگانہ میر نوازش علی نہ ماند [روضۃ الکرام، ص ۲۱۵]

۱- صد افسوس! اس جہان خاک کی انجمن سے ایک روشن دل، شفاف باطن اور پاک سرشت بزرگ رخصت ہوئے۔

۲- ہائے! دل تڑپ اٹھا اور اسی دل دردمند سے یہ تاریخی مصرع بر آمد ہوا ع
''پیر یگانہ میر نوازش علی نہ ماند'' [۱۱۶۷ھ] بے مثل مرشد طریقت حضرت میر نوازش علی افسوس اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

بالآخر نازش قادریت، ماہتاب سمائے کالپی، صدر بزم عارفاں، محبوب بارگاہ احدیت، میر سید لطف اللہ قادری معروف بہ شاہ لدھا نے اس جہان خاک کی بندش سے ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۱۴۳ھ یکشنبہ کی شب میں فراغ پالیا۔ قطرہ سمندر سے جاملا، محبّ نے محبوب کے دامان کرم میں پناہ حاصل کرلی۔ مرقد مبارک آپ کے نبیرہ اور جانشین حضرت سید میر نوازش علی کی حویلی کے پاس بنایا گیا جس پر صاحب سجادہ نے ایک عمارت اور اس سے متصل مسجد بنوادی ہے۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ نے قرآن حکیم کی دو آیات مبارکہ سے آپ کی تاریخ وصال بر آمد کی:

۱- مُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ" [واقعۃ: ۱۱-۱۲] وہی مقرب بارگاہ ہیں چین کے باغوں میں

۲- "وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا" [مریم: ۶۲] اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح و شام

حضرت میر سید نوازش علی نے اپنی کتاب ''سلاسل الانوار فی سیر الابرار'' میں علامہ آزاد کا تاریخی قطعہ بھی نقل کیا ہے جو حضرت شاہ لدھا کے وصال کے بعد کہا گیا۔ رقم طراز ہیں:

ایضاً قصیدہ نظم کردہ کہ ہر مصرعش تاریخ است۔

۱- قدسیاں دیدند از ساز تجمل رونما	بوالعجب آرائشے دربارگاہِ کبریا
۲- محرمانِ عالمِ لاہوت ازراہِ ادب	ہر کدام ایستادہ برآئین احسن جابجا
۳- کوچۂ فردوس انوارِ تو آئین می کنند	روح قدسی واکشد جاروب ازبانِ صفا
۴- موجۂ نورِ الٰہی، رونقِ دیوار ودر	مایلِ اسبابِ زینت سبز پوشانِ سما
۵- جامِ رنگیں برکفِ حوران زآبِ سلسبیل	مادہ کوثر مہیا، میوۂ طوبیٰ رسا
۶- میہمانِ بزمِ حق شد سالکِ دیں عارفے	کزندائے قدسیاں درگوش آمد مرحبا
۷- قطبِ عرفاں، پیر ایماں، منبعِ لطفِ لہٗ	شاہ لدھا میر لطف اللہ آں بحرعلا

حضرت علامہ آزاد نے ایک قصیدہ بھی کہا، جس کے ہر مصرعے سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔

۱- فرشتوں نے دربار الٰہی میں عجب پرشکوہ آرائش وزیبائش ملاحظہ کی۔

۲- عالم لاہوت کے رازداروں کی صفیں، بہت سلیقے اور ادب سے جابجا کھڑی تھیں۔

۳- فردوس کی گلیاں تیرے انوار سے سجی ہوئی تھیں اور حضرت جبرئیل امین صفا کی مشک بار بید سے جاروب کشی فرما رہے تھے۔

۴- نورالٰہی کی موجیں دیوار و در کی رونق تھیں اور آسمان کی سبز پوش مخلوق زینت کے ساز و سامان میں مصروف تھی۔

۵- موج سلسبیل کا رنگین جام ہاتھوں میں لئے حوریں کھڑی تھیں، جہاں کوثر کی شراب شجر طوبیٰ کا میوہ بھی فراہم تھا۔

۶- یہ آرائشیں اور اہتمام اس لیے تھا کہ ایک عارف باللہ اور دین مصطفوی کا سالک، بزم الٰہی کا مہمان بنا تھا اور فرشتے اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

۷- وہ مہمان الٰہی عرفان کا قطب، ایمان کا قبلہ اور پیر، الٰہی الطاف وعنایات کا سرچشمہ تھا۔ بلندیوں اور کمالات کے اس سمندر کو میر لطف اللہ شاہ لدھا کہتے ہیں۔

حضرت میر نوازش علی قدس سرہٗ نے آپ کا روضۂ مبارکہ تعمیر کرایا تو اس کے لیے خود یہ قطعہ نظم فرمایا۔

دیدہ شد خاکِ روضۂ لدھا　　مژہ خاشاکِ روضۂ لدھا
سالِ تعمیر گفت ہاتفِ غیب　　سدّۂ پاک روضۂ لدھا [۱۱۴۳ھ]

[سلاسل الانوار فی سیر الابرار، قلمی، ورق نمبر ۳۱، مخطوط مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی]

منقبت در شان سید الاولیا سید لطف اللہ قادری چشتی بلگرامی معروف بہ شاہ لدّھا قدس سرہٗ

نتیجۂ فکر: میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی قدس سرہٗ

۱- چہ نامست ایں کہ برلب جلوہ کرد　　سخن از جائے خود برخاست چوں گرد
۲- چہ نامست ایں کہ جانم زندۂ اوست　　دم عیسیٰ نفسہا بندۂ اوست
۳- چہ نامست ایں کہ شوقش دررکاب است　　ندانم موج کوثر یا شراب است
۴- چہ نامست ایں کہ از خود مست رفتم　　گرفتم دامنش از دست رفتم
۵- دماغم نہ فلک را طے نمود است　　گرہ از بال رعنائی کشود است
۶- نمی گنجم در آغوش دو عالم　　شرابم ریخت بردوش دو عالم
۷- دل و کیفیتے درساز گردید　　سخن تنگ است و جوش راز گردید
۸- نفس درمستی دیگر در آمد　　قیامت شد کہ ایں محشر برآمد
۹- بیا در عالم لطف اے شہنشاہ　　بیا اے نیمۂ نام تو اللہ
۱۰- توئی یک ذات ازمہ تا بماہی　　نمی دانم خدایا قبلہ گاہی
۱۱- قبائے فقر بر قدِ تو تنگ است　　کہ ایں بے رنگ کے درخور درنگ است
۱۲- چمن پیرائے عشق لایزالی　　جلالت ریخت بر حسن جمالی
۱۳- در ابرنالہ برق بے قراری　　سپند جذبۂ آتش سواری
۱۴- زخود رفتی و ہم درخویش جستی　　کدامیں مے کشیدی طرفہ مستی
۱۵- مذاہب در خیالات تو فانوس　　مشارب از گلستان تو طاؤس
۱۶- طلب راکیسہ پر از نقد بودت　　وجودے نیست ثابت جز وجودت
۱۷- محیط جوہرت ہرگاہ جوشید　　عرضہا ہمچومن موّاج گردید

۱۸- بسیط ایں جا مرکب شد چہ راز است	حقیقت را ہیولائے مجاز است
۱۹- فرق در جزو کل کار نظر ہا است	وگرنہ ہر پسر عین پدر ہا ست
۲۰- اشارت نکتۂ فاش است گفتم	بجائے گوہرے یک بحر سفتم
۲۱- زخود رفتم پناہ درد من باش	خبردار شہید خویشتن باش
۲۲- دلم زخمی عشق ناشکیب است	زلخت چاک چاکش گل بجیب است
۲۳- بداماں دو عالم ریخت خونش	ہمہ کف کردہ مغز سر جنونش
۲۴- نفس درسینہ آہ بے قرار است	نسیم جیب گل آتش سوار است
۲۵- چہ خون بسملم اشکے است بے تاب	زدل تا چشم سیماب است سیماب
۲۶- چہ گویم شرح ذوق بے محابا	حکایت ہائے وضع بے سروپا
۲۷- شراب طور خود نوشیدہ ام من	بخود چوں دردہ مئے جوشیدہ ام من
۲۸- بہر رنگے کہ باشم مئے پرستم	بوئے نشۂ خود مست مستم
۲۹- من وطرزے کہ بے قیدی ست نامش	فتادہ پشت رسوائی زبامش
۳۰- ملامت شیشہ ام راسنگ گردد	ولے ایں جا شرابم بنگ گردد
۳۱- دگرگوں می شود کیفیتِ مئے	چہ گویم تاچہ باشد نیتِ مئے
۳۲- فراغت دارم از تکلیفِ مردم	نخواہم نسخۂ تصنیف مردم
۳۳- مقرر نیست راہِ مذہب ما	ہمہ وہم است فہم مشرب ما
۳۴- نہ چشم از فقر و نے امید جاہ است	بخود ہر کس کہ گوید پادشاہ است
۳۵- الا اے شاہ لدھا فقر اقلیم	بسر کردی دگراز ناز دیہیم
۳۶- غرض زیں گفتگو ہا وجد وحال است	کہ بے نام توایں مستی محال است
۳۷- اگر لطفت نباشد دستگیرم	یقین است ایں کہ شاہم یا فقیرم
۳۸- الٰہی طرف دامانِ تو دائم	بسر طرف کلاہم باد قائم
۳۹- سخن بروضع دیگر میل کردہ	نہاں درقطرہ جوش سیل کردہ

۴۰- ادب فرض است وہم آں شاہ منظر	اگر باشد اجازت وقت دیگر

[مثنوی بے خبر، قلمی، ص ۴۵-۵۰]

ترجمہ: اپنی طویل مثنوی بے خبر میں حضرت میر عظمت اللہ بے خبر بلگرامی فرماتے ہیں:

۱- یہ کس بزرگ ہستی کا اسم گرامی لب پر نمودار ہوا کہ قافلۂ شعر و سخن اپنی جگہ سے غبار کی مانند ہجوم کر آیا۔ ع زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

۲- یہ کون سے بزرگ ہیں جن کے نام سے میرا وجود زندہ ہے۔ مسیحائی جن کی کنیز ہے۔

۳- یہ کس متبرک بزرگ کا تذکرہ ہے جس کے اشتیاق نے میری فکر کو آمادۂ سفر کر رکھا ہے۔ نہ جانے ان کا وجود موج کوثر ہے یا شراب معرفت کا سرچشمہ۔

۴- یہ کون سا مقدس اسم گرامی ہے جس کے تصور سے میں بے خود ہوا جاتا ہوں۔ میں ان کے مبارک دامن سے کیا وابستہ ہوا کہ خود سے بے گانہ ہو گیا۔

۵- میرے دماغ نے تو آسمانوں کی بلندیاں طے کر لیں اور رعنائی خیال کے بال و پر کھل چکے ہیں۔

۶- میں تو اب دو عالم کی وسیع آغوش میں بھی نہیں سما سکتا۔ میری شراب الفت سارے جہان کے کاندھوں پر پڑ چکی ہے۔

۷- دل اور ساز میں ایک خاص کیفیت رونما ہو چکی ہے۔ دائرۂ سخن تنگ ہو چکا ہے اور دل کی راز دارانہ باتوں میں ابال آ رہا ہے [کہ میں اب اسے بیان کر دوں]

۸- سانسوں میں ایک عجیب قسم کی مستی چھا چکی ہے۔ ایک قیامت کا عالم ہے کہ سانسوں سے یہ شور محشر برآمد ہو رہا ہے۔

۹- روحانیت کے تاجدار! [سید العارفین میر سید لطف اللہ شاہ لدھا!] لطف و کرم کی دنیا میں تشریف لائیے۔ تشریف لائیے کہ آپ کے اسم گرامی کا جزو، اسم جلالت اللہ ہے۔

۱۰- پوری کائنات میں صرف آپ کا یکتا وجود مجھے نظر آتا ہے۔ باخدا! آپ کے سوا میں کسی کو اپنا قبلہ گاہ نہیں جانتا۔

۱۱- فقر کی قبا آپ کے وجود پر تنگ نظر آتی ہے کہ آپ کے بے رنگ اور فانی فی اللہ

وجود کے لیے فقر کا یہ ظاہری اور رنگ آمیز لباس زیب بھی تو نہیں دیتا۔

۱۲- آپ کے دم سے عشق حقیقی کے چمن کی رونق برقرار ہے۔آپ کے جمال کے حسن پر جلال کا رنگ غالب ہے۔

۱۳- آپ کے آہ و نالہ کے بادل میں بے قراری اور اضطراب کی برق کوندتی رہتی ہے۔آپ کے جذبۂ عشق کی آگ ہمہ دم بھڑکتی رہتی ہے۔

۱۴- خود سے بیگانہ ہو کر اور خود اپنے وجود میں بھی تلاش کر کے آپ نے کون سی شراب کشید کی ہے جس میں اس قدر مستی ہے۔

۱۵- سارے مذاہب فقہی آپ کی بزم خیال میں فانوس کی مانند جھلکتے ہیں اور سارے صوفیانہ مشارب آپ کے گلستان معرفت کے طاؤس ہیں۔

۱۶-ہر ایک کا کاسۂ طلب، آپ کے عطیات سے بھرا ہوا ہے۔آپ کے وجود کے سوا کسی کا وجود نظر نہیں آتا۔

۱۷- آپ کے جوہر کا سمندر جب جوش میں آتا ہے تو ہم جیسے عرض بھی موج مارنے لگتے ہیں۔[اس شعر میں شاعر نے فن فلسفہ کی اصطلاحات جوہر اور عرض کا استعمال کیا ہے۔یعنی آپ کے کرم سے ناپائیدار اور ناقص وجود بھی درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے]

۱۸- بسیط یہاں آکر مرکب ہو جاتا ہے۔اس میں رمز یہی سمجھ میں آتا ہے کہ حقیقت، پردۂ مجاز میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

۱۹- جزو و کل میں امتیاز صرف نگاہوں کے کرشمے ہیں، ورنہ ہر بیٹا، باپ کا عین ہوتا ہے۔

۲۰- یہ اشارہ، ایک واضح نکتہ ہے جسے میں نے عرض کیا۔میں ایک گوہر نہیں، بلکہ ایک سمندر کو لفظوں کی لڑیوں میں پرو دیا ہے۔[یعنی سمندر کو کوزے میں سمو دیا ہے۔یہ اشعار صوفیہ کے وحدت الوجودی نظریے کی ترجمانی کرتے ہیں]

۲۱- میں اپنے آپ سے بیگانہ ہوا، پیارے! اب تو میرے درد دل کو اپنی پناہ عطا کیجیے اور اپنی محبت کے قتیل کی خبر لیجیے۔

۲۲- میرا دل عشق ناصبور سے زخم زخم ہے۔اسی صد چاک دل کے ٹکڑوں سے تو گل

کے جیب و گریباں چاک نظر آتے ہیں۔

۲۳- ساری کائنات کے دامن میں اسی خون دل کے چھینٹے نظر آتے ہیں اور سارے سروں میں اسی عشق کے جنون کا سودا سمایا ہوا ہے۔

۲۴- سینے کی سانسیں، بے قرار آہوں میں تبدیل ہو چکی ہیں، جیب گل کی باد نسیم آتشیں ہو چکی ہے۔

۲۵- میرے بے تاب آنسو، خون بسمل معلوم ہوتے ہیں، دل سے لے کر آنکھ تک ایک عجیب سیمابی کیفیت طاری ہے۔

۲۶- میں عیاں ذوق جنوں کی تشریح کیا کروں؟ یہ بے ترتیب اور بے سلیقہ حکایتیں ہیں۔

۲۷- میں نے اپنے کوہ طور کی شراب نوش کی ہے اور درد دل کی طرح میری شراب میں جوش پیدا ہوا ہے۔

۲۸- ہر حالت میں، میں مئے پرست رہا اور خود اپنے نشے سے مجھ پر سرشاری کی کیفیت چھائی رہی۔

۲۹- میرے طرز جنوں کو لوگ بےقیدی کا نام دیتے ہیں جس کے نام سے رسوائی پیٹھ کے بل گرتی ہے۔

۳۰- لوگوں کی ملامت نے میرے شیشۂ دل کو پتھر بنا دیا ہے لیکن یہاں کی شراب تو میرے لیے بھانگ کی طرح نشہ آور ہے۔

۳۱- اس شراب کی کیفیت تو الگ ہی ہوتی ہے، کیا بتاؤں کہ شراب کی نیت کیا رہی ہوگی۔

۳۲- لوگوں کے حکم سے بے نیاز ہوں، لوگوں کی من چاہی باتوں کی بھی مجھے پرواہ نہیں۔

۳۳- ہمارے مذہب عشق کی راہ متعین نہیں۔ہمارے مشرب کو سمجھنا، سراسر وہم پالنا ہے۔

۳۴- نہ مجھے فقیری کی خواہش ہے، نہ کسی منصب کی طلب۔جو اپنے آپ میں گم ہے، وہ خود بادشاہ ہے۔

۳۵- اے مملکت فقر کے تاجدار شاہ لدھا! آپ نے دنیاوی تاجوری کے ناز بھی اٹھائے ہیں [حضرت شاہ لدھا قدس سرہٗ بہت بڑے زمین دار تھے۔تاحد نگاہ آپ کی زمینی ملکیتیں تھیں]

۳۶- ان باتوں سے مقصود وجد و حال کی کیفیت کا حصول ہے لیکن آپ کے نام کے بغیر اس جذب و مستی کا حصول محال ہے۔

۳۷- اگر آپ کا لطف و کرم میرا دستگیر نہ ہو تو میرا وجود تباہ ہے۔اب مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں بادشاہ رہوں یا فقیر۔

۳۸- خدا کرے کہ آپ کے دامان کرم کا سائبان ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رہے۔

۳۹- یہاں طرز سخن ذرا دوسرے انداز کا ہوگیا۔ یہاں تو قطرے میں پوشیدہ سیلاب جوش مارنے لگا۔

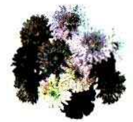
۴۰- ادب فرض ہے۔ اگر اس شاہ کی اجازت ہوگی تو کسی دوسرے وقت سخن طرازی ہوگی۔

☆☆☆

قطب بلگرام

حضرت سید زین العابدین واسطی بلگرامی

قدس سرہٗ



آبروئے خاندان موتم الاشبال، محافظ روایات سادات بلگرام، قطب وقت حضرت مولانا حافظ سید زین العابدین قدس سرہٗ واقعی طور سے اپنے جد کریم سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث اور عکس جمیل تھے۔ بچپن سے ہی کرامت آثار اور بزرگوں کے فیوض و برکات اور گرامی توجہات کا مرکز رہے، جس کی قدرے تفصیل ابھی آتی ہے۔

آپ کی ولادت مبارکہ گلشن واسطی میں ۱۹۱۴ء/ ۱۳۳۱ھ کی کسی مبارک صبح میں ہوئی۔ والد ماجد حضرت سید بشیر حسین قدس سرہ نے ابتدائی پرورش کی۔ ابھی حضرت سید زین العابدین علیہ الرحمہ کی عمر مبارک آٹھ سال کے قریب رہی ہوگی، آپ کے والد ماجد عین عالم شباب صرف ۲۸ رسال کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ تب آپ کی کفالت آپ کے ماموں سید فضل حسین نے فرمائی جو خود لاولد تھے۔

حضرت سید زین العابدین علیہ الرحمہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

۱-سید زین العابدین ولد، ۲-سید بشیر حسین ولد، ۳-سید عزیز اللہ ولد، ۴-سید حسین ولد، ۵-مجد الدولہ دبیر الملک قائم جنگ سید نیاز حسن خان بہادر ولد، ۶-سید نذر علی ولد، ۷-سید عبد الرسول ولد، ۸-سید فرید الدین ولد، ۹-خواجہ سید معین الدین ولد، ۱۰-سید عبد الوہاب ولد، ۱۱-سید محمد اجمل ولد، ۱۲-سید حسین ولد، ۱۳- سید فضل اللہ ولد، ۱۴-سید محمد ولد، ۱۵-سید فضل اللہ ولد، ۱۶-سید علاء الدین جد اعلیٰ سادات بیچ بھیا، ولد، ۱۷-سید ابراہیم ولد، ۱۸-سید ناصر ولد، ۱۹-سید مسعود ولد، ۲۰-سید سالار ولد، ۲۱-سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ فاتح بلگرام قدست اسرارہم الخ۔

حضرت سید بشیر حسین کا عقد مسنون سید علی حسین بن سید خورشید حسن بن سید ابن حسن بن سید نیاز حسن خان بہادر، کی صاحبزادی سیدہ نور الفاطمہ سے ہوا جن سے

دو صاحبزادے: ۱-سید زین العابدین ۲-سید شاہد حسین اور دو صاحبزادیاں: ۱-سیدہ عائشہ زوجہ سید رشید احمد بلگرامی، ۲-سیدہ طاہرہ زوجہ سید مدنی میاں بلگرامی تولد ہوئیں۔

حضرت سید زین العابدین قدس سرہ کے والد ماجد حضرت سید بشیر حسین با عمل اور مرتاض عالم دین تھے۔ آپ کی مقدس زندگی کا زیادہ تر وقت محلّہ میدان پورہ کی مسجد میں گذرتا۔ اپنے مولیٰ کی یاد ہی آپ کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ تھی۔ صاحب کشف بزرگ تھے اور تسخیر جنات میں آپ کو زبردست کمال حاصل تھا۔ افسوس عین عالم شباب ۴ر رجب ۱۹۱۸ء میں اللہ کو پیارے ہوگئے ورنہ ایک جہان آپ کے وجود مسعود کی برکات سے فیض اٹھاتا۔

آپ کو شعر و سخن کا ذوق بھی وراثتاً عطا ہوا تھا۔ سادہ اور بہار یہ رنگ و آہنگ پایا تھا۔ قدیم کاغذات میں آپ کی ایک غزل دستیاب ہوئی جو ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ ہے۔

بہار گل نے جب رکھا قدم صحن گلستاں میں — لیا دم سیکڑوں دیوانوں نے جاکر بیاباں میں
بنایا وحشت دل نے مثال قیس دیوانہ — نہ چھوڑا تار باقی دستِ وحشت نے گریباں میں
تراشیدہ ہوا جب سے تو چھوڑا ایک عالم کو — مثال قیس کاٹی عمر ہم نے بھی بیاباں میں
مس مالیدہ لب پر لطفِ انگشت حنائی ہے — گل سوسن کھلا جس طرح سے ہو شاخ مرجاں میں
تڑپ کر بلبل نالاں زباں پہ لاتی ہے ہر دم — قفس میں آہ ہم، آئی ہے فصل گل گلستاں میں
برنگ لب بھلا ہو لعل میں سُرخی یقیں کب ہے — عجب کیا ہے کہ تھوڑے دن میں ہم پہونچے بدخشاں میں
نہ چھوڑیں گے نہ چھوڑیں گے کسی صورت سے کچھ بھی ہو — بشیر اب تو کیا ہے ہم نے مسکن کوئے جاناں میں

حضرت سید زین العابدین قدس سرہ کے ماموں تین بھائی اور دو بہن تھے:

۱-سید مصطفیٰ حسین، ۲-سید فضل حسین، ۳-سید وصی الحسن، ۴-سیدہ نور الفاطمہ، ۵-سیدہ احمدی بیگم۔ منجھلے ماموں سید فضل حسین لاولد تھے اور باقی دونوں ماموں کے یہاں صرف صاحبزادیاں تھیں، اس لئے بھی آپ دونوں بھائی ننیہال میں بے حد عزیز تھے۔ آپ سبھی بھائی کی تربیت میں یوں تو ننیہال کے سبھی افراد نے کردار ادا کیا لیکن منجھلے ماموں سید فضل حسین اولاد کی نعمت سے محروم تھے، اس لئے اپنی عزیز

بہن کی ان یادگاروں سے انہیں خصوصی دلچسپی تھی۔

حضرت سید زین العابدین اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہد حسین قدس سرہما کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو حافظ رحیم بخش بلگرامی کے پاس دونوں حضرات نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا اور کچھ پارے حفظ بھی کئے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ تب اپنے منجھلے ماموں سید فضل حسین کے زیرِ تعلیم وتربیت رہ کر حفظ قرآن کی تکمیل کرتے رہے۔

اسی دوران دو واقعے ایسے ہوئے جن سے آپ کے لئے اعلیٰ تعلیم کی راہیں کشادہ ہو گئیں۔ ایک واقعہ دوران حفظ کا ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے قرآن حکیم کا دور کر رہے تھے کہ دوران تلاوت کوئی ایک آیت کریمہ آپ کی زبان مبارک سے صحیح ادا نہ ہوئی۔ آپ بار بار اس آیت کریمہ کی اسی انداز میں تکرار کرتے رہے کہ ناگاہ حضرات حسنین کریمین عالم مثال میں تشریف لائے اور غلطی کی اصلاح فرمائی پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ دوسرا واقعہ حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد کا ہے۔ قرآن حکیم کی عظیم ترین دولت جب سینے میں محفوظ ہو گئی تو اعلیٰ تعلیم کے حصول کا شوق دل میں انگڑائی لینے لگا لیکن جب حالات پر نظر جاتی تو دل مسوس کر رہ جاتے۔ یتیمی کا داغ، حالات زمانہ کی کشاکش اور دل کا ولولہ۔ عجیب کشمکش کا عالم تھا۔ سر جھکائے ادھیڑ بن میں متفکر اور پریشان تھے کہ اچانک گھر کے صحن میں برآمدے کے بالائی حصے پر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ آپ نے نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے جد کریم مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ گھوڑے سے اتر رہے ہیں۔ پھر وہ آپ کے قریب تشریف لائے، آپ کی جانب دیکھ کر تبسم فرمایا اور سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹا! مغموم اور پریشان کیوں ہو؟ ان شاءاللہ تم حافظ، قاری، عالم سب بنو گے۔ تمہاری کفالت کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ اس کے بعد مولائے کائنات تشریف لے گئے۔

اس علوی بشارت پر آپ کا دل باغ باغ ہو گیا۔ نہایت شاداں وفرحاں اپنے ماموں جان حضرت سید فضل حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا مبارک واقعہ گوش گذار کیا۔ حضرت سید فضل حسین نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ان شاءاللہ! میں کل ہی تم دونوں کو لکھنؤ لے چلوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن دونوں بھانجے سید زین العابدین اور سید شاہد حسین اپنے ماموں کے ساتھ شیخ القراء جناب قاری ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ حاضر ہوئے۔ اس وقت تک مدرسہ فرقانیہ دیوبندیوں کا اڈہ نہیں بنا تھا۔ شیخ القراء حضرت قاری ضیاء الدین کا خاندان کئی پشتوں سے قرآن حکیم سے وابستہ علم قرائت وتجوید کی لسانی اور قلمی خدمت کرتا چلا آ رہا ہے۔ آپ دونوں بھائیوں نے ان کی خدمت میں رہ کر قرآن حکیم کو فن تجوید وقراءت کے ساتھ پڑھنا سیکھا۔ لہجوں پر عبور حاصل کیا اور اس فن میں مہارت حاصل کی۔ اہل بلگرام بتاتے ہیں کہ دونوں حضرات قرآن حکیم بہت عمدہ انداز میں پڑھا کرتے تھے۔ اس فن میں آپ کے باضابطہ استاذ قاری سید محمد نظر بن شاہ ابوالفضل فقیر اللہ امروہوی ہیں جو اس وقت مدرسہ فرقانیہ میں تجوید وقرأت کے استاذ تھے۔ فن کی تکمیل کے بعد استاذ محترم نے یہ سند عطا فرمائی:

بِسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی اورثنا کتابه و حافظ علینا حروفه و حدوده و اٰدابه و خصنا بالروایة و الا سناد من بین العباد و الصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا محمد مهبط الوحی و التنزیل، مؤسس قواعد التجوید و الترتیل و علی اٰله و صحبه الذین حملوا القرآن فوعوا و جاهدو افی حفظه و علمه فردوا. و بعد!

فیقول الفقیر إلی اللّٰه الصمد عبده الضعیف سید محمد نظر بن شاه ابو الفضل فقیر اللّٰه الامروهی إن الموفق من اللّٰه الحمید الحافظ المولوی سید زین العابدین بن سید بشیر حسین البلگرامی. زاده اللّٰه حرصا و شغفا فی کتابه المجید. قد قرأ عليَّ القراٰن کله حرفا حرفا و سمع منی طرفا طرفا و تعلم منی التجوید بالتکریر والتسدید علیٰ روایة حفص عن الامام العاصم

الکوفی بطریق الولی الشاطبی. جازاهم اللّٰه بفضله الوهبی . وحصل لدیّ من کتب هذا العلم الشریف و مولفات هذا الفن المنیف: الفوائد المکیة ...... و ذلک فی المدرسة العالیة الفرقانیة. اقامها اللّٰه و ادامها. الواقعةبلکناؤ من بلاد الهند. زانها اللّٰه بمایلیق بشا نها. فطلب منی الاجازة و الاسناد و لعمری أن هذا الشئ یراد فان الاسناد من الدین کما صرح به ائمة المسلمین ......

و اجاز نی الشیخ الحائز للفواضل الجامع للفضائل الفائق بین الاقران شیخ القراء الشیخ المقری الحاج محمد عبد الرحمٰن المکی ثم الا له آبادی و قدا جازه استاذه فی دین اللّٰه القاری المقری الشیخ محمد عبد اللّٰه نزیل البلد الا مین. أبقاه اللّٰه تعالیٰ وجعله من المکرمین. و تمام سنده الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم مشهور بین الا صحاب مضبوط فی بعض الرسائل یعرفها الطلاب. من شاء الا طلاع علیه فلیر جع إلیه...... و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العلمین. القاری سید محمد نذر امروهوی

بابت ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء مدرسه عالیه فرقانیة الواقعة بلکنئو

المجیز مصیب بختیار خاں

قراءت کی تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد درجات عالمیت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دونوں بھائی فرنگی محل پہنچے اور علمائے فرنگی محل سے درس نظامی کی ساری کتابیں، طب اور فلسفہ کے علوم حاصل کئے۔۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں سند فراغ حاصل کی۔فراغت کے وقت مدرسہ نے یہ سند عطا کی:

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم مجلس موئد العلوم فرنگی محل لکھنؤ

الحمد للّٰه الذی بعزته و جلاله تتم الصالحات وعلیه المعول فی جمیع الحالات و الصلوٰة و السلام علیٰ خیر خلقه محمد و اٰله و صحبه اجمعین.

الجامعة النظامیة التی أسها وجدّ دها ملک العلما بحرالعلوم امام الوقت قیام الملة

والدین حضرت مولانا محمد عبد الباری رحمة اللّٰه علیه و قدس اللّٰه سره العزیز

امتحان درجه مولوی فی السنة الهجریة ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

اشهد ان المولوی السید زین العابدین بن السید بشیر حسین فازفی امتحان درجة المولوی ۱۳۵۱ھ فی النهایة الثانیة من المدرسة العالیة النظامیة الکائنة فی دار العلم و العمل فرنگی محل تحت ریاسة المجلس مؤید العلوم.

تفصیل المضامین الممتحنة: التفسیر والعقائد و الفقه و الحدیث و الادب و المعانی و المنطق والفلسفة والطب والا صولیین.

امتحان درجه مولینا فی السنة الهجریة ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

اشهد ان المولوی السید زین العابدین بن السید بشیر حسین فاز فی امتحان درجة مولینا ۱۳۵۴ھ /۱۹۳۵ء فی النهایة الثانیة من المدرسة العالیة النظامیة الکائنة فی دارالعلم و العمل فرنگی محل تحت ریاسة المجلس مؤید العلوم.

تفصیل المضامین الممتحنة: التفسیر والعقائد و الفقه والحدیث والادب والمعانی والمنطق والفلسفة والطب والا صولیین.

آپ نے ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کا امتحان بھی پاس کیا تھا۔اس کی سند یہ ہے:

University Of Lucknow

Whereas Sayed Zainul Abedin Wasti Bilgrami has pursued a course of study prescribed by this university for the Diploma of Fazil -I- Adab (Arabic) and has passed the requisite examination in the .... Division.

This is to certify that he has this day been duly awarded the Diploma of Fazil -I- Adab (Arabic) of this

university at the convocation of 1934.

Lucknow Dated: 26th November,1934

قطب بلگرام حضرت سید زین العابدین قدس سرہٗ کے اساتذہ کی صفوں میں والد ماجد سید بشیر حسین، حافظ رحیم بخش بلگرامی، ماموں سید فضل حسین [بلگرام شریف] قاری ضیاء الدین احمد، قاری سید محمد نذر امروہوی [فرقانیہ، لکھنؤ] مفتی عنایت اللہ مصنف تذکرۂ علمائے فرنگی محل وصدر المدرسین، مولانا صبغۃ اللہ [م ۱۳۶۴ھ] مولانا محمد اسلم [م ۱۹۵۲ء] مفتی عبد القادر [م ۱۹۵۹ء] وغیرہ [مدرسہ مؤید العلوم، فرنگی محل] قابل ذکر ہیں۔ سارے اساتذہ حضرت سید زین العابدین اور حضرت سید شاہد حسین دونوں بھائیوں کے ذوق علم، ذہانت اور لیاقت کے قائل تھے اور یہ دونوں حضرات بھی اپنے اساتذہ کے وفور علم، ذوق وشوق، طلبہ پر شفقت، اصول پسندی اور علم دوستی کے گن زندگی بھر گاتے رہے۔ اسی طرز کی ایک روایت آپ کے جانشین حضرت سید اویس میاں دامت برکاتہم القدسیہ سے مجھ تک پہنچی ہے۔

آپ کے اساتذہ میں صدر المدرسین مفتی عنایت اللہ صاحب خاصے علمی رعب داب کے بزرگ تھے۔ طلبہ ان سے ہیبت میں رہتے تھے۔ حضرت قطب بلگرام فرماتے ہیں کہ مولانا جمال میاں فرنگی محلی میرے ہم سبق تھے۔ اس وقت ہم لوگ متوسط درجات فضیلت کی کتابیں پڑھتے تھے۔ شرح جامی مفتی عنایت اللہ صاحب کے زیر درس تھی۔ ان کے یہاں دوسرے طلبہ عبارت خوانی میں ہچکچاتے تھے۔ صرف مولانا جمال میاں اور میں کتاب کی عبارت خوانی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ایک دن میں اور ایک دن جمال میاں جہاں تک عبارت پڑھنی ہوتی وہاں تک مطالعہ کر کے جاتے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی رات میں کتاب کی عبارت کا پیشگی مطالعہ نہ کر سکا۔ میں نے سمجھا کہ جمال میاں نے مطالعہ کر لیا ہوگا

اور انہوں نے سمجھا کہ میں نے عبارت دیکھ لی ہوگی۔ درس کے وقت جب عبارت خوانی کا مرحلہ آیا تو جمال میاں مجھے پڑھنے کا اشارہ کرنے لگے۔ میں نے انہیں اشاروں میں سمجھایا کہ میں نے بھی آج مطالعہ نہیں کیا۔ بالآخر میں نے عبارت پڑھنی شروع کی۔ ایک جگہ عبارت خوانی میں غلطی ہوگئی۔ مفتی صاحب نے ٹوکا اور پھر سوال کر دیا کہ یہ عبارت ایسے کیوں پڑھی۔ مجھ سے جواب نہ بن پڑا۔ پھر جمال میاں سے دریافت فرمایا کہ یہاں عبارت کس طریقے سے پڑھی جائے گی۔ انہوں نے بھی کوئی تشفی بخش جواب نہ دیا۔ مفتی صاحب جلال میں آگئے۔ فرمایا: ''ہٹ جاؤ میرے سامنے سے، مطالعہ کر کے تو آتے نہیں۔'' ہم دونوں چپ چاپ واپس چلے آئے۔ تین دن تک تو جانے کی ہمت نہ پڑی۔ چوتھے دن ایک حافظ صاحب سے سفارش کرائی تو مفتی صاحب نے ہم لوگوں کو بلوایا اور فرمایا: ''آئندہ خبردار! بغیر مطالعہ کے میرے پاس پڑھنے کے لئے مت آنا۔'' چنانچہ اس وقت سے لے کر فارغ التحصیل ہونے تک ہم بلاناغہ مطالعہ کر کے ہی جاتے تھے۔ یہ تھی ہمارے اساتذہ کی اصول پسندی اور لوازمات علم کے ساتھ شغف۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مولانا حافظ قاری سید زین العابدین قدس سرہٗ نے ملازمت کے سلسلے میں پہلے پہل فرنگی محل میں ہی تین سال تک درس وافتا کی خدمات انجام دیں، اس کے بعد اسلامیہ انٹر کالج شاہجہاں پور کے تدریسی شعبے سے وابستہ ہو گئے جہاں فارسی اور عربی زبان وادب کی تدریس آپ کے ذمہ تھی۔ آپ نے نہایت تندہی کے ساتھ اپنے منصبی فرائض انجام دیئے اور تقریباً چھتیس سال اس کالج سے وابستہ رہے۔ لیاقت، احساس ذمہ داری اور اخلاق ایسا پایا تھا کہ پرنسپل، اسٹاف، انتظامیہ اور طلبہ سبھی آپ سے مطمئن اور قدرداں تھے۔ ۳۰ر جون ۱۹۸۰ء کو کالج کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور بلگرام شریف آکر بالکل گوشہ نشین ہو گئے۔

شاہجہاں پور میں قیام کے دوران آزاد چوکی، جھنڈہ تلے، کتھے والی مسجد، کھجوروالی مسجد، پیلی کوٹھی، جیسی جگہوں پر آپ نے قیام فرمایا، آپ جہاں رہے، دین و سنیت اور انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کے مقدس وجود کی برکت سے وہ جگہیں برکات وحسنات کا سرچشمہ بن گئیں۔

قوت حافظہ، ذہانت ودرّاکی، ذوق مطالعہ، وسعت علم، اعلیٰ لیاقت آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ خاص بات یہ تھی کہ آپ کا علم ہر دور میں مستحضر رہا۔ قرآن حکیم اتنا عمدہ یاد تھا کہ لوگ آج بھی آپ کی تراویح کے کیف کو یاد کرتے ہیں۔

جس وقت آپ فرنگی محل میں زیرِ تعلیم تھے، جامعہ ازہر مصر کے ایک دانشور لکھنؤ آئے تو علمائے فرنگی محل کی شہرت سن کر فرنگی محل بھی حاضر ہوئے۔ ان کے استقبالیہ کے لئے اساتذہ اور ذمہ داران ادارہ کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ نے معذرت کی کہ میں اس کا اہل نہیں لیکن باصرار آپ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ نے مصری مہمان کو عربی زبان میں خوش آمدید کہا اور ان کے استقبال میں زوردار عربی تقریر کی جس کی تحسین خود مصری دانشور نے کی۔ پھر جب دوران گفتگو معزز دانشور کو یہ معلوم ہوا کہ آپ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی کے خاندان سے ہیں تو بہت مسرور ہوئے اور آپ کو جامعہ ازہر آنے کی دعوت دی۔ آپ نے عرض کیا کہ اگر والدہ ماجدہ نے اجازت دیدی تو میں ان شاء اللہ ضرور آؤں گا۔ لیکن والدہ ماجدہ آپ کے اس سفر پر جانے کے لئے رضامند نہ ہوسکیں، اس لئے آپ تشریف نہیں لے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ قادری علیہ الرحمہ بلگرام شریف تشریف لائے۔ دوران گفتگو کوئی مسئلہ چھڑ گیا۔ حضرت سید میاں نے بخاری شریف کی ایک حدیث پڑھی۔ قطب بلگرام حضرت سید زین العابدین نے عرض کی کہ حدیث شریف میں فلاں لفظ نہیں بلکہ فلاں لفظ ہے۔ حضرت سید میاں فرماتے تھے کہ حدیث پاک میں

وہی لفظ ہے جو میں نے پڑھا۔ حضرت سید زین العابدین علیہ الرحمہ نے فوراً بخاری شریف نکالی اور وہی حدیث شریف کھول کر سامنے رکھ دی۔ دیکھا گیا تو حضرت کی بات ہی درست نکلی۔ پھر حضرت نے فرمایا: ''چالیس سال قبل میں نے بخاری شریف میں یہ حدیث شریف پڑھی ہے۔'' حضرت سید میاں نے برجستہ فرمایا: ''مجھے فخر ہے کہ میرے خاندان میں آج بھی کوئی ایسا فرد ہے جو آل مصطفیٰ کی بھی رہنمائی کرسکتا ہے۔ بھائی جان! اگر میں علم کا دریا ہوں تو آپ علم کے سمندر ہیں۔'' [یہ حضرات کیسے عالی ظرف تھے]

حضرت سید زین العابدین قدس سرہٗ اپنے ماموں اور خسر رئیس الاولیا حضرت میر سید حبیب احمد مسولوی قدس سرہٗ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں بیعت ہوئے۔ مرشد گرامی نے آپ کو ازخود بلا طلب ۲۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ/ ۶؍مارچ ۱۹۸۳ء یکشنبہ کے دن جملہ سلاسل خاندانی کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ آپ کے پیر ومرشد اور ماموں حضرت سید حبیب میاں علیہ الرحمہ اپنے مریدوں کو یہ شجرہ عطا فرماتے تھے:

سَنَدُ خَرْقَةِ الطَّرِيْقَةِ الْعَلِيَّةِ الْقَادِرِيَّةِ الْجِيْلَانِيَّةِ

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ وَاَوْلِيَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ [صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ

مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْمَعَاصِیْ کُلِّهَا وَاَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ. اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ. اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِهٖ. اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْراً عَظِیْماً. اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْمُرِیْدَ الصَّادِقَ.............دَخَلَ فِیْ بَیْعَةِ الْاِرَادَةِ

الٰہی بعجز و نیاز امیدوار رحمت بے حد فقیر سید حبیب احمد بن سید علی احمد اسماعیلی رزاقی قادری بلگرامی ثم مسولوی غفر اللہ لہ کہ باتو دارد

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مرشدنا و شیخنا سید شاہ احمد جیلانی رزاقی بانسوی زاد اللہ فیوضہم و برکاتہم کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولائی و مرشدی سید السالکین زبدۃ العارفین شیخ حافظ سید ممتاز احمد قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز نمونہ شریعت شمع ہدایت حضرت حافظ حاجی سید شاہ غلام جیلانی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولانا مولوی شیخ ابوالبقاء محمد عبدالحکیم انصاری لکھنوی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولانا مولوی شیخ نجات اللہ کرسوی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولانا مولوی شیخ شاکر اللہ سندولوی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرات شیوخ حضرت واقف اسرار متشابہات التنزیل شیخ مولوی محمد اسماعیل بلگرامی مسولوی و حضرت قطب وقت شیخ الہند مولانا مولوی معنوی ملا شیخ نظام الدین محمد انصاری و حضرت شیخ محمد مقیم بانسوی قدس اللہ اسرارہم کہ باتو داشتند

الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب الاقطاب شیخ الشیوخ سید شاہ عبدالرزاق بے کمر بانسوی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ میر عبدالصمد خدانما احمد آبادی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شاہ ہدایت اللہ خدانما قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ حسین خدانما قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ امان اللہ امانی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابراہیم بکری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شاہ ابراہیم ملتانی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید بخش اللہ فرید بکری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید جلال قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ محمد قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ بہاء الدین قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالعباس قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ حسن قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ علی قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید احمد بہاء و حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید محمد بن سید ابوصالح قادری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ جمال عرق سید عبدالرزاق خلف الصدق حضرت پیران پیر قدس سرہما کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قطب ربانی محبوب سبحانی غوث اعظم سید محی الدین ابومحمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالواحد بن حضرت شیخ عبدالعزیز یمنی قدس سرہما کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت تاج العرفاء والفقہاء والمحدثین شیخ حسن بصری قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب مظہر العجائب والغرائب شمس المشارق والمغارب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

الٰہی بحرمت راز ونیاز جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہو من الہادی المطلق ذات لطیف جل جلالہ وعم نوالہٗ

....

سلسلۂ رزاقیہ قادریہ بطریق دیگر

الٰہی بعجز ونیاز امیدوار رحمت بے حد فقیر سید حبیب احمد بن سید علی احمد اسماعیلی رزاقی قادری بلگرامی ثم مسولوی غفر اللہ لہ کہ با تو دارد

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت مرشدنا وشیخنا سید شاہ احمد جیلانی رزاقی بانسوی زاد اللہ فیوضہم وبرکاتہم کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت مولائی ومرشدی سید السالکین زبدۃ العارفین شیخ حافظ سید شاہ ممتاز احمد رزاقی بانسوی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز نمونہ شریعت شمع ہدایت حضرت حافظ حاجی سید شاہ غلام جیلانی رزاقی بانسوی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ سید شاہ ذوالفقار علی قادری شاہجہانپوری قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ حاجی الحرمین سید شاہ سیادت علی بانسوی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ سید شاہ شیر علی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ سید شاہ غلام علی بانسوی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت شیخ سید غلام دوست محمد بانسوی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز قطب الاقطاب حضرت شیخ سید شاہ عبدالرزاق بے کمر بانسوی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

[اس کے بعد وہی مشائخ طریقت ہیں جو پہلے مذکور ہوئے]

سلسلۂ قادریہ رزاقیہ بطریق ائمۂ سادات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

[حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی مشائخ ہیں جو پہلے شجرے میں بیان ہوئے، ان کے بعد درج ذیل مشائخ ہیں:]

الٰہی بحرمت راز ونیاز شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ کہ با تو داشت

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امام علی موسیٰ رضا صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امام موسیٰ کاظم صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امام جعفر صادق صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امام محمد باقر صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امام زین العابدین صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت قرۃ العین فاطمۃ الزہراء شہید دشت کرب وبلا امام حسین صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب مظہر العجائب والغرائب مطلوب کل طالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

الٰہی بحرمت راز ونیاز جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

وہو من الہادی المطلق ذات لطیف جل جلالہ وعم نوالہٗ

....

سلسلۂ قادریہ بطریق دیگر

الٰہی بعجز ونیاز امیدوار رحمت بے حد فقیر سید حبیب احمد بن سید علی احمد اسماعیلی رزاقی قادری

بلگرامی ثم مسولوی غفراللہ لہ کہ باتو دارد

الٰہی بحرمت راز و نیاز سید السالکین زبدۃ العارفین نمونۂ شریعت شمع ہدایت مولائی و مرشدی سید الحاج فضل اللہ جیلانی حموی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید محمد مرتضٰی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید محمد مکرم قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید محمد طاہر قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز برادر مکرم حضرت مفتی شیخ سید محمد سعدی ازہری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز مفتی برادر مکرم حضرت شیخ سید علی حموی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ نقیب السادات سید عمر قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید حسن قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید یٰسین قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عارف باللہ مولانا سید علی کبیر قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز نقیب الاشراف صاحب الکشف والسر حضرت شیخ سید ابراہیم قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز سردار جماعت سادات قادری حضرت شیخ سید عبدالرزاق قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز نقیب السادات والاشراف صاحب الخرق والکرامات حضرت شیخ سید شرف الدین قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید جلال الدین، شیخ سید علی ہاشمی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب العارفین حضرت شیخ سید احمد شہاب الدین قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز غوث الواصلین عارف باللہ حضرت شیخ سید عبداللہ قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید ابوالوفا قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شہاب الدین احمد قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شرف الدین قاسم قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید مولانا عبدالباسط قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید ابوالعباس قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید بدرالدین حسن قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید مولانا علاء الدین علی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شمس الدین محمد قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید سیف الدین یحییٰ قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید ظہیر الدین احمد قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید ابونصر محمد قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید عماد الدین ابونصر قاضی القضاۃ قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ سید شاہ عبدالرزاق نورالعین سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہما کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قطب ربانی محبوب سبحانی غوث اعظم سید محی الدین ابومحمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ الاسلام ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ الاسلام عبدالواحد تمیمی قدس سرہما کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ الاسلام خواجہ ابوبکر شبلی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ الاسلام خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شاہ معروف کرخی قدس سرہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام علی موسیٰ رضا صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام موسیٰ کاظم صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام جعفر صادق صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام محمد باقر صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام زین العابدین صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الشہدا امیر المومنین امام حسین صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ وعلیہ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کہ باتو داشت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سرور کائنات مفتخر موجودات رسول الثقلین نبی الحرمین سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین شفیع المذنبین سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین کہ باتو داشت

جناب وصلؔ بلگرامی نے سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ کو بھاکا اور اردو زبان میں نظم کیا ہے۔[ریاض رزاق،ص۲۹-۳۰] اسے بھی یہاں درج کرتا ہوں تا کہ اسی ذریعہ سے یہ علمی کاوش یہاں محفوظ ہو جائے۔ خیال رہے کہ بھاکا زبان میں منظوم شجرہ میں انداز بیان وحدت الوجودی طرز کا ہے۔ اس لئے ظاہر بین نگاہیں اس پر معترض نہ ہوں۔

شجرۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ منظوم بہ زبان بھاکا

سگ درگاہ جیلاں شو چو خواہی قرب ربانی کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

آپ احد احمد بن آیو ،آپو علی کہایو ہے آپ حسن بصری ہوئے اپنا بھید بتایو ہے
حبیب عجم ،داؤد، بنو معروف بھیو ،سری سقطی شیخ جنید مہا متوارہ،جن سب جگت متھایو ہے
شیخ شبلی آپ چھکو ،عبد الواحد مست بھیو یوسف طرطوسی ابوالحسن اور ابو سعید لکھایو ہے
آپ بھیو محبوب جب اپنا غوث الاعظم نام دھرو تب اُنتر کے بھید بھی نرگن سرگن پر کھایو ہے
عبد الرزاق محمد احمد،سید علی ،موسیٰ وحسن شاہ ابو العباس بہاء الدین محمد بہایو ہے
شاہ جلال فرید بھکری ،ابراہیم،امان اللہ شاہ حسین خدائے نما جن پر گھٹ روپ دکھایو ہے
شاہ ہدایت عین خدا اور عبد الصمد خدائے نما سید عبد الرزاق بانسوی جن سب پنتھ چلایو ہے
اون کا ہ سراہوں میں نرگن جن نرل جوت کیا پائی وہ شاہ غلام دوست محمد تا کر بش نگایو ہے
سید شاہ غلام علی اور شیر علی مدہ کے چھاکے حاجی حرمین سیادت علی جن انجد بچن سنایو ہے
غوث پیارے جگ اجیارے سید ذوالفقار علی وے قادری لقب دیو اون مارگ پریم سوجھایو ہے
جن موسیٰ گریب کی بانہہ گہی سو گرد و بانسوی رزاقی وہ شاہ غلام جیلانی جو ہردے بیچ سمایو ہے

اُن بُوٹرت نیا سادہ لئے بگری جوہتی سبودے بنائی ڈبدھا من کی سب کھوئے گئی جب الکھ روپ دکھایو ہے
نس ون بانٹت سدا برت تم راج کنوارے بڑے داتا داس محمد حسین تہارو بھکیا مانگن آیو ہے

شجرۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ جیلانیہ منظوم مع نو دونہ اسمائے باری تعالیٰ

نتیجۂ فکر: میر مقبول حسین وصلؔ قادری رزاقی بلگرامی ایڈیٹر ''عالمگیر'' ہردوئی

حمد ہے ذات کبریا کے لئے نعت زیبا ہے مصطفیٰ کے لئے
آل وصحاب واولیائے کرام دم بہ دم اُن پہ ہو درود وسلام
وصلؔ کہہ کر رباں سے بسم اللہ باہزاران عقیدت اب دل خواہ
شجرۂ قادری و رزاقی ، نظم کر دے ،نہ کچھ رہے باقی
اپنے پیران سلسلہ کے سب واسطے دے کے صدق دل سے اب
ہو خضوع وخشوع جو دل میں عرض حاجت کرو جو ہو دل میں
تو نے پائے ہیں دستگیر ایسے خاص اللہ کے جو ہیں بندے
کس کا خوف وخطر ہے اے ناداں لب پہ لا اسم قادر ورحمان
و تو مانگے گا اُس سے پائے گا ہاتھ خالی کبھی نہ جائے گا
اے مرے قادر وقوی و سلام صمد و ذوالجلال والاکرام
اے معید و مہیمن وقہار میرے رزاق وواحد و غفار
میے جبار و محصی و مغنی متکبر ،مقدم و محیی
میرے رحمن و والی وجامع برّ وقدوس و باعث و مانع
میرے قیوم وباسط وخافض ضارّ واللہ ومقسط وقابض
میرے فتاح واول وآخر ملک الملک ،باطن وظاہر
خالق و واسع و لطیف و حکیم ملک و رافع و عفو و رحیم
اے مرے واجد و رشید و شکور اے مرے ماجد وبدیع وغفور
متعالی ،کبیر وعدل وکریم حکم و وارث و علیم وعظیم

اے مرے مقتدر، صبور و غنی — اے مرے منتقم، علی و ولی
اے معزّ و مذلّ و حق و مجید — اے مرے مبدی و ودود و حمید
اے مرے ہادی و مغیث و حسیب — اے مرے نافع و رقیب و مجیب
اے شہید و مصور و توّاب — اے حلیم و مؤخر و وہاب
اے مجیب و سمیع و نور و بصیر — اے حفیظ و متین و حیّ و خبیر
اے مرے مومن و عزیز و جلیل — باقی و باری و رؤوف و وکیل
[مرشد من] شد خدا آگاہ — حافظ و حاجی و ولی اللہ
مجمع فضل و فیض سبحانی — شاہ سید غلام جیلانی
عارف حق شہ نجات اللہ — کرسوی اور معرفت آگاہ
بہر بحر العلوم فخر جہاں — شاہ عبد الحکیم قطب زماں
از پے سید جناں منزل — شاکر اللہ مرشد کامل
از طفیل شہ نظام الدین — قطب عالم مہِ سمائے یقین
از پے شاہ میر اسماعیل — بلگرامی ولی رب جلیل
بہر اسرار حامل قرآن — شہ محمد مقیم قطب جہان
حرمت رازِ پاک شاہ انام — واصل ذو الجلال والاکرام
قبلۂ سالکان حقانی — کعبۂ عارفان یزدانی
عبد رزاق مرشد اعلیٰ — قدس اللہ سرہ الاصفیٰ
قطب اقطاب مقتدائے جہان — سید بانسوی شہ شاہان
[ہے بفضل خدائے کون و مکان — دوسرا سلسلہ یہاں سے عیان]
بہر مقبول رب سبحانی — شاہ سید غلام جیلانی
ذوالفقار علی ولی کے لئے — شہ سیادت علی سخی کے لئے
بہر سید غلام دوست ولی — بانسوی و حبیب رب قوی

عبد رزاق بانسوی کے لئے — میر عبد الصمد ولی کے لئے
بہر شاہ ہدایت ذی جاہ — بہر سید حسین حق آگاہ
از پے حضرت امان اللہ — شاہ عالی تبار و ظل الٰہ
از پے راز شاہ ابراہیم — بھکّری مصدر فیوض عمیم
از پے واصل خدائے عظیم — شاہ ملتان جناب ابراہیم
بطفیل فرید و فرد زماں — سید بخش ہادی دوراں
بہر شاہ جلال حق آگاہ — بہر سید محمد ذی جاہ
بہر سلطان کشور تمکین — دُرِ دُرجِ صفا بہاء الدین
از پے احمد ابو العباس — حامی دین و دافع وسواس
بہر سید حسن ولی خدا — بہر موسیٰ کلیم طور صفا
بہر سید علی ولی جہان — از پے سید احمد ذی شان
بہر سید محمد ذی جاہ — ابن ابو صالح ولی الٰہ
از پے راز مرشد ذی شان — عبد رزاق ابن غوث جہان
بہر اسرار غوث ربانی — عبد قادر حبیب سبحانی
سرور جملہ اولیائے الٰہ — خسرو صوفیان حق آگاہ
پیر پیران و دستگیر جہاں — حامی دہر و خضر راہِ جناں
حرمت بو سعید حق آگاہ — شہ مبارک مخرمی ذی جاہ
حضرت بو الحسن علی کے لئے — شہ ابو الفرح متقی کے لئے
از پے عبد واحد ذی شاں — ابن عبد العزیز شاہ شہاں
حرمت سرور جنان منزل — شیخ بوبکر شبلی کامل
بہر بو القاسم سخی و غنی — سید الطائفہ جنید ولی
حرمت ہادی صراط سوی — حضرت بو الحسن سری سقطی

از پے شاہ معرفت آگاہ شیخ معروف کرخی ذی جاہ
بہر داؤد طائی اکرم از پے حضرت حبیب عجم
از پے حضرت حسن بصری حرمت حضرت علی ولی
واسطہ حضرت محمد کا اُن کی ذات و صفات کا صدقہ
[ہے بفضل خدائے ہر دوجہاں دوسرا سلسلہ یہاں سے عیاں]
کرخی شاہ باصفا کے لئے شہ علی موسیٰ رضا کے لئے
بہر اسرار موسیٰ کاظم جن کا ساراجہان ہے خادم
از پے راز جعفر صادق ہادی خلق و عارف حاذق
حرمت راز حضرت باقر مصدر علم باطن و ظاہر
بہر زین العبا علی سجاد قدوۂ اہل دین و نیک نہاد
از پے ابن سید الکونین سرور اولیا امام حسین
حامی دین علی ولی کے لئے اُن کے راز و نیاز کے صدقے
از طفیل جناب شاہ اُمَم حامی دہر و سرور عالم
احمد مجتبیٰ رسول اللہ فخر دارین ابن عبد اللہ
خاتم انبیاء حبیب خدا اشرف اصفیا شفیع وریٰ
اے خدا !واسطہ خدائی کا واسطہ تیری کبریائی کا
تیرے اسمائے پاک کا صدقہ از سمک تا سِماک کا صدقہ
تو ہی ہے قادر و قوی و عزیز اور میں تیرا بندۂ ناچیز
ان بزرگوں کے واسطے کے ساتھ عرض کرتا ہوں یہ اُٹھا کر ہاتھ
حال میرانہیں ہے تجھ سے نہاں عالم الغیب تو ہی ہے رحماں
دور کر اب مری پریشانی حد سے افزوں ہوئی ہے حیرانی
ہو ادھر بھی ذرا کرم مولیٰ تیرے قربان میں مرے مولیٰ

قید عصیاں سے اب چھڑا دے مجھے عاشق مصطفیٰ بنادے مجھے
دین و دنیا میں جاہ و عزت دے اپنے پیارے نبی کی الفت دے

حضرت قطب بلگرام قدس سرہٗ کو قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہٗ کے سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ کی اجازت وخلافت اپنے بڑے ماموں سید مصطفیٰ حسین بن سید علی حسین سے حاصل تھی۔ حضرت کے سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ کی تفصیل یہ ہے:

۱-قطب بلگرام حضرت مولانا حافظ قاری سید زین العابدین واسطی، ۲-حضرت سید مصطفیٰ حسین واسطی عرف سچے میاں، ۳-حضرت سید علی حسین رحمانی واسطی، ۴-قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی، ۵-حضرت شاہ محمد آفاق، ۶-حضرت شاہ ضیاء اللہ، ۷-حضرت خواجہ شاہ محمد زبیر، ۸-حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی، ۹-حضرت خواجہ مجد الدین معصوم ثانی، ۱۰-حضرت مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندی، ۱۱-حضرت خواجہ محمد عبدالباقی باقی باللہ، ۱۲-حضرت خواجہ محمد املنکی، ۱۳-حضرت خواجہ درویش محمد، ۱۴-حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار، ۱۵-حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی، ۱۶-حضرت خواجہ علاء الدین عطار، ۱۷-حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالی عنہ، ۱۸-حضرت خواجہ سید امیر کلال سوفاری، ۱۹-حضرت خواجہ محمد بابا سماسی، ۲۰-حضرت خواجہ عزیزاں علی رامتینی، ۲۱-حضرت خواجہ محمود انجر فغنوی، ۲۲-حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری، ۲۳-حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی، ۲۴-حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی، ۲۵-حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی، ۲۶-حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، ۲۷-سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی، ۲۸-حضرت امام جعفر صادق، ۲۹-حضرت امام شاہ قاسم، ۳۰-صحابی رسول سیدنا سلمان فارسی، ۳۱-افضل البشر بعد الانبیاء امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۳۲-خاتم النبیین، افضل المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی [۱۲۰۸ھ-۱۳۱۳ھ] ملانواں ضلع اناؤ میں ایک خدا ترس صدیقی گھرانے میں ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا نور بن انوار انصاری فرنگی محلی اور دوسرے علمائے لکھنؤ سے مروجہ علوم کی کتابیں پڑھیں پھر دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے خصوصی استفادہ کیا اور شاہ غلام علی نقشبندی اور شاہ محمد آفاق نقشبندی مجددی سے علوم باطن حاصل کئے، بالآخر شاہ محمد آفاق نقشبندی قدس سرہٗ سے بیعت ہو کر مجاز و ماذون ہوئے۔ دہلی سے وطن عزیز ملاواں واپس ہوئے۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد گنج مرادآباد میں سکونت اختیار فرمالی، وہیں دوسرا عقد مسنون فرمایا۔ درس و تدریس، وعظ گوئی اور پریس میں قرآن مجید کے نسخوں کی تصحیح کے فرائض انجام دیتے اور ان سے معاشی ضرورتیں پوری فرماتے۔ لکھنؤ، کانپور، بنارس، قنوج وغیرہ کا سفرا کثر درپیش رہتا۔ اخیر عمر میں سفر بالکل ترک فرمادیا۔ صرف فتوحات پر گذر بسر ہوتی۔

آپ کی پوری زندگی شریعت مصطفوی کی پیروی اور اتباع سنت سے عبارت تھی۔ زہد، توکل، قناعت، بذل وسخا، سادگی، دنیا سے دوری میں بزرگوں کے اطوار پائے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کی حد تک وابستگی تھی۔ فرماتے: اتباع سنت، یہی غوثیت اور قطبیت ہے۔ پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے...... اللہ رسول پر جان قربان کرنا چاہیے۔ اسی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: درود بکثرت پڑھو، جو کچھ ہم نے پایا، درود سے پایا [تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآباد، ابوالحسن علی ندوی، ندوۃ العلما، لکھنؤ]

آپ حضرت حسن رسول نما قدس سرہٗ کا یہ درود پاک ورد فرماتے: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ". قرآن حکیم سے بے حد شغف تھا۔ آپ فرماتے: جو مزا قرآن حکیم میں ہے، کسی چیز میں نہیں۔ قرآن کی نسبت غایت سلوک ہے۔ جو شخص قرآن حکیم کے الفاظ و معانی کی تحقیق و تنقیح کرتا ہو،

اس کے مرتبے کو وہ شخص نہیں پہنچتا جو تمام رات عبادت کرے۔ اگر قرآن شریف کے بدلے جنت ملے تو منظور نہیں۔ ہمارے پاس حوریں آئیں تو ان سے بھی ہم یہی کہیں کہ آؤ بی بی! بیٹھ جاؤ، تم بھی قرآن سنو۔ [مسالک السالکین، ۲/۱۹۴-۱۹۵]

شریعت مصطفیٰ کی پابندی حد درجہ مطلوب تھی۔ آپ نے خود فرمایا:

"ولایت اسی کو کہتے ہیں کہ احکام شریعت بے تکلف ہونے لگیں اور افعال شریعت ایسے ہو جائیں کہ گویا امور طبعی ہیں۔" [ایضاً، ص۱۹۵]

فرض نمازیں پابندی کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔ مہمانوں کی تواضع مدارات میں کمی نہ ہونے دیتے۔ مسافر طلوع آفتاب کے بعد یا پہلے رخصت کیے جاتے۔ جب تک صحت مند رہے، آپ کا معمول تھا کہ مسجد کے دروازے تک جا کر مہمانوں کو رخصت کرتے۔ اگر بزرگ یا علما تشریف لاتے تو بستی کے باہر تک رخصت کرنے جاتے۔ رخصت کرتے وقت اکثر الوداعیہ اشعار پڑھتے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست   کار عاشق جز تماشائے جمال یار نیست

[مسالک السالکین، ۲/۱۸۵]

شریعت کا احترام ہی تھا کہ آپ علمائے کرام کی بڑی توقیر فرماتے اور ان کی آمد پر بے حد خوشی کا اظہار فرماتے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری ۱۳۰۹ھ میں شیخ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کی رفاقت میں آپ کی زیارت کو گنج مرادآباد حاضر ہوئے۔ حضرت قطب الاقطاب نے اعلیٰ حضرت کا قصبہ سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ اپنے مخصوص حجرے میں مہمان ٹھہرایا اور عصر کے بعد کی نشست میں اعلیٰ حضرت کے بارے میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: "مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے"۔ اس کے بعد اپنی ٹوپی اڑھادی اور ان کی خود اوڑھ لی۔ [تذکرۂ علمائے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص۲۰۸]

اسی وابستگی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا اثر تھا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو خاص وجاہت اور محبوبیت سے نوازا تھا۔ بڑے صاحب تصرف وجلال اور فضل وکمال والے بزرگ تھے۔ تصرفات اور کرامات اور کشف کے بہت سارے واقعات آپ

سے صادر ہوئے۔ خلقت کا ہجوم رہتا اور کثیر مخلوق خدا آپ سے فیض یاب ہوئی۔
صاحب تذکرۂ علمائے ہند مولانا رحمٰن علی لکھتے ہیں:

مولانا فضل الرحمٰن کے اوصاف حمیدہ اور خصائص پسندیدہ ایسے نہیں ہیں کہ زبان بریدہ قلم بے بنیاد کاغذ پر ان میں سے تھوڑے سے بھی لکھ سکے اور انسان ضعیف البنیان کی کیا مجال ہے کہ ان کا عشر عشیر بھی بیان کر سکے.........اس زمانے میں مخلوق ان کی طرف رجوع کرتی ہے۔ چھوٹے بڑے، مالدار مفلس، مشہور غیر مشہور نزدیک و دور سے آتے ہیں اور بیعت سے سرفراز ہوتے ہیں۔" [تذکرۂ علمائے ہند، اُردو، ص ۳۷۹-۳۸۰]

آپ نے اخیر وقت درس حدیث دیا۔ آخری درس حدیث ۷/ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو دیا، اس کے بعد علالت بڑھتی گئی۔ اکثر و بیشتر استغراق کی کیفیت رہتی۔ یاد مصطفےٰ بے طرح آتی۔ اس حالت میں آپ یہ اشعار کثرت سے پڑھتے۔

فسهل یا الٰهی کل صعب　　بحرمة سید الابرار سهل
سرم خاکِ رہِ ہر چار سرور　　ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر [مسالک السالکین، ۲/۱۹۰]

۸/ربیع الاول شریف کو یہ دو نعتیہ شعر آپ نے پڑھے اور آپ پر دیر تک رقت طاری رہی۔

سر سبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو　　ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو
بندۂ عیب دار کس نخرد　　باہزاراں گنہ، خرید مرا

بالآخر ۲۲/ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء جمعہ کے دن بعد نماز مغرب یاد محبوب حقیقی سے سرشار ہو کر اس جہان فانی کو الوداع کہا۔

حضرت قطب الاقطاب مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی کے خلفا سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ مریدین کی تعداد چار لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ بلگرام شریف کے دو خلفا کا ناچیز کو علم ہو سکا۔

۱- حضرت سید علی حسین رحمانی واسطی　　۲- حضرت سید محمد زاہد بلگرامی

میرے وطن عزیز کے نامور بزرگ عالم دین حافظ الحدیث حضرت علامہ حکیم قادر بخش شہسرامی کا اسم گرامی بھی حضرت کے خلفا میں آتا ہے۔

حضرت سید علی حسین رحمانی واسطی علیہ الرحمہ کے توسط سے سلسلۂ نقشبندیہ

مجددیہ رحمانیہ، حضرت سید اویس مصطفےٰ دام ظلہ تک پہنچا۔ حضرت سید علی حسین رحمانی قدس سرہٗ حضرت سید اویس میاں دام ظلہ کے پرنانا ہوتے ہیں۔

حضرت قطب بلگرام سید زین العابدین قادری واسطی قدس سرہٗ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ ہی جاری فرمایا اور اسی سلسلے میں لوگوں کے بیعت فرماتے اور خلافت سے نوازتے۔ آپ نے درج ذیل حضرات کو خلافت سے سرفراز فرمایا:

۱- حضرت سید نور احمد سیف اللہ رزاقی واسطی قدس سرہٗ، مسولی شریف
۲- مخدوم ملت حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ۔ آپ حضرت قطب بلگرام کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

اللہ رب العزت اور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کو قرب خاص کی منزلیں نصیب تھیں۔ آپ کے شب و روز اس کے گواہ ہیں۔ ہر دیکھنے والے کا بیان ہے کہ انوار الٰہیہ سے آپ کا سراپا دمکتا رہتا تھا۔ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ یہ ولایت اور قرب الٰہی کی خاص پہچان ہے۔ سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ "سراج العوارف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ولی اور غیر ولی کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی سلامتی اور عقل کی درستگی کے ساتھ صحبت اختیار کرے۔ اب اگر یہ دیکھے کہ اس کی صحبت سے خدا یاد آتا ہے، خدا کی محبت زیادہ ہوتی ہے تو جان لے کہ یہ ولی ہے۔ اگر اس کے خلاف ظاہر ہو یعنی دنیا یاد آئے اور دنیا کی محبت غالب ہو تو سمجھ لو کہ ولی نہیں ہے۔ اس لئے کہ القلب مرآۃ القلب۔ جو کچھ اس کے دل میں ہوگا اسی کا عکس دکھائی دے گا اور دوسری صورت اس کی نجاست کی گواہی ہے۔ عین المعانی میں ہے کہ اولیا وہ جماعت ہیں کہ ان سے مل کر خدا یاد آتا ہے"۔

[سراج العوارف اردو، ص ۶۹] علامہ ضیاء الحسن ضیا شہسرامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

فرشتوں سے بڑھ کر وہی آدمی ہے　　جسے دیکھ کر کے خدا یاد آئے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پاک آپ کو متعدد بار نصیب ہوا۔ وصال سے چند سال پہلے آپ صاحب فراش تھے۔ اچانک گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی

اور آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور بہت مودب انداز میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی تکرار کرنے لگے۔ نقاہت اتنی تھی کہ بیٹھنا دشوار تھا۔ پھر سرگوشیوں میں کیا باتیں ہوئیں، وہ اللہ جانے، ذوات قدسیہ جانیں اور حضرت قطب بلگرام کو پتہ ہے، البتہ آپ نے حضور سے اتنی درخواست کی کہ دعا فرمادیں حفظ قرآن کی دولت اخیر دم تک سینے میں محفوظ رہے۔ الحمد للہ! آپ اس زیارت مثالی کے بعد صحت یاب بھی ہوگئے اور اگلے رمضان شریف میں تراویح بھی سنائی۔ حضرت کا بیان تھا کہ حضور کے ساتھ سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ بھی تشریف لائے تھے۔ مجھے ایسا لگا کہ حضرت مولائے کائنات کے گھوڑے کی ٹاپ میرے سینے پر پڑ جائے گی، اس لئے میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، ورنہ اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔

۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء میں ریٹائر منٹ لیا اور ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء میں وصال فرمایا۔ ۱۵ر سال سے زائد عرصہ آپ نے صرف یادالٰہی میں محو ہو کر گوشہ نشینی میں گذارا، وہ بھی اس طرح کہ اولاد اور مال کے لئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ یہ مرتبہ صرف خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اسی گروہ اولیا کے بارے میں یہ آیت پاک ارشاد ہے:

یَـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. [منافقون:۹] اے ایمان والو! تمہارے مال، نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

آپ حضرت کی دنیا سے بے نیازی اور یاد الٰہی میں محویت کا اندازہ ان دو واقعات سے کرسکتے ہیں۔ آپ کی بڑی صاحبزادی سیدہ شمیلہ فاطمہ کا وصال ہوگیا، غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد جنازے کو باہر لے جانے سے پہلے افراد خاندان نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ اس وقت حجرۂ خاص سے نکل کر حویلی کے صحن میں تشریف لائے۔ کفن میں لپٹی ہوئی بیٹی کا چہرہ کھول کر دیکھا اور فرمایا: بیٹی! تم ہمارے پاس اللہ کی امانت تھیں۔ جب تک اس کی مشیت کو منظور ہوا، تم ہمارے پاس رہیں، اور جب چاہا، اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ اس میں کسی کو کیا دخل بشریت کے تقاضے سے دل ملول ہے، آنکھیں حسرت زدہ ہیں، جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا، اللہ تمہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ نہیں چلیں گے؟ فرمایا: ایک میں دو کیسا یا دوئی کیسی؟ یہ کیفیت اس

وقت پیدا ہوتی ہے جب بندہ اپنے دل کو ماسویٰ اللہ سے بالکل خالی کر لیتا ہے۔

دنیا اور اس کے لوازمات سے بے نیازی کا ایک واقعہ اور منقول ہے۔ آپ کی دوسری صاحبزادی کی بارات آئی۔ آپ کے بہنوئی سید ذکی حیدر [کوٹہ، راجستھان] نے آپ کے حجرۂ خاص میں جا کر اطلاع دی اور بارات کی محفل عقد مسنون میں شرکت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ مبارک فرمائے۔ آپ پھوپھا ہیں اور شاہد میاں چچا ہیں۔ آپ حضرات کافی ہیں۔ اس ذمہ داری کو نبھا دیجئے۔'' خود اپنے خلوت کدے سے نکل کر محفل نکاح میں شرکت کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔

دنیا سے بے نیازی اور خالق و معبود سے نیاز مندی کے یہی گہرے معاملات تھے، جن کی بدولت رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ولایت کے اعلیٰ مناصب سے سرفراز فرمایا تھا اور اکابر خاندان آپ پر بھرپور اعتماد فرماتے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے آپ کو منصب قطبیت عطا فرمایا تھا۔ یہ ولایت کا بہت ممتاز مرتبہ ہے۔ سراج السالکین سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ ''سراج العوارف'' میں فرماتے ہیں:

''اولیاء اللہ کی قسموں کی تفصیل یہ ہے: ان میں پہلے چار ہزار کی تعداد میں ہیں اور یہ مخلوق سے پوشیدہ رہتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو بھی نہیں پہچانتے بلکہ خود اپنے اعمال کی حالت نہیں جانتے اور اپنے تمام اموال میں خود اپنے آپ سے اور مخلوق سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ تین سو وہ ہیں جو انتظام میں لگے ہوئے ہیں اور دربار خداوندی میں نیکوکاروں کے سردار ہیں، انہیں اخیار کہا جاتا ہے۔ انہیں میں سے چالیس وہ اولیا ہیں جو ابدال کہلاتے ہیں، انہیں میں سے سات کو ابرار اور انہیں میں سے چار کو اوتاد کہتے ہیں۔ تین ان کے علاوہ جنہیں نقبا کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک قطب اور غوث ہوتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور اپنے کاموں میں ایک دوسرے حاجت مند ہوتے ہیں۔'' [سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص۱۱۳]

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف بزرگ ہیں۔ آپ کے پوتے حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم عرف حلّو میاں علیہ الرحمہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے اور گنج مرادآباد میں اپنے جد کریم کے انوار

باطن کا فیض تقسیم کیا کرتے۔ اطراف و جوانب کے کثیر لوگ آپ کے پاس دعائیں لینے کے لئے حاضر ہوتے۔ ان میں بلگرام شریف کے باشندے بھی ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے بلگرامی حضرات سے فرمایا: ''آپ لوگ میرے پاس کیوں چلے آتے ہیں۔ بلگرام شریف میں خود ایک عظیم المرتبت بزرگ موجود ہیں جو اس زمانے کے قطب ہیں۔ آپ لوگ انہیں کے پاس جایا کریں''۔ لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون بزرگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ سید شاہد میاں صاحب کے بڑے بھائی مولانا سید زین العابدین صاحب ہیں جنہیں پھندن میاں کہتے ہیں''۔

اسی مقبولیت بارگاہ الٰہی اور ولایت کے اعلیٰ مرتبے سے سرفرازی کا اثر ہے کہ آپ کے مرشد برحق رئیس الاولیا حضرت سید حبیب احمد مسولوی نے اپنے اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ نور احمد علیہما الرحمہ کو بیعت و ارادت کے لئے آپ کے سپرد کیا۔ چنانچہ حضرت سید نور احمد، حضرت قطب بلگرام سید شاہ زین العابدین سے مرید ہوئے اور اجازت و خلافت پائی۔ یہ مرتبہ اور شرف ہے جو صرف مرید مراد کو عطا ہوتا ہے۔

ان تمام باطنی مراتب، درجات ولایت، علم و فضل اور اخلاق و کرم کی اعلیٰ منزلیں نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو اکابرین اسلام اور حضرات صوفیہ کا ایک خاص وصف تصلب فی الدین بھی حاصل تھا۔ خانقاہوں سے یہ وصف اب رخصت ہو رہا ہے، اس لئے تھوڑی سی تفصیل یہاں پیش کرتا ہوں، باقی مخدوم ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ دامت برکاتہم القدسیہ کے تذکرے میں آئے گی۔

حضرات صوفیہ کا دربار ایک روحانی طبیب کا دربار ہوتا ہے، جہاں ہر قسم کے مریض حاضری دیتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے عقائد میں ہمیشہ متصلب اور پختہ رہے ہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر صاحب سبع سنابل حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ تک اور ان سے لے کر سرکار نور حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ تک سبھی حضرات اپنے اپنے دور کے بدمذہبوں کا رد کرتے آئے اور اخلاف کو اپنے مذہب مہذب، مذہب اہل سنت و جماعت پر ڈٹے رہنے اور بدمذہبوں سے دور رہنے کی

تلقین کرتے آئے۔ سرکار نور اخلاف کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پہلی نصیحت اور وصیت یہ ہے کہ ایمان اور اسلام قبول کرنے کے بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک حنفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ اور پیراستہ رکھیں۔ یعنی ظاہر کو شریعت مقدسہ اور باطن کو طریقت علما کے موافق رکھیں۔ شریعت میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی اور طریقت میں حضرت غوث اعظم جیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کریں۔ اسلام کے سارے احکام کی پابندی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم کرلیں۔ علمائے دین اور فقرائے مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں۔ درگاہ و خانقاہ کی خدمت بجالائیں اور نماز با جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہوں۔ والدین، مرشد، علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا نہایت ادب کریں...... اپنے سچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے متعصب جانیں۔ اس لئے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے۔ فقیروں، مسکینوں اور غریبوں سے محبت اور ہمدردی کریں۔ امیروں اور دنیا داروں سے دور بھاگیں۔ فاسق، فاجر، بدکردار، کافر اور مشرک سے اپنے آپ کو دور رکھیں الخ'' [سراج العوارف، ص ۲۷، ۲۸، ۳۳]

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان اور اس کے ماننے والوں نے ہندوستان میں وہابیت کی وبا پھیلائی جو غیر مقلدیت اور دیوبندیت کی دو مختلف شکلوں میں آگے بڑھی اور ہندو پاک کے مسلمانوں کے سنی عقائد پر شب خون مارے۔ اکابرین اسلام اس فتنہ سے اسلام و سنیت کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے۔ ان میں شہید حریت مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی چشتی [م ۱۲۷۸ھ] سیف اللہ المسلول علامہ شاہ فضل رسول عثمانی قادری [م ۱۲۸۹ھ] اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی [م ۱۳۴۰ھ] خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی سنیت اور رد وہابیت میں اپنی مجاہدانہ کاوشوں کی بدولت سنیت کی شناخت بن گئی۔ اعلیٰ حضرت کے ایک معاصر عظیم المرتبت عالم دین طوطی ہند، حافظ الحدیث حضرت علامہ قادر بخش شہسرامی [م ۱۳۴۷ھ]

کی ایک روایت اعلیٰ حضرت کے ممتاز شاگرد ملک العلما شاہ ظفر الدین قادری رضوی [م ۱۳۸۲ھ] حیات اعلیٰ حضرت میں بیان کرتے ہیں:

''مولانا مولوی قادر بخش صاحب شہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے، ایک مرتبہ بسلسلۂ وعظ موضع رجہت ضلع گیا تشریف لے گئے۔ یہ بستی سادات کرام کی ہے اور اس بستی کے لوگ سجادہ نشینان شہسرام کے رشتہ دار ہیں۔ وعظ کے بعد کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ مولانا سنی اور وہابی کی کیا پہچان ہے؟ ایسی بات بتایئے جس کو ہم لوگ کر سکیں اور اس کے ذریعہ سنی وہابی کو پہچان سکیں۔ کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: ایسا آسان اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ جب کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بد مذہب تو اس کے سامنے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجئے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے۔ اگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے تو یقین جانئے کہ سنی ہے اور اگر چہرے پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھئے کہ وہابی ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔ اس زمانے میں: ''لَا یُحِبُّہُ اِلَّا مُؤمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُہُ اِلَّا مُنَافِقٌ'' [ان سے محبت وہی رکھے گا جو مومن ہوگا اور بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا] میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔'' [حیات اعلیٰ حضرت، قدیم ایڈیشن ۱/۶۲-۶۳]

آپ سنیت کا معیار صرف عجم ہی میں نہیں تھے بلکہ اہل عرب بھی عجمیوں کی سنیت کو اسی معیار پر پرکھتے تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی صدر مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم راج شاہی بنگلہ دیش ۱۹۵۹ء کے سفر حج میں علما کے ایک وفد کے ساتھ فاضل اجل شیخ مفتی محمد سعد اللہ مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر آپ کی نشاندہی پر مکہ مکرمہ کے قاضی القضاۃ شیخ محمد علوی مالکی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ جب یہ وفد قاضی القضاۃ حضرت علوی مالکی کے دولت کدے پر پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے۔ سلام ومصافحہ اور خیریت دریافت کرنے کے بعد ان لوگوں نے عرض کی:

''نحن تلامیذ تلامیذ المولانا احمد رضا البریلوی رحمۃ اللہ

علیہ'' [ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک واسطے سے شاگرد ہیں] اتنا سننا تھا کہ قاضی القضاۃ سرو قد کھڑے ہو گئے۔ ایک ایک سے معانقہ کیا اور غایت شفقت ومحبت سے پیش آئے۔ اس کے بعد فرمایا: ''نَحْنُ نَعْرِفُہُ بِتَصْنِیْفَاتِہٖ وَ تَالِیْفَاتِہٖ—حُبُّہُ عَلَامَۃُ السُّنَّۃِ وَ بُغْضُہُ عَلَامَۃُ الْبِدْعَۃِ''. اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کو ہم اہل عرب ان کی تصانیف اور تالیفات کی روشنی میں خوب جانتے ہیں۔ ان سے محبت، سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض، بدعت کی پہچان ہے۔'' [امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص ۱۴۸]

حضرت محبوب الٰہی سیدنا محمد نظام الدین اولیا دہلوی قدس سرہٗ کے فرد خاندان خواجہ حسن نظامی نے اعلیٰ حضرت کی دفاع سنیت اور حفاظت خانقاہیت کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

''ان [وہابیہ کی] کی کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے، اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے، مولانا احمد رضا خان صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے موصوف کو اپنا بہادر، صف شکن، سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔'' [ہفت روزہ خطیب، دہلی ۲۲/مارچ ۱۹۱۵ء]

قطب بلگرام کا یہ وصف بہت ہی قابل قدر اور لائق تقلید ہے کہ آپ پورے طور سے جادہ سنیت پر گامزن تھے اور بد مذہبوں سے کسی قسم کا کوئی میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اکابرین اسلام جنہوں نے وہابیت کے فتنوں کو لگام دی، ان کا خاصا احترام فرماتے خصوصاً مجدد اسلام، عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ سے والہانہ وابستگی رکھتے تھے۔ ان کا نعتیہ کلام فرمائش کر کے پڑھواتے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ سماعت کرتے۔ مشہور زمانہ نعت ؏ زمین و زماں تمہارے لئے مکین ومکاں تمہارے لئے، جب سنتے تو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی۔ اخلاف اور متوسلین کو سختی کے ساتھ تاکید فرماتے کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں جو صحیح مذہب اہل سنت کی عصری تعبیر ہے۔

اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم قطب عالم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ سے بہت اچھے اور مخلصانہ رابطے تھے۔ حضرت مفتی اعظم کا وصا

ل ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۱ھ کی شب میں ایک بج کر چالیس منٹ پر ہوا۔ حضرت قطب بلگرام اسی وقت اپنے بستر سے اٹھے اور نہایت اضطراب اور درد کی کیفیت میں ٹہلنے لگے۔ آہوں اور کراہوں کا دھواں بھی کبھی کبھی لب ہائے مبارکہ سے نمودار ہو جاتا، ورنہ مسنون صبر کا قفل زبان مبارک پر لگا ہوا تھا۔ افراد خانہ نے دریافت کیا کہ بات کیا ہے، اچانک آپ اس قدر کیوں پریشان ہیں؟ فرمایا: آسمان ولایت کا ایک تارہ تھا جو ٹوٹ گیا۔ صبح کو بریلی شریف سے اطلاع آئی کہ حضرت مفتی اعظم وصال فرما گئے۔ وقت وہی تھا جب آپ پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوئی تھی۔ آپ نے علی الصباح افراد خانہ کو حکم فرمایا: قرآن خوانی کا انتظام کراؤ۔ خود اپنے حجرۂ خاص سے قدم باہر نکالا اور محلّہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے۔ قرآن خوانی میں شرکت فرمائی، ایصال ثواب سے پہلے حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے فضائل و مناقب بیان کئے اور پھر ان کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب فرمایا۔ اپنی صاحبزادی کی وفات اور دوسری صاحبزادی کے عقد مسنون میں شرکت کے لئے اپنے گوشہ عافیت سے قدم باہر نہ نکالنے والا بزرگ حضرت مفتی اعظم کے وصال شریف کے بعد ایصال ثواب کے لئے حجرۂ خاص سے باہر تشریف لاتا ہے۔ یہ نسبت کا احترام اور عظمت کا اعتراف نہیں تو اور کیا ہے۔

قدرت نے حضرت قطب بلگرام سید شاہ زین العابدین قدس سرہٗ کو اخلاق کی اعلیٰ قدروں سے نوازا تھا۔ انسانیت کا احترام خاص طور سے کرتے۔ ع دل بدست آور کہ حج اکبر است، آپ کا مطمح نظر ہوتا۔ علما، حفاظ، مشائخ، پیرزادگان تشریف لاتے تو انہیں اپنی خدمت میں باریابی کا شرف اعزاز کے ساتھ عطا فرماتے اور متعلقین کو ہدایت کر دیتے کہ دیکھو ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ دوران گفتگو اگر کوئی بات طبیعت پر گراں گذرتی، جب بھی اسے خندہ پیشانی کے ساتھ گوارہ فرماتے۔

ایک عالم دین ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ انہیں بحث و مناظرہ کی عادت رہی ہوگی، چنانچہ گفتگو کا وہی انداز رہا۔ حضرت سید زین العابدین علیہ الرحمہ ان سے ملاقات کی خاطر گوشۂ عافیت سے نکل کر کوٹھی میں تشریف لے گئے۔ سلام و دعا

کے بعد مزاج پرسی کی۔ انہوں نے اختلافاتی مباحث پر گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ خاموشی کے ساتھ ان کی گفتگو سنتے رہے۔ جب ان کا جوش کلام کچھ کم ہوا تو انہیں کچھ ندامت سی محسوس ہوئی اور آپ سے معذرت کرنے لگے۔ آپ متبسم ہوئے اور فرمایا: مولانا! کوئی بات نہیں۔ آپ نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی۔

آپ کی گوشہ نشینی کے زمانے میں ایک صاحب بلگرام میں تحصیلدار ہو کر آئے۔ انہوں نے بلگرام کے اہل علم و تصوف سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو لوگوں نے آپ کی نشاندہی کی، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ان سے ملاقات کے لئے حجرۂ خاص سے نکل کر کوٹھی میں تشریف لائے۔ وہ آپ کا مبارک چہرہ دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑے اور روتے ہوئے بتایا کہ حضرت تو میرے استاذ گرامی ہیں۔ حضرت نے انہیں اٹھایا، سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کی خاطر خواہ دلجوئی فرمائی۔

آپ کی مبارک زندگی کا بڑا حصہ تین جگہ گذرا۔ بلگرام شریف، لکھنؤ اور شاہجہاں پور، تینوں جگہ افراد آپ کے حسن سلوک، رواداری، عالی ہمتی، جود و سخا، احترام انسانیت، راست بازی، معاملات کی درستگی، امانت داری اور پختگی کردار کے گواہ ہیں۔ آپ خلوص کا پیکر تھے۔ جس سے ملے ٹوٹ کر ملے، بے غرض ملے۔ اصل مقصود رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ اسی لئے آپ نے پیری مریدی کا سلسلہ صرف بندگان خدا کی ہدایت و اصلاح اور انہیں بزرگوں کے دامان کرم سے وابستہ رکھنے کے لئے جاری رکھا۔ اخلاف کو بھی ہدایت تھی کہ پیری مریدی کو ذریعۂ معاش نہ بنانا، اپنے بازوؤں کی کمائی پر انحصار کرنا۔ یہی اسلاف کا صالح طریقہ ہے۔

سیدنا شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حسن اخلاق اسے کہتے ہیں کہ تو لوگوں کو اذیت پہونچانے سے باز رہے اور لوگوں کی اذیت رسانی کو اس طور سے برداشت کرے کہ تیرے دل میں ان کے لئے کینہ نہ ہو اور نہ انتقام لینے کا خیال ہو۔ [مسالک السالکین ۱/۳۰۰]

قطب بلگرام حضرت سید زین العابدین حسن اخلاق کے اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ آپ نے اپنے کبھی کسی بدترین مخالف سے بھی انتقام نہیں لیا اور نہ کسی کو

اذیت پہنچائی۔ تواضع کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک کو سلام میں پہل کرتے۔ اپنے کمالات ظاہر و باطن کو چھپائے رہتے، اظہار تو دور کی بات ہے، کوشش یہ رہتی کہ کسی طور سے ظاہر نہ ہونے پائیں۔ قبولیت دعا کو محض اتفاقات پر محمول فرماتے۔ لوگ بچوں اور مریضوں کو دعا کے لئے لے کر حاضر خدمت ہوتے اور وہ شفایاب ہو کر واپس جاتے۔ کبھی کبھی مسکرا کر فرماتے: مجھے تو ان معاملات کا نہ کوئی تجربہ ہے، نہ میں نے عمل کیا ہے۔ بس لوگوں کی دلجوئی کے لئے چند آیات قرآنیہ پڑھ کر دم کر دیتا ہوں۔ مجھے کچھ پتہ نہیں کہ لوگوں کو کیسے فائدہ ہو جاتا ہے اور لوگ کیا سمجھ کر چلے آتے ہیں۔

انداز زندگی اور انداز گفتگو دونوں باوقار تھا۔ شائستگی، متانت، نرم خوئی، شیریں کلامی اور غیظ وغضب سے دوری آپ کی پہچان تھی۔ بچوں سے بہت مانوس تھے۔ ان کی تکلیف اور رونا الجھنا آپ سے دیکھا نہ جاتا۔ اگر کوئی بچوں کو ڈانٹتا پھٹکارتا تو آپ اس پر ناراض ہو جاتے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہد حسین علیہ الرحمہ بچوں کی بے ہنگمی پر برہم ہو کر ان کو ڈانٹتے اور فہمائش کرتے تو آپ شاہد میاں پر ناراض ہو جاتے اور فرماتے: ”ارے بھائی! تم بچوں پر بے جا سختی کیوں کرتے ہو، وہ بچے ہیں، ناسمجھ ہیں۔ وقت آنے پر خود ہی سمجھ جائیں گے۔ بچے اگر شوخی اور شرارت نہیں کریں گے تو کیا بڑے بوڑھے کریں گے۔ انہیں ڈانٹا مت کرو، نرمی سے سمجھا دیا کرو“۔ اللہ تعالیٰ ان اخلاق کریمانہ کی برکتیں ہمیں بھی عطا فرمائے۔ آمین!

چھریرا بدن، نحیف الجثہ، متوسط قد، متناسب اعضا، گول بھرا بھرا چہرہ مبارکہ، گندمی رنگت، چمکدار پیشانی، بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں، فراخ سینہ، بھری بھری داڑھی، مسنون سیاہ زلفیں، پیشانی کی سیدھ میں سفید بالوں کی ایک لکیر سی لٹ، کلی دار کرتا، چوڑا پاجامہ، بھورے رنگ کی شیروانی یا صدری، اسی رنگ کی ٹوپی، بادامی رنگ کا عصا، میرون کلر کا جوتا، گلے میں سفید اور سیاہ چار خانے کا رومال۔ یہ تھے قطب بلگرام حضرت مولانا حافظ قاری سید زین العابدین قدس سرہٗ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص عظمتیں، مقبولیت اور شوکت عطا فرمائی تھی۔

آپ رات کے پچھلے پہر بیدار ہو جاتے اور وضو کر کے تہجد کی نماز ادا فرماتے، پھر تلاوت قرآن حکیم میں مصروف ہو جاتے۔ فجر کی نماز تک دس پاروں کی تلاوت مکمل ہو جاتی۔ پھر فجر کی سنتیں اور فرض ادا کر کے تسبیح و تہلیل، اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ بیس منٹ کے بعد نماز اشراق ادا فرماتے۔ پھر وظائف میں مشغول ہو جاتے اور چاشت کی نماز ادا کر کے چائے نوش فرماتے پھر اپنے بھتیجے جو آپ کے نامزد جانشین تھے، انہیں اوراد باطنی تعلیم فرماتے اور راہ سلوک کے اسرار و رموز سے آشنا کرتے پھر دینی کتابوں کے مطالعے میں مصروف ہوتے۔ یا کوئی دینی مہمان ہوتا تو اسے شرف ملاقات عطا کرتے۔ دو پہر میں ظہرانہ [Lunch] کرتے جس میں صرف آدھی چپاتی ہوتی۔ قیلولہ کرنے کے بعد نماز ظہر با جماعت ادا فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر دینی کتابوں کا مطالعہ رہتا۔ اوراد و وظائف کے سلسلے ہوتے۔ البتہ تفسیر یا حدیث کی کتابوں کا مطالعہ عمامہ باندھ کر مودب انداز میں فرماتے۔ عصر کی نماز کے بعد صاحبزادیوں اور بھتیجیوں کو بلا کر اسلامی واقعات سناتے، کسی صحابیہ یا ولیہ کے حالات بتاتے۔ اپنی پالی ہوئی بکری کو اپنے ہاتھوں سے چارہ دیتے، روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے کھلاتے اور ان پر دست شفقت بھی پھیرتے جاتے۔ مغرب کی نماز ادا کر کے مصلے پر ہی بیٹھے رہتے اور ذکر و اذکار میں مصروف رہتے یہاں تک کہ عشا کا وقت آ جاتا۔ عشا کی نماز کے بعد عشائیہ [Dinner] لیتے جس میں صرف ایک آدھ چپاتی ہوتی۔ پھر ورد شروع کر دیتے یا گھر کا کوئی فرد آ جاتا تو اس سے مختلف موضوعات پر کبھی کبھی گفتگو بھی کر لیتے۔ گیارہ بجے رات میں دروازہ بند کر لیتے۔ اکثر دیکھا گیا کہ کمرے سے ہلکی ہلکی آوازیں آتی رہتی تھیں، جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو یا مناجات میں مصروف ہو۔ کبھی کبھی ایسا لگتا جیسے کسی کو کچھ سمجھا رہے ہوں۔ واقف کار کہتے ہیں کہ آپ جناتوں کو باطنی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ہلکی سی نیند لے کر پھر سہ پہر رات میں تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے۔ پھر وہی تلاوت قرآن، ذکر و اذکار، تعلیم و تلقین، مطالعہ و ملاقات کے مبارک سلسلے رہتے۔ آپ کی غذا بہت مختصر ہوتی۔ ایک آدھ چپاتی دو پہر کو لیتے اور اتنی ہی

رات میں۔ ناشتے کے وقت چائے اور پان پر اکتفا فرماتے۔ البتہ بلا ناغہ ایک وقت کے سالن میں بکرے کا گوشت ہوتا جس کی مقدار سو گرام سے زیادہ نہ ہوتی۔ بغیر مرچ مصالحہ کے گھی ملا ہوا اس کا شوربہ آپ استعمال فرما لیتے اور گوشت چھوڑ دیتے۔ گویا آپ بکرے کی یخنی مختصر مقدار میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی چیز کے کھانے کی خواہش کا اظہار ہوتا لیکن جب وہ چیز آپ کے حضور پیش کی جاتی تو آپ مخالفت نفس میں ہاتھ کھینچ لیتے اور فرماتے: نہیں کھاؤں گا۔

یہ معمولات شب و روز، یہ بے نفسی، یہ مشائخ کی باطنی توجہات سے سرفرازی، یہ انعامات الٰہیہ یہ تصرفات اور مستجاب دعاؤں کے رواں دواں سلسلے کہے دیتے ہیں کہ یہ ذات گرامی بارگاہ الٰہی میں کچھ خاص امتیازات رکھتی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قطب بلگرام حضرت سید زین العابدین کا عقد مسنون اپنے ماموں جان اور مرشد طریقت حضرت سید شاہ حبیب احمد قادری رزاقی واسطی مسولوی قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سیدہ صابرہ امان الفاطمہ کے ہمراہ ۱۲ر شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ/ اکتوبر ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادے سید احمد جیلانی اور تین صاحبزادیاں سیدہ شمیلہ فاطمہ، سیدہ ذریت فاطمہ، سیدہ جبین فاطمہ سے نوازا۔ بڑی صاحبزادی شمیلہ فاطمہ آپ کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں۔ باقی اور صاحبزادیاں اور صاحبزادے بقد حیات ہیں۔ آپ کی اہلیہ مبارکہ بھی ۲۰۱۸ء بروز جمعرات اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئیں۔

حضرت سید احمد جیلانی میاں دام ظلہ کی تعلیم و تربیت بلگرام شریف میں ہوئی پھر والد ماجد کے ہمراہ شاہجہانپور رہے۔ ہائی اسکول کے بعد کاروبار حیات میں مصروف ہو گئے۔ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں سیدہ رضوانہ فاطمہ بنت سید طیب واسطی سلہڑہ کے ہمراہ عقد مسنون ہوا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ اولاد عطا فرمائیں: ۱-سید احمد نور العارفین عرف محمد میاں واسطی، ۲-سیدہ فضائل واسطی، ۳-سیدہ محاسن فاطمہ

واسطی عرف سنبل، ۴-سیدہ سنابل فاطمہ واسطی، ۵-سید احمد نور الحامدین عرف سید علی حسین واسطی، ۶-سیدہ خضریٰ واسطی۔ ان میں سنبل فاطمہ کا عقد مسنون ۹رجون ۲۰۰۷ء کو سید محمد وسیم ممبئی کے ہمراہ ہوا جن کے ابھی ایک صاحبزادے سید محمد حذیفہ ہیں۔ ابھی دوسری صاحبزادی کا عقد مسنون ۲۰۱۸ء میں ہوا۔

حضرت سید شاہ زین العابدین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سیدہ ذریت فاطمہ کا عقد مسنون سید محمد راشد ذکی، کوٹہ کے ہمراہ ہوا۔ یہ سید ذکی حیدر علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی ایک صاحبزادی سیدہ زیبا فاطمہ اور ایک صاحبزادے سید ذہیب حیدر ہیں۔

حضرت کی دوسری صاحبزادی سیدہ جبین فاطمہ کا عقد مسنون سید ارشد ساگر ممبئی کے ہمراہ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید زین ساگر ہیں۔ سبھی شاد و آباد ہیں۔

بالآخر وعدۂ الٰہی آ پہنچا اور گلشن واسطی کا گل صد ہزار رنگ اور بحر سیادت کا گوہر شب تاب ۱۱رشوال المکرّم ۱۴۱۶ھ/۳رمارچ ۱۹۹۶ء بروز یکشنبہ ٹھیک فجر کے وقت بحرِ اجل کی گود میں روپوش ہو گیا۔ افراد خاندان بیان کرتے ہیں کہ تقریباً ۹ بجے شب آپ نے ہم لوگوں کو طلب کیا اور بالترتیب یہ اوراد بلند آواز سے تلاوت کرنے کا حکم فرمایا۔ اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ، اسمائے گرامی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اسمائے گرامی سرکار غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سورہ یٰسین، سورۂ رحمٰن، سورۂ ملک، سورۂ مزمل، سورۂ مدثر، سورۂ انشراح، سورۂ والضحیٰ۔ حضرت ڈاکٹر سید بلال مصطفیٰ عرف سید بادشاہ حسین واسطی نے یہ سارے اوراد بلند آواز سے تلاوت فرمائے۔ ان اوراد کو سماعت فرمانے کے دس منٹ بعد فرمایا: کیا وقت ہوا ہے؟ لوگوں نے وقت بتایا۔ فرمایا: بہت دیر ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ ''دو'' اور ساتھ ہی انگلیاں اٹھا کر کچھ اشارہ بھی فرمایا۔ جب دریافت کیا گیا کہ دو کیا ہے؟ تو اونہہ کہہ کر ٹال دیا۔ اذان فجر سے پہلے فرمایا: دودھ لاؤ اور چمچہ سے میرے منہ میں ڈال دو۔ جب اذان ہوئی تو فرمایا: تم سب بھی یہیں نماز پڑھ لو۔ جب لوگوں نے نماز پڑھ لی تو وقت دریافت کیا پھر

فرمایا: ابھی فجر کا وقت ہے، میں بھی نماز پڑھ لوں مگر کمزوری زیادہ محسوس ہو رہی ہے، اس لئے لیٹ کر ہی پڑھوں گا۔ پھر فرمایا: احتیاطاً تیمّم کرلوں۔ تیمم کرنے کے بعد لیٹے لیٹے نیت باندھ لی۔ گردن کو ہلکی سی جنبش دی اور ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی جیسے کسی لمبے سفر پر جاتے وقت الوداع کہہ رہے ہوں۔ اسی دوران آپ کی اہلیہ حاضر ہوئیں اور دریافت فرمایا کہ حضرت کیسے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: نماز ادا فرما رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت کی طرف غور سے دیکھا اور بھرائی آواز میں بول پڑیں: ارے دیکھو! انہوں نے تو قیامت تک کے لئے نیت باندھ لی ہے۔ لوگوں نے لپک کر نبض پر ہاتھ رکھا تو نبض ڈوب چکی تھی اور جنت الفردوس کا مسافر اپنے سفر پر روانہ ہو چکا تھا۔

وصال پر ملال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح اطراف وجوانب میں پھیل گئی۔ جس نے جہاں سنا، وہ سکتے میں رہ گیا اور پھر لوگ کشاں کشاں گلشن واسطی کی جانب آنے لگے اور دیکھتے دیکھتے خاصا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ افراد خانہ اور اکابر علما نے آپ کو غسل دیا۔ نماز جنازہ حضرت کے جانشین اور بھتیجے مخدوم ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفےٰ دامت برکاتہم القدسیہ نے پڑھائی۔ بعد نماز عصر دائرہ قادریہ میں مزارات طیبہ کی صف میں دائیں جانب سب سے اخیر میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورحمنا بہ۔

مخدوم ملت
حضرت مولانا حافظ سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی
دامت برکاتہم القدسیۃ



مخدوم ملت حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ اسلاف کی خوبیوں کا آئینہ اور اخلاف کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ علم و فضل، جود و سخا، حلم و کرم، حاجت روائی، احترام انسانیت، ہمدردی و غمگساری، طہارت ظاہر و باطن، قول و عمل کی یکسانیت، باطنی کمالات، سادگی اور خوش طبعی، تواضع اور خود داری میں بالکل اسلاف کا رنگ پایا ہے۔

آپ حضرت قطب بلگرام سید زین العابدین واسطی قدس سرہٗ کے بھتیجے اور حضرت سید شاہد حسین واسطی کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ یکم شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ/ دسمبر ۱۹۶۷ء صبح صادق کے وقت گلشن واسطی میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ اویس میاں کی ولادت کے وقت پورا کمرہ بقعۂ نور بن گیا تھا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت والدین کریمین کی آغوش شفقت میں ہوئی۔ والد ماجد حضرت مولانا حافظ قاری سید شاہد حسین واسطی علیہ الرحمہ بڑے اصول پسند انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے بڑے سلیقے سے آپ کی تعلیم و تربیت کا بندوبست فرمایا۔

۞ والد ماجد سید شاہد حسین قادری واسطی علیہ الرحمہ:

آپ حضرت قطب بلگرام سید شاہ زین العابدین قادری واسطی علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۶ء میں ہوئی، اس طور سے آپ قطب بلگرام سے دو سال چھوٹے ہیں، دونوں حضرات کی تعلیم و تربیت ساتھ ساتھ ہوئی۔ بلگرام شریف میں حفظ کرنے کے بعد اپنے ماموں سید فضل حسین کی سرپرستی میں قاری ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فن قراءت کی

تکمیل کے بعد فرنگی محل کے مدرسہ مؤید العلوم سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد حضرت سید زین العابدین تو فرنگی محل میں تین سال تک درس و افتا سے وابستہ رہے پھر شاہجہاں پور کے اسلامیہ انٹر کالج تشریف لے گئے اور حضرت سید شاہد حسین واسطی B.D.O کی پوسٹ پر دہرہ دون میں بحال ہوئے۔ لیکن اپنی حق پسندی اور ناجائز کاموں سے احتراز کی وجہ سے ڈیڑھ دو سال منصبی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد مستعفی ہوکر بلگرام شریف واپس آگئے اور اپنی ذاتی زمین کی کاشت پر گذر بسر کرنے لگے۔ آپ کو بھی سلسلۂ قادریہ رزاقیہ میں بیعت و خلافت اپنے ماموں جان اور خسر رئیس الاولیا حضرت سید حبیب احمد مسولوی قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔

آپ کا عقد مسنون اپنے ماموں اور مرشد حضرت سید حبیب احمد مسولوی کی تیسری صاحبزادی سیدہ زاہدہ امانت فاطمہ کے ہمراہ ۱۰ر شوال ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۸ء کو ہوا جن سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں، ۱- الحاج ڈاکٹر سید بلال مصطفےٰ عرف سید بادشاہ حسین قادری واسطی، ۲- سیدہ شرافت فاطمہ زوجہ سید احمد ساغر، ممبئی، ۳- مخدوم ملت مولانا حافظ سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی، ۴- سید فیضان مصطفےٰ قادری واسطی، [آپ کا عقد مسنون، ۱۰ر نومبر ۲۰۰۷ء/ ۲۸ر شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ بروز سنیچر، سیدہ جویریہ اشرف عرف ثمن بنت سید محمد ہاشم، بنارس کے ہمراہ ہوا جن سے پہلے صاحبزادے سید محمد صائم حیدر لطف اللہ واسطی ۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ/ ۸ر ستمبر ۲۰۰۸ء بروز دوشنبہ تولد ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے سید دائم حیدر فضل اللہ واسطی ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۰ء اور تیسرے صاحبزادے سید ثمال حیدر برکت اللہ واسطی ۱۶ر جولائی ۲۰۱۳ء کو پیدا ہوئے]

۵- سیدہ رفعت فاطمہ زوجہ سید سعید اختر بلگرامی، سلہرہ، بلگرام شریف

آپ نے بھی اپنے سبھی بچوں اور بچیوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ سبھی برسر روزگار اور شاد و آباد ہیں۔ حضرت سید شاہد حسین قادری واسطی کی ذات گرامی اصول پسند اور مرنجاں مرنج طبیعت رکھتی تھی۔ پوری زندگی خوف خدا اور عشق مصطفےٰ کے سائے میں گذری۔ ہر سانس یاد الٰہی کی خوشبوؤں میں بسی ہوئی تھی۔ آپ کو شعر و سخن کا موروثی

ذوق بھی عطا ہوا تھا، لیکن مشق سخن کم کم تھی۔ آپ کا یہ شعر میں نے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی سے سماعت کیا۔

ترا کیا کریں گے شاہد یہ حوادث زمانہ نہ تری کوئی حقیقت، نہ ترا کوئی فسانہ

آپ نے ۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ/ ۹ رجنوری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ ۱۰ ربجے دن اس جہان فانی کو الوداع کہا اور احاطہ مخدوم شیخ یٰسین قلندر علیہ الرحمہ میں مدفون ہوئے۔

مخدوم ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفٰے دامت برکاتہم القدسیہ بچپن سے ہی کرامت آثار رہے ہیں۔ چھ مہینے کی عمر میں آپ چلنے لگے تھے۔ لہو ولعب اور کھیل تماشے سے دور رہے۔ بزرگوں سے خاص انسیت رہی۔

آپ کی عمر مبارک چار سال چار مہینے چار دن ہوئی تو رسم خاندانی کے مطابق آپ کی بسملہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔ اس کے بعد آپ کو حافظ سلامت اللہ بلگرامی صاحب کے سپرد کیا گیا۔ جن سے آپ نے ناظرہ قرآن حکیم مکمل کیا اور حفظ کا آغاز بھی کیا۔ باضابطہ حفظ آپ نے اپنی نانیہال مسولی شریف میں مکمل فرمایا۔ وہاں آپ کے استاذ جناب حافظ ولی محمد انصاری مسولوی تھے۔ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء میں حفظ قرآن حکیم کی تکمیل ہوگئی۔ دستار بندی بعد میں ہوئی۔ سند حفظ وقراءت ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء کی ہے۔ پھر آپ نے درس نظامی کے حصول کی طرف توجہ فرمائی۔ مختلف مدارس میں آپ نے داخلہ لیا۔ ان میں دار العلوم منظر حق ٹانڈہ امبیڈکر نگر، مدرسہ مدینۃ العربیہ دوست پور سلطانپور، جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج امبیڈکر نگر کے نام آتے ہیں۔ جامعہ عربیہ اظہار العلوم سے ہی آپ نے درجات فضیلت کی تکمیل ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء میں کی، دستار بندی بعد میں ہوئی۔ سند فضیلت پر ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء درج ہے۔ آپ نے الٰہ آباد عربی فارسی مدرسہ بورڈ سے منشی [۱۹۸۹ء] عالم [۱۹۹۲ء] فاضل [۱۹۹۵ء] کے امتحانات بھی کامیابی کے ساتھ پاس کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بلگرام شریف

تشریف لے آئے اور ”دار العلوم الدعوۃ الصغریٰ“ کی تاسیس ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء میں فرمائی اور اس کے فروغ میں مصروف ہوگئے۔ ناچیز نے حضرت کی سب سے پہلی زیارت اسی نوخیز دار العلوم کے صحن میں ۱۹۹۳ء میں کی۔ آپ نے اس گناہگار کو اپنی دعاؤں سے نوازا اور بڑے سائز کا سفید عربی خوبصورت رومال عطا فرمایا جو آج بھی ناچیز کے پاس بطور تبرک محفوظ ہے اور عیدین وغیرہ کے موقعے سے اسے استعمال کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

آپ نے اپنے بڑے ابا قطب بلگرام حضرت مولانا حافظ قاری سید شاہ زین العابدین واسطی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر مئی ۱۹۹۰ء میں سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مرشد گرامی نے از خود آپ کو ۲۷ رمضان لمبارک ۱۴۱۲ھ/ ۳ر مارچ ۱۹۹۲ء میں جمعۃ الوداع کے دن اپنا جانشین نامزد کیا اور سارے سلاسل کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

ہوا یوں کہ ۱۴۱۲ھ کے جمعۃ الوداع میں حضرت قطب بلگرام میدان پورہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر حضرت مخدوم ملت کو طلب فرمایا: اویس میاں! ادھر آؤ۔ پھر انہیں اپنے پاس بٹھا کر حاضرین مسجد سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: مجھے اللہ رب العزت کی بارگاہ سے اور اپنے بزرگوں سے جو کچھ بھی ظاہری اور باطنی نعمت ملی ہے، اس کا اصل حقدار اور سچا وارث اپنے منجھلے بھتیجے سید اویس میاں کو پاتا ہوں۔ لہٰذا میں وہ سب نعمتیں ان کو عطا کرتا ہوں اور انہیں اپنا جانشین نامزد کرتا ہوں۔ آپ سب اس بات کے گواہ رہیں پھر اپنے گلے سے رومال اتار کر اویس میاں کی دستار بندی فرمائی اور حکم دیا کہ آج امامت تم کروگے۔“

بعد میں ۲۶ر ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء کو حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، ضلع ایٹہ نے بھی سلسلۂ عالیہ قادریہ کالپویہ قدیمہ وجدیدہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت نظمی [علیہ الرحمہ] خلافت نامے میں تحریر فرماتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ.

فقیر برکاتی سید آل رسول حسنین قادری، خادم آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ امیریہ، مارہرہ مطہرہ اپنے عزیز بھائی سید اویس مصطفےٰ زیدی الواسطی کو خانوادۂ عالیہ برکاتیہ کے سلسلۂ قادریہ کالپویہ قدیمہ وجدیدہ کی اجازت وخلافت دیتا ہے اور اس سلسلے کے جملہ اوراد و وظائف کی اجازت بھی دیتا ہے۔ ساتھ ہی برادر عزیز کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اس منصب خلافت کا استعمال خالصۃً دین متین کی تبلیغ اور مسلک اہل سنت و الجماعت کی اشاعت اور ترویج کے لیے کریں، نہ کہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے۔ رب تبارک وتعالیٰ برادر عزیز کو دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور انہیں بلگرام و مارہرہ کے خانوادوں کی آبرو کا محافظ اور روایتوں کا امین بنائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین المکین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

آل رسول حسنین ۲۶ر ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ، بلگرام شریف

[بعد میں آپ نے زبانی طور سے ان سارے سلاسل کی خلافت عطا کی جن کا تذکرہ النور والبہا میں ہے]

حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو ان مشائخ کے واسطوں سے پہنچنے والے مختلف سلاسل کی خلافتیں حاصل ہیں:

۱- حضرت سید محمد چشتی صاحب الدعوۃ الصغریٰ فاتح بلگرام
۲- حضرت سید محمد قادری بلگرامی صاحب العرفان وکاشف الحقیقت
۳- حضرت میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی سید العارفین
۴- حضرت سید شاہ عبدالرزاق قادری محبوب بے کمر سرکار بانسہ
۴- صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری عشقی سلطان العاشقین
۵- حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قطب الاقطاب قدست اسرارہم

آپ کو ان میں اولین تین بزرگوں کے سلاسل کی اجازت وخلافت بھی حاصل ہے اور آپ بیک وقت ان تینوں حضرات کے مسند نشین اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ''النور والبہا'' میں درج تیرہ سلاسل کی اجازت وخلافت حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہیں: ۱- سید شاہ آل رسول نظمی صاحب، ۲- حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب جنہیں حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے ان سلاسل کی خلافتیں حاصل تھیں۔ ان کے علاوہ سارے سلاسل کی خلافت خاندانی بزرگوں سے حاصل ہیں۔ مجموعی طور پر آپ کو چھبیس مشہور سلاسل کی اجازتیں اور خلافتیں حاصل ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سلسلۂ قادریہ:

۱- سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ اسماعیلیہ حبیبیہ [اسی سلسلے میں حضرت مخدوم ملت اپنے پیرومرشد قطب بلگرام حضرت مولانا حکیم سید شاہ زین العابدین واسطی قدس سرہٗ سے بیعت ہیں]
۲- سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ اسماعیلیہ حمزویہ
۳- سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ احمدیہ انواریہ
۴- سلسلۂ عالیہ قادریہ یٰسینیہ حمویہ محمدیہ بغدادیہ بلگرامیہ
۵- سلسلۂ عالیہ قادریہ لطفیہ کالپویہ
۶- سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کالپویہ
۷- سلسلۂ عالیہ قادریہ واحدیہ برکاتیہ بلگرامیہ
۸- سلسلۂ عالیہ قادریہ یٰسینیہ حمویہ فضل اللہ جیلانیہ
۹- سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ

سلسلۂ چشتیہ:

۱۰- سلسلۂ عالیہ چشتیہ صغرویہ
۱۱- سلسلۂ عالیہ چشتیہ لطفیہ کالپویہ

۱۲- سلسلۂ عالیہ چشتیہ برکاتیہ کالپویہ

۱۳- سلسلۂ عالیہ چشتیہ واحدیہ برکاتیہ بلگرامیہ

سلسلۂ سہروردیہ:

۱۴- سلسلۂ عالیہ سہروردیہ لطفیہ کالپویہ

۱۵- سلسلۂ عالیہ سہروردیہ برکاتیہ کالپویہ

۱۶- سلسلۂ عالیہ سہروردیہ واحدیہ برکاتیہ بلگرامیہ

سلسلۂ نقشبندیہ:

۱۷- سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ لطفیہ کالپویہ

۱۸- سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمانیہ

۱۹- سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ برکاتیہ کالپویہ

۲۰- سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ علویہ برکاتیہ کالپویہ

سلسلۂ بدیعیہ

۲۱- سلسلۂ عالیہ بدیعیہ لطفیہ کالپویہ

۲۲- سلسلۂ عالیہ بدیعیہ برکاتیہ کالپویہ

۲۳- سلسلۂ عالیہ شطاریہ لطفیہ

۲۴- سلسلۂ عالیہ علویہ منامیہ

۲۵- سلسلۂ عالیہ شاذلیہ محمدیہ بلگرامیہ

۲۶- سلسلۂ عالیہ رفاعیہ محمدیہ بلگرامیہ

آپ کے شجرات سلاسل کتاب کے اخیر میں درج ہیں۔

حضرت مخدوم ملت دام ظلہ کا عقد مسنون ۱۴۲۰ھ/ ۴؍مارچ ۲۰۰۰ء بروز شنبہ سید وسیم احمد نقوی سیتاپوری کی صاحبزادی سیدہ شائستہ فاطمہ کے ہمراہ مارہرہ ضلع

ایٹہ میں ہوا۔ پروفیسر سید محمد امین قادری دام ظلہٗ نے نکاح خوانی کی رسم ادا فرمائی۔

حضرت مخدوم ملت کے چار صاحبزادے ہیں:

۱- سید سالار حسن واسطی ولادت: ۱۹؍جنوری ۲۰۰۱ء شب جمعہ

۲- سید محمد مصطفیٰ حسن واسطی ولادت: ۲۷؍مارچ ۲۰۰۴ء بروز شنبہ

۳- سید مجتبیٰ حسین واسطی عرف سعدی ولادت: ۲۳؍دسمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ

۴- سید مرتضیٰ حسن واسطی عرف مقتدی ولادت: ۱۷؍نومبر ۲۰۰۷ء بروز شنبہ

خدمت دین وملت کا ذوق آپ کو وراثت میں ملا ہے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تسلسل کے ساتھ آپ دین وعلم اور ملک کی خدمت میں مصروف ہیں۔ آپ کی دینی اور ملی خدمات پر آنے والا مؤرخ تفصیل سے روشنی ڈالے گا۔ یہاں صرف ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

- دار العلوم دعوۃ الصغریٰ کی تاسیس: ۲۷؍اپریل ۱۹۹۲ء میں آپ نے یہ دار العلوم اپنے جد اعلیٰ فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ چشتی قدس سرہٗ کی یاد میں قائم فرمایا جو محدود پیمانے پر حفظ وقراءت اور ابتدائی درجات مولویت کی تعلیم میں مصروف رہا۔ آپ کی بے پناہ مصروفیات اس دار العلوم کی توسیع کی راہ میں حائل رہیں۔ اب آپ نے اسے وسعت دینے کا عزم مصمم فرمالیا ہے اور اس کے لئے ایک وسیع قطعہ آراضی حاصل کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے توسیعاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے غیب سے اسباب مہیا فرمائے۔ آمین!
- دائرہ قادریہ کی تعمیر جدید اور بانی دائرہ قادریہ کے مزار پاک پر عالیشان گنبد کی تعمیر آپ کے ذوق تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے۔
- ہردوئی میں جلوس محمدی کا دوبارہ رواج اور بلگرام شریف میں جلوس محمدی کا فروغ
- محرم الحرام، ربیع الاول شریف، ۶؍رجب المرجب کو عظیم الشان جلسے کا انعقاد

۞ میدان پورہ کی جامع مسجد کی شاندار تین منزلہ تعمیر جدید

۞ جد اعلیٰ فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ چشتی مرید و خلیفہ سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما کے مزار پاک کی تعمیر جدید۔ ۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ/۱۳رجنوری ۲۰۱۰ء، بروز بدھ فاتح بلگرام سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے مزارِ پاک پر شاندار گنبد کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔ ان شاء اللہ مسجد جامع اور مزار پاک کی تعمیر آئندہ دو تین سال میں مکمل ہو جائے گی۔

۞ ہردوئی میں ایک سنی دار العلوم کا قیام اور سنی مسجد کی تاسیس بھی آپ کے قریبی منصوبوں میں شامل ہے۔

۞ آپ کی مساعی جمیلہ سے سنیت کو کافی فروغ حاصل ہوا ہے۔ سینکڑوں افراد پکے سنی ہو گئے اور بد مذہبوں سے دوری اختیار کر لی اور پچاسوں مسجدیں سنی ائمہ کے وجود سے آباد ہو گئیں۔ آپ کے تصلب فی الدین پر مزید گفتگو ابھی آتی ہے۔

۞ بیعت و ارشاد بھی آپ کی دینی خدمات کا روشن ترین باب ہے۔ لاکھوں افراد نے آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر سرکار بغداد کی غلامی کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالا اور فسق و فجور سے تائب ہو کر اسلامی زندگی گذارنے کا شعور اپنے اندر پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادریت کے اس شجرۂ طوبیٰ کو سدا بہار رکھے۔

۞ ہندوستان کے مختلف خطوں میں ہونے والے سنی جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کے لئے آپ تشریف لے جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر صدارت اور دعا فرماتے ہیں لیکن بہت سی جگہوں پر اہل ایمان آپ کے مواعظ حسنہ سے بھی مستفید ہوتے ہیں میدان پورہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن بھی کبھی کبھی آپ کا ایمان افروز بیان ہوتا ہے۔ دائرہ شاہ پیر محمد قلندر کی مسجد میں آپ نے بعد نماز مغرب وعظ و تذکیر کا سلسلہ شروع فرمایا تھا جو ایک سال سے زیادہ عرصے تک چلتا رہا۔ اس راہ میں آپ کی متنوع مصروفیات سدّ راہ بن جاتی ہیں، اس لئے تسلسل کے ساتھ یہ محفلیں قائم نہیں رہ پاتیں۔ احقر نے خود حضرت مخدوم ملت کا وعظ کئی مرتبہ سنا ہے۔ سادہ اور نپے تلے

الفاظ میں دین و سنت کی باتیں پیش فرماتے ہیں۔ انداز بیان مؤثر اور اصلاحی ہوتا ہے۔ لوگ آپ کی باتیں بہت غور سے سماعت کرتے اور حتی الوسع ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تاثیر آپ کی سادگی، تقویٰ اور للّٰہیت کی دین ہے۔

۞ جب آپ نے دار العلوم دعوۃ الصغریٰ قائم فرمایا تھا، تو شروع شروع میں خود بھی ابتدائی درجات کو کتابوں کا درس دیا کرتے تھے لیکن جلد ہی مصروفیات کے ہجوم نے یہ سلسلہ برقرار نہیں رہنے دیا۔ البتہ زبانی طور پر مجلسوں میں افادات کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ جیسا مخاطب ہوتا ہے، گفتگو اسی معیار کی فرماتے ہیں۔ چند افادات میرے ذہن میں بھی محفوظ ہیں، انہیں درج کرتا ہوں۔

آج سے دو سال پہلے میں بہرائچ شریف سے ہوتا ہوا بلگرام شریف حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم سالار مسعود غازی قدس سرہٗ کا ذکر جمیل نکل آیا تو فرمایا:

”حضرت سیدنا سالار مسعود غازی قدس سرہٗ رجال الغیب کے سردار ہیں۔“

ابھی گذشتہ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء میں اسی کتاب کی تالیف کے سلسلے میں دو ہفتہ بلگرام شریف میں قیام رہا۔ ایک شب دوران گفتگو فرمایا:

”مارہرہ کے سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ حزب البحر شریف کے زبردست عامل تھے۔ اس دعا کے مؤکلین اب بھی ان کے تابع ہیں۔

یونہی مخدوم کچھوچھہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ چہل کاف شریف کے زبردست عامل تھے۔ اس ورد کے مؤکلین اب بھی ان کے تابع ہیں۔ ان مؤکلین کا جب کبھی دورہ ہوتا ہے تو آسیب وغیرہ کے مریضوں کے معاملات فوراً حل ہو جاتے ہیں، ورنہ تاخیر ہوتی ہے۔ یہی معاملہ حضرت سید محمد قادری صاحب کا بھی ہے۔“

البتہ حضرت قادری صاحب قدس سرہٗ کس دعا کے خاص عامل تھے، اسے ذکر نہ فرمایا اور میں نے از راہ ادب دریافت کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔

حضرت مخدوم ملت کی مبارک مجلسوں کے اور بھی افادات ذہن میں ہیں جو کسی مناسب موقعے سے پیش کئے جائیں گے۔

❁ حضرت مخدوم ملت مدظلہ لاکھوں مریدوں کے پیر بھی ہیں، زبردست روحانی تصرفات کے مالک بھی۔ بہت مؤثر تعویذات و نقوش تحریر فرماتے ہیں۔ سینکڑوں مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے، اس کے باوجود مزاج خالص عالمانہ ہے۔ علم دوستی کے مظاہر آئے دن دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ مجھ سے متعدد ملاقاتوں میں اس قلق کا اظہار فرمایا: "دعا تعویذ کے لئے آنے والوں کی بھیڑ سے اب الجھن ہوتی ہے۔ سارے علمی معاملات بالکل موقوف ہو گئے۔ نہ کتابوں کے مطالعے کی فرصت ملتی ہے، نہ کچھ لکھ پڑھ پاتا ہوں۔ طالب علمی کے زمانے میں میرا خاصا وقت مطالعۂ کتب اور علمی مسائل کے سمجھنے سمجھانے میں صرف ہوتا تھا۔ کئی بار سوچا کہ دعا تعویذ کے لئے آنے والوں کے واسطے چند دن خاص کردوں لیکن یہ پابندی ہو نہیں پاتی۔ علمی معاملات سے بالکل بے تعلق ہو کر رہ گیا ہوں"۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود علم دین اور اس کی قدروں کا خاصا خیال فرماتے ہیں، علما حفاظ، قرّاء کی بہت عزت افزائی فرماتے ہیں۔ اکابر علما تشریف لاتے ہیں تو اپنی جیب خاص سے انہیں نذر پیش کرتے ہیں۔ ان کا شایان شان استقبال اور خدمت کا انتظام فرماتے ہیں۔ علمی معاملات میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔ علمی کام کرنے والوں کی مختلف انداز سے حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ خود ناچیز کے ساتھ حضرت کے معاملات بے حد شفیقانہ ہیں۔ یہ آپ کی علم دوستی، دین پسندی اور اصاغر نوازی کی روشن دلیل ہے۔

خود تو مصروفیات کے ہجوم کی وجہ سے علمی کاموں کے لئے وقت نہیں نکال پاتے لیکن خانقاہ عالیہ کے علمی کاموں سے شغف کی حد تک دلچسپی ہے۔ ابھی حضرت ہی کی توجہ کی برکت سے علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی مشہور زمانہ کتاب "مآثر الکرام" کا اردو ترجمہ منظر عام پر آیا۔ خاندان کے ہی ایک بزرگ حضرت مولانا سید محمد بن سید غلام نبی واسطی قدس سرہٗ کی مستند اور مقبول کتاب "نظم اللآ لی فی نسب سید علاء الدین العالی" کا اردو ترجمہ بھی حضرت کی ہدایت پر جلد ہی منظر عام پر آنے والا ہے۔ یہ خاندان سادات بلگرام کی شاخوں کا مستند تذکرہ ہے جس کا حوالہ تاج العلما سید اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ نے جگہ بہ جگہ اپنی تصانیف میں پیش فرمایا ہے۔ میں نے دائرہ

قادریہ کی تالیف کا ارادہ ظاہر کیا تو بہت خوش ہوئے۔ دعائیں دیں اور مواد کی فراہمی میں بھرپور تعاون فرمایا۔ اس طور سے دیکھا جائے تو خاندان کی علمی روایات کا تحفظ آپ بہت سلیقے اور تسلسل کے ساتھ فرما رہے ہیں۔

❁ آپ کی دینی خدمات کا ایک عظیم پہلو لوجہ اللہ تعویذ نویسی اور مریضوں کا روحانی علاج ہے، یہ ایک ایسی مقبول خدمت ہے جو بارگاہ الٰہی میں بے حد اجر و ثواب رکھتی ہے حدیث پاک میں ہے:

" اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلیٰ اللّٰہِ تَعَالیٰ بَعْدَ الْفَرَآئِضِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلیٰ الْمُسْلِمِ"

[المعجم الاوسط حدیث: ۷۹۰۷، مکتبۃ ۱۴۴۳، الترغیب الترہیب، کتاب البر والصلۃ ۳/۳۹۴، مصطفیٰ البابی، مصر]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے مقبول عمل، کسی بندۂ مومن کا دل خوش کرنا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے: " خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ" سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو دوسروں کے لئے نفع بخش ہو۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں کئی نیکیاں یکجا ہو جاتی ہیں۔ مصیبت زدوں کی فریادرسی کا ثواب، ان کی ناگوار اور تلخ باتوں پر صبر کا ثواب، مسلسل اس کار خیر میں لگے رہنے اور اپنی راحت کی پرواہ نہ کرنے پر ایثار و استقامت کا ثواب، تعویذ نویسی اور دم کرنے میں زبان و قلم سے ذکر الٰہی اور آیات کریمہ کے ورد کا ثواب، دیگر نیک کاموں پر خود کو بھی احساس ہو جاتا ہے کہ میں نے کوئی بہت اچھا کام کیا ہے۔ اس احساس کو طریقت کی اصطلاح میں عُجب اور خود پسندی کہتے ہیں۔ سالک کو اس سے بچنا لازمی ہوتا ہے۔ لوجہ اللہ تعویذ نویسی میں شیطان کے اس حربے سے بچنے کا ثواب بھی ملتا ہے۔ بہت سے بزرگ اپنی کرامتوں کو تعویذ کے پردے میں چھپا لیتے ہیں۔ اس میں اپنے بلند روحانی مقامات کا اظہار نہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے: " کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَآءِ حَیْضُ الرِّجَالِ" ، اولیاء کی کرامات، مردوں کے لئے حیض کی مانند ہوتی ہیں۔ جس طرح عورتیں اپنے اس معاملے کو چھپائے رہتی ہیں، اسی طرح حضرات اولیا بھی اپنی کرامتوں پر پردہ ڈالے رہتے ہیں۔

حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کے یہاں مستفیدین، دعاؤں کے

لئے حاضر ہونے والوں، مصیبت زدوں اور مریضوں کی کس قدر بھیڑ رہتی ہے، جس کا جی چاہے، خود اپنی آنکھوں سے آ کر دیکھ لے۔ جمعرات کے دن تو تعداد ہزار سے متجاوز ہوتی ہے۔ حضرت کا حال یہ ہے کہ ناتوانی، ناسازیٔ طبع، نحیف الجثہ ہونے کے باوجود آٹھ آٹھ گھنٹے تک بیک نشست چارہ سازی فرمارہے ہیں۔ نہ بھوک کا احساس، نہ پیاس کا غلبہ، نہ تھکن، نہ اضطراب، پرسکون انداز میں سب کے دکھ درد سن رہے ہیں اور حسب حال اس کے درد کا مداوا فرمارہے ہیں۔ کبھی کبھی جھلاہٹ طاری ہوتی بھی ہے تو فوراً اس کی تلافی فرمادیتے ہیں۔ بتقضائے بشریت جب تک سب کو تعویذ دے نہیں دیتے، ان کے درد دور کرنے کی تدبیر کر نہیں لیتے، نشست گاہ سے نہیں اٹھتے، چاہے صبح سے بیٹھے ہوں اور شام کا چار بج جائے، اور تاثیر کا یہ عالم کہ سبھی فیض یاب اور بامراد ہو کر لوٹتے ہیں۔

کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی اہم کام کے لئے گھر میں تشریف لے گئے۔ کوئی صاحب اسی وقت آ گئے تو اپنا ضروری کام چھوڑ کر ان صاحب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پہلے ان کی فریادرسی کرلیتے ہیں پھر اپنا کام دیکھتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ منجانب اللہ اس خدمت خلق پر مامور ہیں۔ حضرت مخدوم ملت سید شاہ اویس مصطفےٰ دامت برکاتہم القدسیہ کو دیکھ کر حضرت مفتی اعظم شاہ مصطفےٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مضمون ''مفتی اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں'' میں حضرت مفتی اعظم کی تعویذ نویسی پر مختلف انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مندرجات سے حضرت مخدوم ملت دام ظلہ کی اس خدمت خلق کے کئی پہلو بھی روشن ہوں گے اور ان کی افادیت لوگوں کے سامنے واضح ہوگی، اس لئے اس کے اقتباسات طویل ہونے کے باوجود پیش کرتا ہوں۔ حضرت شارح بخاری رقم طراز ہیں:

''اخیر دور میں جن لوگوں نے حضرت مفتی اعظم ہند کی زیارت کی، انہوں نے تعویذ لکھتے ہی دیکھا ہے۔ ابتدا میں ہم لوگوں کو بھی اس پر تعجب ہوا اور حیرت بھی۔ اس شغل میں حضرت کو محنت بھی بہت کرنی پڑتی اور سارا وقت اس میں صرف ہو جاتا۔

پھر خود بھی فرماتے: تعویذ والوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے، کسی کام کا نہیں رکھا۔ آنے جانے والوں سے بات چیت بھی نہیں کرسکتا۔ مہمانوں کے پاس بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ کبھی تعویذ والے دیر میں بارہ بجے ایک بجے دن میں آتے تو فرماتے: یہ کوئی وقت تعویذ لینے کا ہے، حاجت مند عرض کرتے کہ فلاں کام میں پھنسا تھا، عورتیں عرض کرتیں: چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، کھانا پکا کر انہیں کھلا کر آئی ہوں۔ اس پر ارشاد فرماتے: اور جس کے پاس آئی ہو وہ بھوت ہے یا فرشتہ کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، نہ اسے آرام کی ضرورت ہے۔ کبھی بھیڑ زیادہ ہو جاتی، بچے شور مچاتے تو جلال میں فرماتے کہ پیر بھوڑا کا میلہ بنا رکھا ہے، جب دیکھو چلے آ رہے ہیں، چلے آ رہے ہیں۔ گرمیوں میں آٹھ بجے بیٹھک میں تشریف لاتے اور کبھی کبھی دو بجے تشریف لے جاتے، مگر جب تک تمام حاضرین کو اپنی عادت کے مطابق پورا تعویذ عنایت نہ فرمالیتے، دوپہر کا کھانا تناول نہ فرماتے۔ خادمہ آ کر بار بار عرض کرتی: کھانا کھالیں مگر جب تک تمام حاجت مندوں کو تعویذ نہ دے لیتے کھانا تناول نہ فرماتے۔

پھر حال یہ تھا کہ تین تعویذ سے کم کسی کو عنایت نہیں فرماتے۔ ایک عمر بھر پہنے رہنے کا، ایک بھوت پریت آسیب وغیرہ اتارنے کا، ایک خاص اس مرض کا، مقدمے والا آتا تو ایک ٹوپی کا، ایک گلے کا، ایک حاکم کے سامنے جائے تو چٹکی میں دبانے کا۔ کس میں ہمت تھی کہ اس میں دخل دیتا؟ لیکن ہوتا یہ کہ حضرت ہیں تو تعویذ والوں کا مجمع ہے، ورنہ میدان صاف۔ رات میں حضرت کہیں باہر تشریف لے گئے تو صبح کو سناٹا اور پھر رات میں واپس آ گئے تو پھر وہی مجمع۔ اس کو ہم حاضرین نے بار بار دیکھا۔ حیرت میں رہتے کہ کس نے حاجت مندوں سے کہہ دیا کہ حضرت باہر ہیں اور رات میں آئے تو کس نے بتا دیا کہ آ گئے۔ اب ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ من جانب اللہ ہے۔ اس نکتے پر آ کر ہم لوگ بالکل خاموش ہو گئے۔

خود ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ '' کچھ اللہ والے اپنی کرامتوں کو دوا اور تعویذ میں چھپاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سرکار سید حمزہ عینی قدس سرہٗ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مریض

دعا کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے اسے ایک دوا کا نسخہ عنایت فرمایا۔ مدت کا مریض ایک خوراک میں ٹھیک ہو گیا۔ حضرت نے اپنی کرامت دوا میں چھپالی۔'' یہی حال حضرت مفتی اعظم ہند کا تھا کہ وہ اپنی کرامتوں کو تعویذ کے پردے میں چھپائے ہوئے تھے۔ جس کی دلیل یہی ہے کہ یہی تعویذات بہت سے لوگ لکھتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔''

تعویذات کی اثر انگیزی کے چند واقعات ذکر کرنے کے بعد حضرت شارح بخاری رقمطراز ہیں:

''میں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے۔ ان سب پر غور کرتا رہا۔ بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ حضور مفتی اعظم ہند من جانب اللہ اس پر مامور ہیں۔ اس میں متعدد فوائد ہیں: اولاً: اب عوام میں خود غرضی بڑھ گئی ہے، علم و فضل، زہد وورع کی طرف رغبت معدوم ہے۔ ہاں! جس سے کام نکلتا ہے، اس کے لوگ گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اور عوام کے دین وایمان کی صیانت اسی میں ہے کہ وہ کسی دینی پیشوا سے متعلق رہیں، اس لیے تعویذوں کا سلسلہ ضروری تھا۔

ثانیاً: خدمت خلق بہت اہم عبادت ہے۔ حدیث میں فرمایا: '' خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنفَعُ النَّاسَ''. سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ ایک اور حدیث یاد پڑتی ہے کہ فرمایا: اللہ عزوجل کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو لوگوں کی حوائج کا اسے مرجع بنا دیتا ہے۔ جن جن کی مرادیں پوری ہوں گی، وہ سب زندگی بھر دعائے خیر کرتے رہیں گے۔ اور مسلمانوں کی دعائے خیر بہت عظیم نعمت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ''. تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ مشہور ہے: زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

ثالثاً: حضرت مفتی اعظم ہند کے تمام تعویذات اسمائے الہیہ، آیات قرانیہ، کلمات دعائیہ پر مشتمل ہوتے۔ اس طرح تعویذ لکھنے میں ذکر الٰہی بھی ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ '' اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَيْنِ ''، تعویذ نویسی حقیقت میں ذکر الٰہی ہے۔

✪ **ایک مغالطے کا ازالہ:** حضرت مفتی اعظم ہند تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ

نفل نمازوں کے عادی نہ تھے، نہ گھر ادا فرماتے تھے، نہ مریدوں کے گھر۔ کبھی تسبیح نہیں رکھتے اور تسبیح پر وظائف نہ پڑھتے۔ صرف فرائض، واجبات، سنن پر اکتفا فرماتے اور ہر نماز کے بعد مختصر وظیفہ انگلیوں پر پڑھتے۔ جب کہ آج کل بزرگی کا معیار نوافل کی زیادہ سے زیادہ ادائیگی اور ہر وقت ہاتھ میں تسبیح لے کر ہلاتے رہنا، بلکہ گلے میں بھی دو ایک پہنے رہنا ہے۔

اسی سلسلے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ مغربی دیناج پور اسلام پور کے علاقے میں ایک شخص نے حضرت کو مدعو کیا، اور بہت اہتمام کیا۔ جب حضرت آرام کے لئے لیٹے وہ شخص رات بھر جاگتا رہا۔ حضرت نے وہاں بھی تہجد نہیں پڑھی۔ اذان فجر کے بعد جب میں نے حسب دستور جگایا تو اٹھے اور اپنی عادت کے مطابق اسفار کے بعد باجماعت نماز فجر پڑھی۔ ناشتے کے بعد ہم لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے، سننے میں آیا کہ اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ بہت مشہور تھا کہ بہت بڑے بزرگ ہیں، میں نے تو ان میں بزرگی کی کوئی بات نہ دیکھی، تہجد تک نہیں پڑھا۔ وہ عتاب کا شکار ہوا، اس کے گھر میں آگ لگ گئی، سارا گھر مال ومتاع جل گیا۔ ہزاروں کے نوٹ گھر میں تھے جل کر راکھ ہو گئے۔ صرف بدن کے کپڑے بچے۔ اس تباہی سے وہ نیم پاگل ہو گیا۔ اطراف کے علما نے اسے تنبیہ کی کہ عارف کامل کی شان میں گستاخی کی ہے، اسی کی سزا ہے، اب اسے ہوش آیا مگر کیا کرتا، دل ہی دل میں توبہ کی، عاجزی وزاری کی۔ اتفاق کہ سال بھر کے بعد پھر حضرت مفتی اعظم ہند اس اطراف میں تشریف لے گئے تو اس نے حاضر ہو کر معافی مانگی اور حضرت کو پھر اپنے گھر لے گیا اور مرید ہوا۔ اب وہ ایک خوش حال فرد ہے۔ اس قسم کے اور بھی واقعات ہوئے۔

اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ ناظرین ذہن نشین کر لیں۔ نوافل تہجد، اشراق وغیرہ پڑھنے والے اور ہر وقت تسبیح ہاتھ میں لے کر وظیفہ کرنے والوں کو اکثر خود بھی یہ خبط سوار ہو جاتا ہے کہ ہم اللہ کے ولی ہیں، اور دیکھنے والے بھی بہت جلد یقین کر لیتے ہیں کہ یہ تہجد گذار، اشراق کا پابند، ہر وقت اللہ اللہ کرنے والا پہنچا ہوا ولی ہے۔ لیکن جو لوگ حضرت مفتی اعظم ہند کی طرح فرائض و واجبات، سنن ومستحبات کے ہر معاملے

میں پابند اور نواہی سے بالکلیہ محترز رہتے ہیں اور غیر محسوس طریقے پر یادِ الٰہی میں رہتے ہیں، خود بھی عجب کے شکار ہو کر اس فریب میں گرفتار نہیں ہوتے کہ ہم اللہ کے ولی ہیں، اور دوسروں کو بھی دھوکا نہیں ہوتا۔ اور وصول الی اللہ میں سب سے بڑا حجاب عجب، ریا، تکبر نفس ہے۔ عوام کا فریب سم قاتل ہے۔ اسی لئے ہمارے مشائخ قادریہ نے اس دوسرے طریقے کو اپنایا، کیوں کہ اسی میں سلامتی و منزل تک رسائی یقینی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تہجد و اشراق، ذکر و اذکار کو اہمیت نہیں دیتا یا ان کے فضائل کا منکر ہوں، میں وصول الی اللہ کے دو طریقوں میں سے افضل، احسن، اسلم طریقے کی بات کر رہا ہوں۔ [مقالات شارح بخاری، مرتبہ: ساحل شہسرامی [۳/۱۴۳-۱۴۹، ملخصا]

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی ذات مقدس کا تصور آپ تھوڑی دیر کے لئے اوجھل کر دیں تو یہ مذکورہ بالا سطریں حضرت مخدوم ملت کے شب و روز کا تعارف کراتی نظر آئیں گی۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم ملت نے تعویذ نویسی کے ذریعہ لوگوں کے جسم و جان اور ذاتی معاملات ہی کا تحفظ نہیں فرمایا بلکہ بہتیروں کو دین و سنیت اور بزرگوں کے دامان کرم سے بہت مضبوطی کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے رابطے میں آنے کے بعد وہابیت اور دیوبندیت سے توبہ کر لی اور سچے پکے صحیح العقیدہ سنی مسلمان بن گئے۔

۞ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدبر اور حکمت عملی سے بھی نوازا ہے۔ اپنے بیگانے آپ کے پاس اپنے ذاتی مسائل اور تنازعات لے کر حاضر ہوتے ہیں، آپ اپنی خدا داد حکمت عملی سے انہیں ایسا فیصلہ دیتے ہیں جو سب کے لئے قابل قبول ہوتا ہے۔

یوں تو حضرت مخدوم ملت مَدَّ ظِلُّہٗ کی ذات گرامی محاسن و کمالات اور فیوض و برکات کا گلستاں ہے لیکن آپ کا سب سے قیمتی وصف تصلب فی الدین ہے جو اللہ اور اس کے مقدس رسول کی بارگاہ میں بے حد محبوب ہے اور مجھے بھی بہت بھاتا ہے۔

دین پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنا اور بدمذہبوں سے مکمل کنارہ کشی لوازمات دین سے ہے اور اللہ کی بارگاہ میں نہایت پسندیدہ چیز۔ قرآن حکیم، احادیث طیبہ اور واقعات صلحا میں اس کی بہتیری شہادتیں موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

"وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ."

[الانعام:۶۸] "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ"

بدمذہب سے بڑھ کر ظالم کون؟ حضرت ملا جیون قدس سرہٗ اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:" دَخَلَ فِيْهِ الْكَافِرُ وَالْمُبْتَدِعُ وَالْفَاسِقُ وَ الْقُعُوْدُ مَعَ كُلِّهِمْ مُمْتَنِعٌ". "اس آیت کے حکم میں کافر، بدمذہب، اور فاسق سب داخل ہیں اور ان سب سے رابطہ رکھنا منع ہے۔"

احادیث کریمہ تو اس باب میں کثیر ہیں۔ میں صرف تین حدیث شریف پیش کرتا ہوں:

۱- حضرت ابوذر غفاری، حضرت براء بن عازب وغیرہ جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ابوداؤد قدس سرہما روایت فرماتے ہیں:

" اَحَبُّ الْاَعْمَالِ[وفی رواية:افضل الاعمال] اِلَى اللّٰهِ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ"[مسند احمد بن حنبل،۵/۱۴۶،ابوداود،۴/۱۹۸،جامع الاحادیث،۱/۴۲۲،۵/۱۸۵]

"اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ/افضل عمل یہ ہے کہ انسان اللہ کی رضا کے لئے اس کے محبوبوں سے محبت کرے اور اسی کی رضا کے لئے اس کے دشمنوں سے نفرت کرے"۔

اسی حدیث کی روشنی میں صاحب سبع سنابل میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ کا معروف قول انہیں کے خاندان کے معروف بزرگ سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ "سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اپنے سچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے متعصب جانیں، اس لئے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے"۔ [سراج العوارف ص ۳۳]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عمل اتنا محبوب ہے کہ صلحائے امت کی یہ دلی آرزو

بن جاتا ہے۔حضرت مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے دل کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ انھیں اس مقرب عمل کی توفیق ملتی رہے۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہر کسے را در دل تمنائے امرے ست، ازامور و تمنائے ایں فقیر شدت نمودن ست بدشمنانِ خدا جلّ و علا و دشمنان پیغمبر او علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات واہانت رسانیدن ست بایں بے دولتان و خوار دانستن ایشاں را و آلہٰہ باطلہ ایشاں را و یقین می دانند کہ ہیچ عملے نزدِ حق جلّ و علا ازیں عمل مرضی ترنیست''

''ہر شخص کی ایک دلی خواہش ہوتی ہے اور میری دلی آرزو یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ شدت کرتا رہوں۔ ان بدنصیبوں کو زک پہونچاتا رہوں اور انہیں اور ان کے باطل ''خداؤں'' کو رسوا کرتا رہوں۔ یقین جانیے! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے زیادہ پسندیدہ عمل اور کوئی نہیں''۔۱۲ ساحل

اسی لئے امام اہل سنت فرماتے ہیں:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں سے کیا مروت کیجئے

۲- حضرت خطیب بغدادی سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ آقائے دوجہاں روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ اَعْرَضَ عَنْ صَاحِبِ بِدْعَةٍ بُغْضاً لَهُ مَلاءَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْناً وَّاِيْمَاناً وَمَنْ اِنْتَهَرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ اٰمَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَمَنْ اَهَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ رَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْجَنَّةِ مِاَئَةَ دَرَجَةٍ وَمَنْ سَلَّمَ عَلٰى صَاحِبِ بِدْعَةٍ اَوْلَقِيَهٗ بِالْبُشْرٰى اَوِاسْتَقْبَلَهٗ بِمَا يَسُرُّهٗ فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ''۔

[جامع الاحادیث،۲۰/۱۰،الخطیب،۱۰/۲۶۳،الجامع الکبیر للسیوطی،۱/۲۱۹۹۱، کنز العمال،۳/۸۲]

''جو شخص، بدمذہب سے اس کی بدمذہبی کی وجہ سے نفرت سے منہ پھیر لے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو سکون و ایمان سے لبریز فرمادے گا۔ جو شخص کسی بدعتی سے ترش

روئی سے پیش آئے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنی امان عطا فرمائے گا۔ جو کسی بدعتی کی اہانت کرے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا۔ لیکن جس نے کسی بدعتی کو سلام کیا یا بشاشت کے ساتھ اس سے ملاقات کی یا اس کے سامنے دل خوش کن باتیں کیں تو اس نے شریعت محمدی کی توہین کی''۔۱۲ ساحل

یہ حدیث شریف سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں ذکر فرمائی۔

۳- حضرت امام دار قطنی سیدنا عبداللہ ابن مسعود سے، حضرت امام عقیلی اور ابن النجار، سیدنا انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے [رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین] روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِخْتَارَلِىْ اَصْحَاباً فَجَعَلَهُمْ اَصْحَاباً وَّ اَصْهَاراً [وَفِىْ رِوَايَةٍ: وُزَرَاءَ وَاَنْصَاراً] وَسَيَجِيْءُ مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ يُنْقِصُوْنَهُمْ وَيَسُبُّوْنَهُمْ فَاِنْ اَدْرَكْتُمُوْهُمْ فَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ.''[العقیلی ۱/۱۲۶،الدیلمی ۷/۳۶، جامع الاحادیث،۷/۴۳۲،الجامع الکبیر للسیوطی،۱/۸۲۸۱]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اصحاب منتخب کئے تو انہیں میرا رفیق، خسرالی وزیر اور مددگار بنایا۔ عنقریب ان کے بعد کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو ان کی شان گھٹائیں گے اور انھیں برا بھلا کہیں گے۔ تو اگر تم انہیں پاؤ تو ان سے رشتہ داریاں نہ قائم کرنا۔ ان کا ہم نوالہ و ہم پیالہ نہ بننا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا''۔۱۲ ساحل

حضرات صحابہ و تابعین اور صلحائے امت کا ان احادیث کریمہ پر مکمل عمل تھا۔ کتب احادیث ان کی روایات سے لبریز ہیں۔ بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند دارمی، شروح صحیح البخاری اور دیگر کتب سلف میں سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا مولائے کائنات، سیدنا امام حسین، سیدنا عبداللہ ابن عمر، سیدنا سعید ابن جبیر جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام اور حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابو بکر ایوب سختیانی جیسے ممتاز تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی روایات تو خود میری نگاہ

سے گذر چکی ہیں۔ میں یہاں صرف تین روایات آثار پیش کرتا ہوں:

۱- حضرت امام ترمذی، حضرت ابوداؤد اور حضرت ابن ماجہ حضرت امام نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

"عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلاً اَتَی اِبْنَ عُمَرَ فَقَالَ اِنَّ فُلَاناً یُقْرِئُکَ السَّلَامَ فَقَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّہٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ کَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْہُ مِنِّی السَّلَامَ فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یَکُوْنُ فِی اُمَّتِیْ اَوْ فِی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ اَوْ قَذْفٌ فِی اَھْلِ الْقَدْرِ. رَوَاہُ الترمذی وابو داود و ابن ماجۃ"[مشکوٰۃ المصابیح،۱/۴۹۵]

"سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا، مجھے خبر پہونچی ہے کہ اس نے کچھ بدمذہبی نکالی ہے۔ اگر یہ بات سچ ہو تو اسے میرا سلام نہ پہنچانا، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت/اس امت کے قدریوں میں زمین دھنسنے، صورت مسخ ہونے اور زین کے نہ قبول کرنے کے واقعات ہوں گے"۔۱۲ ساحل

امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ میں اس طرز عمل کی علت یہ بیان فرماتے ہیں:
"لِاَنَّا اُمِرْنَا بِـمُھَا جَرَۃِ اَھْلِ الْبِدَعِ." اس طرزِ سلوک کا سبب یہ ہے کہ ہمیں اللہ اور رسول نے بدمذہبوں سے ترک تعلق کا حکم دیا ہے۔

۲- عینی شرح بخاری میں ہے:

"وَفِی التَّوْضِیْحِ عَنْ کِتَابِ الْاَسْفَرَآئِنِی کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ اَبِیْ اَوْفیٰ وَ جَابِرٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِکٍ وَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ وَعُقْبَۃُ بْنُ عَامِرٍ وَاَقْرَانُھُمْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ یُوْصُوْنَ اِلٰی اَخْلَافِھِمْ بِاَنْ لَّا یُسَلِّمُوْا عَلَی الْقَدَرِیَّۃِ وَلَا یَعُوْدُھُمْ وَلَا یُصَلُّوْا خَلْفَھُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ اِذَا مَاتُوْا". [عمدۃ القاری،۳۴/۲۱۸]

"مشہور بزرگ امام اسفرائنی اپنی کتاب "توضیح" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر، سیدنا عبداللہ ابن عباس، سیدنا عبداللہ ابن ابی اوفیٰ، سیدنا جابر، سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابوہریرۃ، سیدنا عُقبہ بن عامر اور ان کے ہم عصر صحابۂ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے متبعین اور اخلاف کو وصیت فرماتے:
[اس دور کے بدمذہب] قدریوں کو سلام نہ کرنا، ان کی عیادت کو نہ جانا، ان کی اقتدا میں نماز نہ پڑھنا اور جب وہ مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا"۔۱۲ ساحل

۳- مشہور امام تعبیر رویا سیدنا محمد بن سیرین کی روایت دارمی شریف میں حضرت اسماء بن عبید کے توسط سے درج ہے۔ امام دارمی فرماتے ہیں:

" دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ الْاَھْوَآءِ عَلیٰ اِبْنِ سِیْرِیْنَ فَقَالَا یَا اَبَابَکْرٍ نُحَدِّثُکَ بِحَدِیْثٍ فَقَالَ لَا، قَالَا نَقْرَءُ عَلَیْکَ اٰیَۃً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ لَا لَتَقُوْمَانِّ عَنِّیْ اَوْلَاَقُوْمَنَّ قَالَ فَخَرَجَا فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ یَا اَبَابَکْرٍ وَمَا کَانَ عَلَیْکَ اَنْ یَقْرَءَ عَلَیْکَ اٰیَۃً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَقْرَاَ عَلَیَّ اٰیَۃً فَیُحَرِّفَانِہٖ فَیَقِرَّ ذٰلِکَ فِیْ قَلْبِیْ". [مسند الدارمی،۳۹۷، مسند الصحابۃ،۵۲/۱۶۸]

"دو بدمذہب امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: اے ابوبکر! ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ان دونوں نے عرض کی قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھیں۔ فرمایا، نہیں یا تو تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ دونوں نکل گئے پھر کسی نے عرض کی اے ابوبکر! اگر وہ قرآن حکیم کی کوئی آیت پڑھتے تو اس میں آپ کا کیا بگڑتا تھا۔ امام ابن سیرین نے فرمایا: مجھے یہ خوف دامن گیر تھا کہ میرے پاس قرآن حکیم کی کوئی آیت پڑھیں اور پھر اس کے مطالب بیان کرنے میں تحریف کریں تو کہیں وہ محرّف بات میرے دل میں بیٹھ نہ جائے۔" ۱۲ ساحل

اسی لئے سرکار غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں:

" لا یُکَاثِرُ اَھْلَ الْبِدَعِ ولا یُدَانِیھِمْ ولا یُسَلِّمُ علیھم لاَنَّ اِمَامَنَا احمدَ بن حنبلٍ قَالَ مَنْ سَلَّمَ علیٰ صاحب بِدعۃٍ فقد اَحبَّہٗ لِقولِ النّبی صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الہ وسلّم اَفْشُوْا السلام بَیْنَکُمْ تحابُّوا ولا یجالسھم ولا یقربُ

منھم ولا یُھَنِّیھِم فِی الاَعْیادِ واوقاتِ السُّرُورِ ولایُصلّی علیھم اذا ماتو ولا یَترَحَّمُ علیھم اِذا ذُکِرُوْا بل یُباَنِیھِم و یُعادیھم فی اللّٰہ عزّ وجلَّ معتقداً بِبُطْلانِ منھب اَھلِ البدعةِ مُحْتَسِباً بِذٰلِکَ الثَّوابَ الْجزیْلَ وَالْاَجْرَ الکَثِیرَ قَالَ وقالَ فُضیلُ بْنُ عَیاضٍ مَنْ اَحَبَّ صاحب بِدعةٍ اَحْبَطَ اللّٰہ عَمَلَہٗ واَخرَجَ نُورَالایمانَ مِنْ قلبِہٖ واذا عَلِم اللّٰہ مُنْ رجلٍ اَنَّہٗ مُبْغِضٌ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ رَجَوْتُ اللّٰہ اَن یَّغْفِرَ ذُنُوبَہٗ و اِنْ قَلَّ عَمَلُہٗ". [الغنیۃ لطالبی الحق]

"بدمذہبوں کی مجلس میں جا کر ان کی تعداد میں اضافہ نہ کرے، نہ ان سے قریب ہو، نہ انھیں سلام کرے کیونکہ بدمذہب کو سلام کرنا، انہیں دوست بنانا ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپس میں سلام کو رواج دو باہم دوست ہو جاؤ گے"۔ اسی طرح بدمذہبوں کی ہم نشینی نہ اختیار کرو، نہ ان کا قرب ڈھونڈو، نہ اوقات سرور اور خوشی کے موقع پر انہیں مبارک باد دو اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو، ان کا تذکرہ ہو تو ان کے لئے دعائے رحمت نہ کرو بلکہ تم ان سے جدا رہنا اور اللہ کے لئے ان سے دشمنی رکھنا اس یقین کے ساتھ کہ ان کا مذہب باطل ہے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس ترک تعلق میں عظیم ثواب اور کثیر اجر ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: جو شخص کسی بدمذہب سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کے عمل تباہ کر دے گا اور اس کے دل سے ایمان کا نور سلب فرما لے گا اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس طرز پر پائے گا کہ وہ بدمذہب سے محض اللہ کی رضا کے لئے بغض رکھتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ اس کے پاس نیک عمل کا ذخیرہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"اجتناب از صحبت مبتدع لازم است وضرر صحبت مبتدع فوق ضرر کافر است"

"بدمذہب کی صحبت سے احتراز لازم ہے اور بدمذہب کی صحبت کا ضرر کھلے کافر کی صحبت کے ضرر سے بدرجہا زائد ہے" [مکتوبات، ۱/۵۴]

حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ قرآن وحدیث، حضرات صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کے ان ارشادات کی پیروی کرتے ہوئے دور حاضر کے سارے بدمذہبوں سے دور اور نفور رہتے ہیں۔ بلکہ آپ کے دامان کرم سے جو وابستہ ہو جاتا ہے، اس کے اندر بھی دینی تصلب اور مذہبی پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نہ وہ بدمذہبوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، نہ رشتہ داریاں قائم کرتا ہے، نہ ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتا ہے، نہ ان کی کسی قسم کی محفلوں میں شریک ہوتا ہے نہ ان کے تعلق سے اپنے دل میں کوئی نرم پہلو رکھتا ہے۔ آپ کا عمل اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس فرمان پر ہے جو کتاب وسنت اور بزرگوں کے طرز عمل سے ماخوذ ہے:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔" [وصایا شریف، ص۱۴]

یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے جس پر حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ بہت مضبوطی کے ساتھ گامزن ہیں اور اپنے وابستگان سلسلہ اور متعلقین کو بھی اس کی تلقین فرماتے ہیں۔ میں نے خود دو سال پہلے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم الشان محفل میں یہ فرماتے سنا:

"آپ سب حضرات مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ یہی سچا مسلک اہل سنت ہے۔ میں نے اپنے بڑے ابا حضرت مولانا سید زین العابدین علیہ

الرحمہ کو بار بار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا والہانہ ذکر خیر کرتے ہوئے سنا۔ وہ اعلیٰ حضرت کی نعتیں بہت ذوق وشوق سے سنا کرتے تھے۔ بالخصوص اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی یہ نعت فرمائش کرکے سنا کرتے اور اشک بار ہوجاتے تھے ؎

زمین وزماں تمہارے لئے، مکین ومکاں تمہارے لئے
چنین وچناں تمہارے لئے، بنے دوجہاں تمہارے لئے

میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے، اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔"

آپ نے بلگرام شریف میں وہابیوں، دیوبندیوں کے رد میں کئی اجلاس کرائے۔ تبلیغی جماعت کے جتھے جب گشت لگاتے ہیں تو آپ کی کوشش یہ رہتی ہے کہ ان کے قدم میدان پورہ کی طرف نہ آنے پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت مخدوم ملت کے نقش قدم پر گامزن رکھے اور ایمان وعمل کی حفاظت فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم۔

حضرت مخدوم ملت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری دامت برکاتہم القدسیہ اخلاق نبوی سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ نہایت سادہ طبیعت، مرنجاں مرنج، ریا کاری، خودنمائی اور فتنوں سے دوردور، ہرایک کے خیرخواہ، دشمن کی غیبت سے بھی محترز، علم دوست، اصاغرنواز، پیکرانسانیت، ہمدردوغمگسار، شفیق اور بامروت وجود رکھتے ہیں آپ کی کشادہ قلبی، خوش طبعی، خندہ روئی، دلچسپ انداز گفتگو سے لوگ گرویدہ ہوئے جاتے ہیں۔ باآں ہمہ علم وفضل، جاہ وکمال بہت متواضع اور منکسر المزاج ہیں جہاں چاہے بٹھادیجئے، جو چاہے کھلا دیجئے، کبھی پیشانی پر شکن نہیں آتی۔ نہ کبھی جاہ ومنصب کی طلب، نہ کسی چیز کی فرمائش۔ بڑے سے بڑے اجلاس میں سادہ سادہ لباس میں شرکت فرماتے ہیں۔ سفید کرتا پاجامہ، کالی مخملی ٹوپی اور شانے پر حیدرآبادی رومال اور بس۔ البتہ جمعہ کی نماز عموماً سر پر عمامہ شریف سجا کر ادا فرماتے ہیں۔

فضولیات سے بہت دور رہتے ہیں، اسی لئے آپ کی مجلس میں بے مقصد اور فتنہ پردازانہ گفتگو کا شائبہ بھی نہیں ملتا۔ آپ کی زندگی مقصدیت کا خاص پہلو رکھتی ہے۔ کبھی مخالفین کی فتنہ پردازیوں کا ذکر بھولے سے آبھی جاتا ہے تو آپ گفتگو کا رخ بدل دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "جو ان کا کام ہے، وہ کرتے ہیں، جو ہمارا کام ہے ہم کرتے ہیں، تم لوگ بھی اپنا اپنا کام کرو۔" یہ حدیث پاک: "اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ" [المعجم الکبیر للطبرانی ۱۸/۱۲۹، مسند الطیالسی ص ۱۱۳، مسند احمد ۴/۴۳۱] [کار خیر کئے جاؤ کیونکہ ہر شخص کو اس چیز کی توفیق عطا ہوتی ہے، جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے،] کی کیسی عمدہ تعبیر ہے۔

مزاج میں سادگی کے باوجود نفاست ہے جو وراثتاً آپ کو عطا ہوئی۔ لباس سفید اور سادہ رہتا ہے لیکن ہمیشہ بے داغ اور صاف ستھرا۔ ہر چیز میں صفائی پسند فرماتے ہیں۔ یوں تو سادہ فرش پر بھی بیٹھ جاتے ہیں لیکن صفائی نہ ہونے پر اکتاتے ہیں۔ غذا بہت معمولی اور مختصر ہوتی ہے۔ سبزی اور مسنون غذائیں زیادہ راس آتی ہیں۔ رمضان شریف میں افطار کے وقت پھلوں کا کچالو بہت پسند فرماتے ہیں۔ سحری میں حریرہ جو مسنون غذا ہے، آپ کی پسندیدہ ہے۔ پانی سرد اور میٹھا نوش فرماتے ہیں۔ چائے ہلکی میٹھی اور گرم لیتے ہیں۔ پان اکثر وبیشتر سفر میں لیتے رہتے ہیں۔ کھانے پینے کے معاملے میں ضبط نفس اتنا ہے کہ کبھی کبھی تو پورا دن ایک دو پیالی چائے پر گذر جاتا ہے، اس لئے طبیعت متاثر رہتی ہے۔ کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا بزرگوں کا معمول رہا ہے، آپ اس پر پورے طور سے کاربند ہیں۔ آپ کی نیند کا وقفہ دو تین گھنٹے سے زائد نہ ہوگا۔ فضول گفتگو تو بالکل نہیں کرتے۔ ویسے بھی عام طور سے کم بولتے ہیں۔ البتہ مہمانوں کی دلجوئی کے لئے حسب مراتب اور موقع محل کے لحاظ سے آپ کی گفتگو دلچسپ رہتی ہے۔ سنت کے مطابق عموماً متبسم رہتے ہیں۔ کبھی قہقہہ بلند کرتے نہ دیکھا۔ سوتے میں پاؤں سمیٹ کر اسم نبوت "محمد" کی شکل میں دائیں کروٹ آرام فرماتے ہیں۔ کبھی پاؤں پھیلا کر پیٹ کے بل سوتے نہیں دیکھا، نہ سنا۔

صبر وقناعت آپ کا وطیرہ ہے۔ نہ مال کی محبت ہے، نہ جاہ ومنصب کی

ہوس، نہ اولاد کی ایسی محبت جو دنیاداری پر آمادہ کرے آپ کی دنیا: "اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ [الحدید:۲۰] [جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا] نہیں، بلکہ "اَلدُّنْیَا مَزْرَعُ الْاٰخِرَةِ" [دنیا آخرت کی کھیتی ہے] کا نمونہ ہے۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں جس کا جی چاہے، آکر چشم سر سے ملاحظہ کرلے ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مشائخ کرام "اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ" [دین محمدی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنا، کرامت کے اظہار سے بڑھ کر ہے] پر عمل کرتے آئے۔ حضرت مخدوم ملت کی حیات مبارکہ بھی اسی سانچے میں ڈھلی نظر آتی ہے۔ آپ دین وسنیت پر مضبوطی سے جمے رہتے ہیں۔ فرائض و واجبات اور سنتوں کے پابند اور خلق خدا کی خدمت میں مصروف، آپ کی دعاؤں کی کرامت آمیز تاثیر میں کیا عرض کروں، وہ ہزاروں افراد اس کے بہترین گواہ ہیں جو آپ کی بارگاہ کرم میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ البتہ اپنی سرگذشت ضرور عرض کروں گا۔

۱۹۹۳ء میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے میں فارغ التحصیل ہوا پھر ۱۹۹۵ء میں تخصص فی الافتافی الفقہ الحنفی کا کورس مکمل ہوا۔ اس کے فوراً بعد ہی جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد نے میری کسی کوشش اور گذارش کے بغیر از خود جامعہ میں مجھے درس نظامی کے استاذ اور نائب مفتی کی حیثیت سے بحال کرلیا۔ یہ بے مانگے کی نعمت بہت سے لوگوں کو راس نہیں آئی اور یہ چھ سالہ ملازمت میرے لئے کانٹوں بھرا تاج ثابت ہوئی۔ وطن سے لے کر مبارک پور تک بدخواہوں کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا۔ اسی دوران بعض افراد خاندان کی جانب سے مجھ پر بلکہ میرے پورے گھر پر سحر کیا گیا۔ میں پہلے پہل تو سمجھ ہی نہ سکا کہ معاملے کی نوعیت کیا ہے۔ البتہ ذہنی اور جسمانی طور پر مستقل پریشانیوں کا شکار رہنے لگا۔ بعض حضرات نے تعویذات عنایت کیں۔ ان تعویذات کی برکت سے پریشانیاں کچھ کم ہوئیں تو مجھے سحر کے

معاملے کا یقین ہوا۔ پھر میں اس بلا کے ازالے کی سمت متوجہ ہوا۔ متعدد بزرگوں اور عاملین سے رابطہ ہوا۔ عافیت بھی ملتی رہی۔ بعد میں کاروان ساحرین میں کچھ اور افراد بھی شامل ہوگئے جن کے سحر کا اثر اور زیادہ سخت تھا۔ ۲۰۰۱ء میں اشرفیہ کی ملازمت چھوڑنے کے بعد علی گڑھ آگیا۔ کئی حضرات نے اس بلا کے دور ہونے کے لئے دعائیں کیں لیکن مستقل فائدہ نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہی رہی کہ یہ ظالمین تازہ بہ تازہ ہر دن کئی کئی بار ساحرانہ کاروائی کرتے رہتے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم ملت سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ سے بذریعہ فون اس سلسلے میں رابطہ ہوا۔ حضرت نے بہت تسلی دی۔ میں حاضر خدمت ہوا اور حضرت نے اس کے ازالے کی تدبیریں فرمائیں۔ اب تک میں حضرت ہی کے زیر علاج ہوں۔ معاملہ کچھ پیچیدہ نوعیت کا ہے، اس لئے مکمل نجات تو اب تک نہیں ملی لیکن بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ افاقہ حضرت مخدوم ملت کی دعاؤں سے محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے سرفراز فرمائے اور یہ سلسلۂ کرم خاندان واسطی میں قیامت تک جاری رکھے اٰمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ عَلَیْهِ اَكْرَمُ الصَّلٰوةُ وَاَفْضَلُ التَّسْلِیْم.

۞

قول میں تاثیر، عمل اور نیت کی درستگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں کے اقوال کریمانہ نے ان کی حیات مبارکہ میں بھی دلوں میں انقلاب برپا کیا اور آج بھی لوگ انہیں پڑھ کر دلوں کی دنیا بدلتی ہوئی محسوس کرتے ہیں۔ میں یہاں مخدوم ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دام ظلہ کے چند کریمانہ اقوال نقل کرتا ہوں جنہیں عزیزم مولانا نور الحسن اویسی نے حضرت کے مختلف مواعظ اور خطبات سے منتخب کر کے یکجا کیا ہے۔ یقیناً ان کے مطالعے سے دلوں میں ہدایت کا آفتاب طلوع ہوتا محسوس ہوگا۔

۞ اے مسلمان! عاقل و بالغ صوفی ہو یا کوئی اور، سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اہلسنت والجماعت کے مطابق اپنے عقائد درست کرو۔ اس کے بغیر علم و عمل اور سلوک سب باطل و مردود ہیں۔

- رب کا فرمان ہے: ''جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور جس نے نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے''۔[النّٰزعٰت: ۴۰-۴۱] اس لئے اپنے پروردگار سے ڈرو اور خود کو نفس امارہ سے روک لو!
- رب کا فرمان ہے''باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے پاس بہتر اور امید سب سے بھلی''[کہف:۴۶] اس لئے کھلم کھلا حق کہو اور حق کے اظہار میں کسی کے ناراض ہونے کی پرواہ نہ کرو۔
- فرمان باری تعالیٰ ہے:''ہم نے ان کی زندگی کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا'' [زخرف:۳۲] اس لئے رزق کے درپے ہوکر خلاف شروع کاموں کا ارتکاب نہ کرو۔ رزق کا تمہارے رب نے وعدہ فرمایا ہے، روزی اسی قدر ملے گی جو ازل میں مقدر ہوچکی ہے۔
- اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤ، نماز کے وقت روزی مسجد میں سمیٹ لی جاتی ہے۔ لہذا اگر روزی میں برکت چاہتے ہو تو جماعت سے نماز کا اہتمام کرو۔ دھیان رہے کہ نماز خالص لوجہ اللہ پڑھو، اور روزہ آتش دوزخ سے ڈھال ہے، بغیر عذر شرعی روزہ نہ چھوڑو۔
- فرمان باری تعالیٰ ہے''جو تمہارے پاس ہے، ہوچکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے''۔[النحل:۹۶] اس لئے فانی مال کو خدائے عزوجل کی راہ میں خرچ کر کے باقی کرلو۔ زکوٰۃ ضروریات دین سے ہے، اس کو رغبت وشوق سے مصارف زکوٰۃ تک پہونچادو۔
- حاجت مندوں کا اپنے پاس آنا غنیمت جانو کہ یہ انعامات الٰہیہ میں سے ہے۔
- اگر تجھ میں حج کی شرطیں پائی جاتی ہیں تو چلے جاؤ، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرو، حج تمہارے گناہوں کو مٹادے گا۔
- پڑوسیوں کا حق ادا کرو، تمہارے نبی کا فرمان ہے۔
- بڑھاپے سے پہلے کچھ کام کرلو، اس لئے کہ ضعیف ہوکر کچھ نہ کرسکو گے۔
- ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی اوصاف پر بھی خاص دھیان رکھو۔
- بزرگوں کی مجلس سے بلا وجہ نہ اٹھو کہ وہ خلاف ادب ہے۔
- بدعقیدہ مولوی اور بدعقیدہ پیروں سے بچو اور اہل تقویٰ پیروں سے نسبت پیدا کرو اور اپنے امام اور علما کا احترام کرو کہ وہ تمہارے دینی پیشوا اور مقتدا ہیں۔

- وقت کی قدر کرو، اس لئے کہ وقت ضائع کرنا محرومی کا سبب ہے۔
- اپنے بچوں کو ضروریات دین کی تعلیم ضرور دو۔ اس کے ساتھ عصری تعلیم بھی دلاؤ۔ علم مال سے بہتر ہے کیوں کہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی۔
- اپنے بڑوں سے علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی سیکھو۔
- اردو بولو، اردو پڑھو، اردو پڑھاؤ کہ اسلاف کا علمی ذخیرہ اور طور طریقہ اردو میں ہی زیادہ تر موجود ہے۔ اردو تمہاری پہچان ہے، تمہارے لئے زینت ہے، ہندوستان کی پیداوار ہے۔
- پس پردہ اس کی برائی نہ کرو، سامنے جس کی تم تعریف کرتے ہو۔
- جہیز کے لین دین میں نرمی اختیار کرو اور اگر دینا ہی ہے تو پوشیدہ طور پر دو۔ اسے نہ دکھاؤ، نہ بتاؤ۔
- جسم کی قوت اگر چاہتے ہو تو ورزش کرو، روح کی قوت چاہتے ہو تو تہجد پڑھو۔
- اپنے وطن سے محبت کرو اور سماجی کاموں میں خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ حصہ لو۔
- اپنی نیت ہمیشہ درست رکھو، اس لئے کہ سارے اعمال کے ثواب وعذاب کا دارومدار نیت پر ہے۔
- نفرت، عناد، بغض، کدورت، تفاخر، تکاثر، بے حسی، بے خبری، غفلت، کاہلی، بدذوقی، بدشوقی، بے اصولی، بے ضابطگی، بداطواری، بدکرداری، بدفکری، بدعملی کے مکروہ اور گھناؤنے داغوں سے معاشرے کا چہرہ نہ بگاڑو کہ ہلاکت، تباہی، بربادی، ذلت، نکبت، افلاس، ادبار، زوال، محکومیت، چاکری، بےعزتی، رسوائی، ٹھوکر، پائمالی کا تمہیں ایسا سامنا کرنا پڑے جس سے گلوخلاصی ہی نہ ہوسکے۔
- اللہ کو راضی کرنے سے پہلے والدین کو راضی کرو۔
- ہر کام میں شریعت کو غالب رکھو
- سب سے بڑی فقیری ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے۔
- اپنے عقیدے پر پتھر کی چٹان کی طرح رہو، چاہے تنہا ہو۔
- مرید بہتر وہ ہے جو اپنے پیر کی ہر ادا اپنائے۔
- اگر کسی کو آرام نہیں دے سکتے تو تکلیف بھی مت دو۔

شجرات سلاسل اُویسیہ

حضرت مخدوم ملت کو جن سلاسل کی اجازتیں اور خلافتیں حاصل ہیں، ان کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ ان سلاسل کا سرا حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کیسے پہنچتا ہے، ان شجروں کی تفصیل یہاں پیش کی جاتی ہے۔ شروع میں شجرۂ درودیہ قادریہ رزاقیہ پیش کرتا ہوں، اس کے بعد سارے سلاسل کے شجرے اسماء گرامی کی صورت میں پیش کرتا ہوں۔ اخیر میں تین شجرے: قادریہ رزاقیہ، چشتیہ صغرویہ اور قادریہ برکاتیہ منظوم درج کرتا ہوں۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ اُویسیہ [درودیہ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ

هٰذِهٖ سِلْسِلَتِيْ مِنْ مَشَآئِخِيْ فِي الطَّرِيْقَةِ الْعَلِيَّةِ الْعَالِيَةِ الْقَادِرِيَّةِ الرَّزَّاقِيَّةِ الْاُوَيْسِيَّةِ الطَّيِّبَةِ الْمُبَارَكَةِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهِ الْكِرَامِ اَجْمَعِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ الْكَرِيْمِ عَلِيِّ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ الْخواجه الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ الْخواجه الْحَبِيْبِ الْعَجَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ الْخواجه دَاؤُدَ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ الْاِمَامِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ الصَّادِقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ الْاِمَامِ مُوْسٰى بْنِ جَعْفَرِ الْكَاظِمِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ الْاِمَامِ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ سَرِيِّ نِ السَّقَطِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ جُنَيْدِ الْبَغْدَادِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ اَبِيْ بَكْرِ الشِّبْلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ اَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ التَّمِيْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ اَبِي الْفَرَحِ الطَّرْطُوْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ اَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ الْقَرَشِيِّ الْهَكَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَخْزُوْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ الْكَرِيْمِ غَوْثِ الثَّقَلَيْنِ وَغَيْثِ الْكَوْنَيْنِ الْاِمَامِ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْقَادِرِ الْحَسَنِيِّ الْحُسَيْنِيِّ الْجِيْلَانِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى جَدِّهِ الْكَرِيْمِ وَعَلَيْهِ وَعَلٰى مَشَآئِخِهِ الْعِظَامِ وَاُصُوْلِهِ الْكِرَامِ وَفُرُوْعِهِ الْفِخَامِ وَمُحِبِّيْهِ وَالْمُنْتَمِيْنَ اِلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اَبَدًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ اَبِيْ بَكْرٍ تَاجِ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ اَبِيْ صَالِحٍ نَصْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ اَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ حَسَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ اَبِي الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ بَهَاءِ الدِّيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى الشَّيْخِ جَلَالِ الدِّيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلَى السَّيِّدِ مِيْرَانْ بَخْش فَرِيْدِ الْهَكَّرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی الشَّیْخِ اِبْرَاھِیْمَ الْمُلْتَانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی الشَّیْخِ اِبْرَاھِیْمَ الْبھکَّرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی الشَّیْخِ اَمَانِ اللّٰہِ اَمَانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی الشَّیْخِ حُسَیْن خُدَا نُما رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی الشَّیْخِ ھِدَایَتِ اللّٰہِ خُدَا نُما رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد عَبْدِ الصَّمَدِ خُدَا نُما اَحْمَدْ اٰبادِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّدعَبْدِالرَّزَّاقِ الْبَانْسوِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد اِسْمٰعِیْلَ الْمَسوُلْوِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد شاکرِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد نَجاتِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی الشَّیْخِ اَبِی الْبَقَا عَبْدِ الْحَکِیْمِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد غُلام جِیْلَانِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد مُمْتَاز اَحْمَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد اَحْمَدَ الرَّزَّاقِی الْجِیْلَانِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد حَبِیْب اَحْمَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّدزَیْنِ الْعَابِدِیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلَی الْمَوْلَی السَّیِّد اُوَیْس مُصْطَفٰی الْوَاسِطِیْ دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْقُدْسِیَۃُ

[۱] سلسلۂ قادریہ رزاقیہ اُویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲- امیر المومنین، امام المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ،۳-خواجہ حسن بصری،۴- شیخ حبیب عجمی،۵- شیخ داوٗد طائی،[حضرت معروف کرخی سے دو شاخ چلی۔ایک تو یہی جو یہاں مذکور

ہے،دوسری حضرت امام علی رضا سے ہوتی ہوئی مولائے کائنات تک پہنچتی ہے جس کا تذکرہ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ برکاتیہ انواریہ میں آگے آرہا ہے۔حضرت مخدوم ملت کے شجرے میں دونوں کو یکجا کردیا گیا ہے]۶-شیخ معروف کرخی،۷-شیخ سری سقطی ،۸-شیخ جنید بغدادی،۹- شیخ ابوبکر شبلی،۱۰- شیخ عبدالعزیز تمیمی،۱۱-شیخ عبدالواحد تمیمی،۱۲-شیخ ابوالفرح طرطوسی،۱۳-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری،۱۴- شیخ ابوسعید مخزومی، ۱۵-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۶-سید عبدالرزاق، ۱۷-سید ابوصالح،۱۸-سید محمد بن ابوصالح،۱۹-سید احمد،۲۰-سید علی،۲۱- شیخ موسیٰ،۲۲-سید حسن،۲۳-شیخ ابوالعباس،۲۴-شیخ بہاء الدین،۲۵-سید محمد، ۲۶-شیخ جلال قادری،۲۷-میران سید بخش فرید بھکری،۲۸-شیخ ابراہیم ملتانی،۲۹-شیخ ابراہیم بھکری،۳۰-شیخ امان اللہ امانی،۳۱-شیخ حسین خدانما،۳۲-شیخ ہدایت اللہ خدانما، ۳۳-سید عبدالصمد خدانما احمد آبادی،۳۴-سید عبدالرزاق بانسوی، ۳۵-سید اسمٰعیل مسولوی، ۳۶-سید شاکر اللہ،۳۷-سید نجات اللہ، ۳۸-ابوالبقا عبدالحکیم،۳۹-غلام شاہ جیلانی،۴۰-سید ممتاز احمد،۴۱-سید احمد رزاقی جیلانی،۴۲-سید حبیب احمد،۴۳-سید زین العابدین،۴۴-سید اویس مصطفےٰ واسطی

[۲] سلسلۂ قادریہ رزاقیہ برکاتیہ حمزویہ اُویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ،۳-خواجہ حسن بصری،۴- شیخ حبیب عجمی، ۵- شیخ داوٗد طائی،۶-شیخ معروف کرخی،۷-شیخ سری سقطی ، ۸-شیخ جنید بغدادی، ۹- شیخ ابوبکر شبلی، ۱۰- شیخ عبدالعزیز تمیمی،۱۱-شیخ عبدالواحد تمیمی،۱۲-شیخ ابوالفرح طرطوسی،۱۳-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری،۱۴-شیخ ابوسعید مخزومی،۱۵-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۶-سید عبدالرزاق،

۱۷- سید ابو صالح، ۱۸-سید محمد بن ابو صالح، ۱۹-سید احمد، ۲۰-سید علی، ۲۱-شیخ موسیٰ، ۲۲-سید حسن، ۲۳-شیخ ابو العباس، ۲۴-سید محمد، ۲۵-شیخ جلال قادری، ۲۶-شیخ بہاء الدین، ۲۷-میران سید بخش فرید بھکری، ۲۸-شیخ ابراہیم ملتانی، ۲۹-شیخ ابراہیم بھکری، ۳۰-شیخ امان اللہ امانی، ۳۱-شیخ ہدایت اللہ خدا نما، ۳۲-سید عبدالصمد خدا نما احمد آبادی، ۳۳-سید عبدالرزاق بانسوی، ۳۴-سید اسمٰعیل مسولوی، ۳۵-سید شاہ حمزہ، ۳۶-سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۷-سید آل رسول احمدی، ۳۸-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکوریہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:]، ۳۹-سید مہدی حسن، ۴۰-شاہ اولاد رسول، ۴۱-سید محمد صادق، ۴۲-سید اسمٰعیل حسن، ۴۳-سید اولاد رسول محمد میاں، ۴۴-سید آل مصطفٰے، ۴۵-سید آل رسول نظمی، ۴۶-سید اویس مصطفٰے واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۳۹-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۴۰-حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا قادری، ۴۱-مفتی اعظم شاہ مصطفٰے رضا قادری نوری، ۴۲-مفتی شریف الحق امجدی، ۴۳-مولانا کوثر نعیمی، ۴۴-سید اویس مصطفٰے واسطی

[۳] سلسلۂ قادریہ رزاقیہ احمدیہ انواریہ أویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین شیر خدا علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶-امام جعفر صادق، ۷-امام موسیٰ کاظم، ۸-امام علی رضا، ۹-شیخ معروف کرخی، ۱۰-شیخ سری سقطی، ۱۱-شیخ جنید بغدادی، ۱۲-شیخ ابو بکر شبلی، ۱۳-شیخ عبدالعزیز تمیمی، ۱۴-شیخ عبدالواحد تمیمی، ۱۵-شیخ ابو الفرح طرطوسی، ۱۶-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری، ۱۷-شیخ ابوسعید مخزومی، ۱۸-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی

الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۹-سید عبدالرزاق، ۲۰-سید ابو صالح، ۲۱-سید محمد بن ابو صالح، ۲۲-سید احمد، ۲۳-سید علی، ۲۴-شیخ موسیٰ، ۲۵-سید حسن، ۲۶-شیخ ابوالعباس، ۲۷-سید محمد، ۲۸-شیخ جلال قادری، ۲۹-شیخ بہاء الدین، ۳۰-میران سید بخش فرید بھکری، ۳۱-شیخ ابراہیم ملتانی، ۳۲-شیخ ابراہیم بھکری، ۳۳-شیخ امان اللہ امانی، ۳۴-شیخ ہدایت اللہ خدا نما، ۳۵-سید عبدالصمد خدا نما احمد آبادی، ۳۶-سید عبدالرزاق بانسوی، ۳۷-مولانا احمد عبدالحق، ۳۸-مولانا انوار الحق معروف بہ مولانا انوار، ۳۹-مولانا نورالحق، ۴۰-سید آل رسول احمدی، ۴۱-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکوریہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:]، ۴۲-سید مہدی حسن، ۴۳-شاہ اولاد رسول، ۴۴-سید محمد صادق، ۴۵-سید اسمٰعیل حسن، ۴۶-سید اولاد رسول محمد میاں، ۴۷-سید آل مصطفٰے، ۴۸-سید آل رسول نظمی، ۴۹-سید اویس مصطفٰے واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۴۲-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۴۳-حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا قادری، ۴۴-مفتی اعظم شاہ مصطفٰے رضا قادری نوری، ۴۵-مفتی شریف الحق امجدی، ۴۳-مولانا کوثر نعیمی، ۴۶-سید اویس مصطفٰے واسطی

[٤] سلسلۂ قادریہ محمدیہ أویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ، محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین، امام المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶-امام جعفر صادق، ۷-امام موسیٰ کاظم، ۸-امام علی بن موسیٰ رضا، ۹-شیخ معروف کرخی، ۱۰-شیخ سری سقطی، ۱۱-شیخ جنید بغدادی، ۱۲-شیخ ابو بکر شبلی، ۱۳-شیخ ابو الفضل عبدالواحد بن شیخ عبدالعزیز تمیمی، ۱۴-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری،

۱۵-شیخ ابو الفرح طرطوسی ۱۶- شیخ ابو سعید مخزومی، ۱۷-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۸-سید جمال الدین عبدلرزاق، ۱۹-سید عماد الدین ابوصالح نصر، ۲۰-سید شہاب الدین احمد، ۲۱-سید شرف الدین یحییٰ، ۲۲-سید شمس الدین محمد، ۲۳-سید علاء الدین علی، ۲۴-سید بدر الدین حسن، ۲۵-سید شہاب الدین ابوالعباس احمد، ۲۶-سید عبدالباسط، ۲۷-سید قاسم، ۲۸-سید شہاب الدین احمد، ۲۹-سید شمس الدین ابوالوفا، ۳۰-سید جمال الدین عبداللہ، ۳۱-سید شہاب الدین احمد، ۳۲-سید جلال الدین، ۳۳-سید شرف الدین، ۳۴-سید عبدالرزاق، ۳۵-سید یٰسین حموی، ۳۶-سید محمد قادری، ۳۷-سید غلام عماد الدین، ۳۸-سید باسط علی ولد سید علی مرتضیٰ، ۳۹-سید مرتضیٰ ابن سید باسط علی، ۴۰-سید عبدالرسول بن سید فرید الدین عرف بدلے، ۴۱-سید نذر علی، ۴۲-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۴۳-سید عزیز اللہ، ۴۴-سید بشیر حسین، ۴۵-سید زین العابدین، ۴۶-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۵] سلسلۂ قادریہ لطفیہ اُویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین، امام المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶-امام جعفر صادق، ۷-امام موسیٰ کاظم، ۸-امام علی رضا، ۹-شیخ معروف کرخی، ۱۰-شیخ سری سقطی، ۱۱-شیخ جنید بغدادی، ۱۲-شیخ ابوبکر شبلی، ۱۳-شیخ عبدالواحد بن شیخ عبدالعزیز تمیمی، ۱۴-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری، ۱۵-شیخ ابو سعید مخزومی، ۱۶-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۷-سید عبدلرزاق، ۱۸-سید ابوصالح، ۱۹-سید محی الدین ابونصر، ۲۰-سید علی، ۲۱- سید موسیٰ، ۲۲-سید حسن، ۲۳- سید احمد جیلانی، ۲۴- شیخ بہاء الدین، ۲۵-سید ابراہیم ایرجی، ۲۶- شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری، ۲۷-شیخ

ضیاالدین معروف بہ قاضی جیا نیوتنوی، ۲۸- جمال الاولیا، ۲۹-سید شاہ محمد ترمذی کالپوی، ۳۰-سید شاہ احمد ترمذی کالپوی، ۳۱-سید شاہ لطف اللہ بلگرامی عرف شاہ لدھا، ۳۲-سید نوازش علی فقیر بلگرامی، ۳۳-سید آل مصطفیٰ معروف بہ رحم میاں، ۳۴- سید احمد حسن، ۳۵-سید نذر علی، ۳۶- سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۳۷-سید عزیز اللہ، ۳۸-سید بشیر حسین، ۳۹-سید زین العابدین، ۴۰-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[٦] سلسلۂ قا دریہ برکاتیہ اُویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین، مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶- امام جعفر صادق، ۷-امام موسیٰ کاظم، ۸-امام علی رضا، ۹-شیخ معروف کرخی، ۱۰-شیخ سری سقطی، ۱۱- شیخ جنید بغدادی، ۱۲- شیخ ابوبکر شبلی، ۱۳-شیخ عبدالواحد بن شیخ عبدالعزیز تمیمی، ۱۴-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری، ۱۵-شیخ ابو سعید مخزومی، ۱۶-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۷- سید عبد الرزاق، ۱۸-سید ابو صالح، ۱۹-سید محی الدین ابونصر، ۲۰-سید علی، ۲۱-سید موسیٰ، ۲۲-سید حسن، ۲۳-سید احمد جیلانی، ۲۴- شیخ بہاء الدین، ۲۵-سید ابراہیم ایرجی، ۲۶-شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری، ۲۷-شیخ ضیاء الدین معروف بہ قاضی جیا نیوتنوی، ۲۸- جمال الاولیا، ۲۹-سید شاہ محمد کالپوی، ۳۰-سید شاہ احمد کالپوی، ۳۱-سید شاہ فضل اللہ کالپوی، ۳۲-سید شاہ برکت اللہ، ۳۳-سید شاہ آل محمد، ۳۴-سید شاہ حمزہ، ۳۵-سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۶-سید شاہ آل رسول احمدی، ۳۷-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں

واسطے ذکر کرتا ہوں۔حضرت نظمی کا سلسلہ:]، ۳۸-سید مہدی حسن،۳۹-شاہ اولاد رسول ،۴۰-سید محمد صادق، ۴۱-سید اسمٰعیل حسن،۴۲-سید اولاد رسول محمد میاں ،۴۳-سید آل مصطفیٰ ،۴۴-سید آل رسول نظمی،۴۵-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:] ، ۳۹-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری ،۴۰-حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا قادری،۴۱-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری،۴۲-مفتی شریف الحق امجدی،۴۳-مولانا کوثر نعیمی،۴۴-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۷] سلسلۂ قادریہ واحدیہ برکاتیہ أویسیہ بلگرامیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم ،۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ،۳-خواجہ حسن بصری،۴-شیخ حبیب عجمی، ۵-شیخ داؤد طائی، ۶-شیخ معروف کرخی،۷-شیخ سری سقطی ،۸-شیخ جنید بغدادی،۹-شیخ عبداللہ خفیف، ۱۰-شیخ ابوالعباس نہاوندی،۱۱-شیخ ممشاد دینوری،۱۲-شیخ احمد اسود دینوری،۱۳-سیدنا غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۴-شیخ سعد الدین بن فتوح بغدادی،۱۵-شیخ کمال الدین کوفی، ۱۶-شیخ مجذوب صالح بریدی،۱۷-شیخ نور الدین علی بن عبداللہ طواشی،۱۸-سید مخدوم جہانیاں، ۱۹-سید راجو قتال،۲۰-شیخ سارنگ،۲۱-شیخ محمد معروف بہ مینا،۲۲-شیخ سعد بڈھن،۲۳-مخدوم صفی،۲۴-مخدوم حسین،۲۵-سید میر عبدالواحد بلگرامی، ۲۶-سید شاہ عبدالجلیل ،۲۷-سید شاہ اویس ،۲۸-سید شاہ برکت اللہ، ۲۹-سید شاہ آل محمد،۳۰-سید شاہ حمزہ،۳۱-سید شاہ آل احمد اچھے میاں ،۳۲-سید شاہ آل رسول احمدی،۳۳-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے:۱-حضرت سید آل رسول نظمی،۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی،ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں ۔یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔

حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۴-سید مہدی حسن،۳۵-شاہ اولاد رسول ،۳۶-سید محمد صادق، ۳۷-سید اسمٰعیل حسن،۳۸-سید اولاد رسول محمد میاں ،۳۹-سید آل مصطفیٰ ،۴۰-سید آل رسول نظمی،۴۱-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:] ،۳۴-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،۳۵-شاہ محمد حامد رضا قادری،۳۶-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری،۳۷-مفتی شریف الحق امجدی، ۳۸-مولانا کوثر نعیمی،۳۹-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۸] سلسلۂ قادریہ فضل اللہ جیلانیہ أویسیہ

۱-سید المرسلین،خاتم النبیین احمد مجتبیٰ،محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم،۲-امیر المومنین، امام المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ،۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،۴-امام زین العابدین،۵-امام محمد باقر،۶-امام جعفر صادق،۷-امام موسیٰ کاظم،۸-امام علی بن موسیٰ رضا،۹-شیخ معروف کرخی،۱۰-شیخ سری سقطی ،۱۱-شیخ جنید بغدادی،۱۲-شیخ ابوبکر شبلی ،۱۳-شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن شیخ عبدالعزیز تمیمی،۱۴-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری،۱۵-شیخ ابوالفرح طرطوسی۱۶-شیخ ابوسعید مخزومی، ۱۷-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۸- سید جمال الدین عبدلرزاق، ۱۹- سید عماد الدین ابو صالح نصر،۲۰-سید احمد، ۲۱-سید شرف الدین یحییٰ،۲۲-سید شمس الدین محمد،۲۳-سید علاء الدین علی،۲۴-سید بدر الدین حسن،۲۵-سید شہاب الدین ابوالعباس احمد،۲۶-سید عبدالباسط،۲۷-سید قاسم ،۲۸-سید شہاب الدین احمد، ۲۹-سید شمس الدین ابوالوفا، ۳۰-سید جمال الدین عبداللہ،۳۱-سید شہاب الدین احمد،۳۲-سید جلال الدین،۳۳-سید شرف الدین،۳۴-سید عبدالرزاق، ۳۵-سید ابراہیم،۳۶-سید علی کبیر ۳۷-سید یٰسین حموی،۳۸-سید حسن، ۳۹-سید عمر،۴۰-سید علی حموی،۴۱-مفتی سید محمد سعدی ازہری،۴۲-سید محمد طاہر،۴۳-سید محمد مکرم،۴۴-سید محمد مرتضیٰ،۴۵-سید محمد علی فضل اللہ جیلانی،۴۶-سید حبیب احمد قادری،

۴۷-سیدزین العابدین،۴۸-سیداویس مصطفیٰ واسطی

[۹] سلسلۂ قادریہ منوریہ معمریہ أویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲-امیر المومنین مظہر العجائب والغرائب علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم،۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۴-امام زین العابدین،۵-امام محمد باقر،۶-امام جعفر صادق،۷-امام موسیٰ کاظم،۸-امام علی رضا،۹-امام محمد تقی،۱۰-امام علی نقی،۱۱-امام حسن عسکری،۱۲-شیخ جنید بغدادی،۱۳-شیخ ابو بکر شبلی،۱۴-شیخ عبدالواحد بن شیخ عبدالعزیز تمیمی،۱۵-شیخ ابو الفرح طرطوسی،۱۶-شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی ہکاری،۱۷-شیخ ابوسعید مخزومی،۱۸-سید السادات قطب الاقطاب غوث اعظم سید ابومحمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۹-شاہ دولہ،۲۰-شاہ منور،۲۱-شیخ عبدالکریم،۲۲-شیخ مُلّا دریا خان،۲۳-شاہ غلام حسین،۲۴-شیخ محمد محمود شاہ،۲۵-شیخ علی حسین مراد آبادی،۲۶-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری[''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے:۱-حضرت سید آل رسول نظمی،۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی،ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔حضرت نظمی کا سلسلہ:]
۲۷-سید مہدی حسن،۲۸-شاہ اولادرسول،۲۹-سید محمد صادق،۳۰-سید اسمٰعیل حسن،۳۱-سید اولاد رسول محمد میاں،۳۲-سید آل مصطفیٰ،۳۳-سید آل رسول نظمی،۳۴-سید اویس مصطفیٰ واسطی[حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]،۲۷-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،۲۸-شاہ محمد حامد رضا قادری،۲۹-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری؛۳۰-مفتی شریف الحق امجدی،۳۱-مولانا کوثر نعیمی،۳۲-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۰] سلسلۂ چشتیہ صغرویہ محمدیہ أویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲-امیر المومنین، امام المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ،۳-خواجہ حسن بصری،۴-خواجہ عبدالواحد بن زید، ۵-خواجہ فضیل بن عیاض،۶-سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی،۷-خواجہ حُذیفہ مَرعشی،۸-خواجہ ابو ہُبیرہ بصری،۹-شیخ ممشاد دینوری،۱۰-خواجہ ابواسحٰق شامی،۱۱-خواجہ ابواحمد ابدال چشتی، ۱۲-خواجہ محمد بن ابواحمد چشتی،۱۳-خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی،۱۴-سید مودود چشتی ،۱۵-الحاج شریف زَندنی،۱۶-خواجہ عثمان ہارونی،سلطان الہند،۱۷-عطائے رسول خواجۂ خواجگاں سید معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۸-سید قطب الحق والدین بختیار اوشی کاکی،۱۹-سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ،۲۰-سید محمد سالار،۲۱-سید محمد مسعود، ۲۲-سید محمد ناصر،۲۳-سید ابراہیم،۲۴-سید علاء الدین،۲۵-سید فضل اللہ،۲۶-سید محمد، ۲۷-سید فضل اللہ،۲۸-سید محمد اجمل حسین،۲۹-سید عبدالوہاب،۳۰-خواجہ سید معین الدین، ۳۱-سید فرید الدین عرف سید بدلے،۳۲-سید محمد قادری،۳۳-سید عبدالرسول بن سید فرید الدین عرف بدلے،۳۴-سید نذر علی،۳۵-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی،۳۶-سید عزیز اللہ،۳۷-سید بشیر حسین،۳۸-سید زین العابدین،۳۹-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۱] سلسلۂ چشتیہ لطفیہ أویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ،۳-خواجہ حسن بصری،۴-خواجہ عبد الواحد بن زید،۵-خواجہ فضیل بن عیاض،۶-سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی،۷-خواجہ حُذیفہ مَرعشی،۸-خواجہ ابو ہُبیرہ بصری، ۹-شیخ ممشاد دینوری،۱۰-خواجہ ابواسحٰق شامی،۱۱-خواجہ ابواحمد ابدال چشتی،۱۲-خواجہ محمد بن ابواحمد چشتی،۱۳-خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی،۱۴-سید مودود چشتی،۱۵-الحاج شریف زَندنی،۱۶-خواجہ عثمان ہارونی،۱۷-سلطان الہند، اللہ کے محبوب، وارث نبی خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۸-سید قطب الدین بختیار اوشی

کاکی، ۱۹-خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر، ۲۰-سید سلطان نظام الدین محمد اولیا، ۲۱-سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، ۲۲-شیخ صدرالدین، ۲۳-شیخ فتح اللہ، ۲۴-شیخ محمد عیسیٰ، ۲۵-شیخ بہاء الدین جونپوری، ۲۶-شیخ سالار بڈھ، ۲۷-شیخ بہاء الدین، ۲۸-مخدوم جہانیاں ۲۹-جمال الاولیا، ۳۰-سید شاہ محمد کالپوی، ۳۱-سید شاہ احمد کالپوی، ۳۲-سید شاہ لطف اللہ بلگرامی عرف شاہ لدھا، ۳۳-سید نوازش علی فقیر بلگرامی، ۳۴-سید آل مصطفیٰ معروف بہ رحم میاں، ۳۵-سید احمد حسن، ۳۶-سید نذر علی، ۳۷-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۳۸-سید عزیز اللہ، ۳۹-سید بشیر حسین، ۴۰-سید زین العابدین، ۴۱-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۲] سلسلۂ چشتیہ برکاتیہ أویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-خواجہ حسن بصری، ۴-خواجہ عبد الواحد بن زید، ۵-خواجہ فضیل بن عیاض، ۶- سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی، ۷-خواجہ حُذیفہ مَرعشی، ۸-خواجہ ابو ہُبیرہ بصری، ۹-شیخ ممشاد دینوری، ۱۰-خواجہ ابواسحٰق شامی، ۱۱-خواجہ ابواحمد ابدال چشتی، ۱۲-خواجہ محمد بن ابواحمد چشتی، ۱۳-خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی، ۱۴-سید مودود چشتی، ۱۵-الحاج شریف زَندنی، ۱۶-خواجہ عثمان ہارونی، ۱۷-سلطان الہند، اللہ کے محبوب، وارث نبی خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۸-سید قطب الدین بختیار اوشی کاکی، ۱۹-خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر، ۲۰-سید سلطان نظام الدین محمد اولیا، ۲۱-سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، ۲۲-شیخ صدرالدین، ۲۳-شیخ فتح اللہ، ۲۴-شیخ محمد عیسیٰ، ۲۵-شیخ بہاء الدین جونپوری، ۲۶-شیخ سالار بڈھ، ۲۷-شیخ بہاء الدین، ۲۸-مخدوم جہانیاں[یہ سید جلال بخاری مخدوم جہانیاں قدس سرہ کے علاوہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں کیونکہ سید جلال بخاری، حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ کے بلاواسطہ خلیفہ ومجاز ہیں جیسا کہ سلسلۂ چشتیہ [قدیم] میں گذرا اور یہ مخدوم جہانیاں بہت بعد کے ہیں۔ آپ میں اور حضرت چراغ دہلی میں چھ مشائخ کا واسطہ ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم ۱۲ احمد رضا عفی عنہ] ۲۹-جمال الاولیا، ۳۰-سید شاہ محمد کالپوی، ۳۱-سید شاہ احمد کالپوی، ۳۲-سید شاہ فضل اللہ کالپوی، ۳۳-سید شاہ برکت اللہ، ۳۴-سید شاہ آل محمد، ۳۵-سید شاہ حمزہ، ۳۶-ابوالفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۷-سید شاہ آل رسول احمدی، ۳۸-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری["النور والبہا" میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۹-سید مہدی حسن، ۴۰-شاہ اولادرسول، ۴۱-سید محمد صادق، ۴۲-سید اسمٰعیل حسن، ۴۳-سید اولادرسول محمد میاں، ۴۴-سید آل مصطفیٰ، ۴۵-سید آل رسول نظمی، ۴۶-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۳۹-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۴۰-شاہ محمد حامد رضا قادری، ۴۱-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۴۲-مفتی شریف الحق امجدی، ۴۳-مولانا کوثر نعیمی، ۴۴-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۳] سلسلۂ چشتیہ واحدیہ برکاتیہ أویسیہ بلگرامیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-خواجہ حسن بصری، ۴-خواجہ عبد الواحد بن زید، ۵-خواجہ فضیل بن عیاض، ۶- سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی، ۷- خواجہ حُذیفہ مَرعشی، ۸-خواجہ ابو ہُبیرہ بصری، ۹-شیخ ممشاد دینوری، ۱۰-خواجہ ابواسحٰق شامی، ۱۱-خواجہ ابواحمد ابدال چشتی، ۱۲-خواجہ محمد بن ابواحمد چشتی، ۱۳-خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی، ۱۴-سید مودود چشتی، ۱۵-الحاج شریف زَندنی، ۱۶-خواجہ عثمان ہارونی، ۱۷-سلطان الہند، عطائے رسول خواجۂ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۸-سید قطب الحق والدین بختیار اوشی کاکی، ۱۹-خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر، ۲۰-سید محمد نظام الدین اولیا، ۲۱-سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، ۲۲-سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں، ۲۳-سید راجو قتال،

۲۴-شیخ سارنگ، ۲۵-شیخ محمد معروف بہ مینا، ۲۶-شیخ سعد بڈھن، ۲۷-مخدوم صفی، ۲۸-مخدوم حسین، ۲۹-سید میر عبدالواحد بلگرامی، ۳۰-سید شاہ عبدالجلیل، ۳۱-سید شاہ اویس، ۳۲-سید شاہ برکت اللہ، ۳۳-سید شاہ آل محمد، ۳۴-سید شاہ حمزہ، ۳۵-سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۶-سید آل رسول احمدی، ۳۷-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۸-سید مہدی حسن، ۳۹-شاہ اولادرسول، ۴۰-سید محمد صادق، ۴۱-سید اسمٰعیل حسن، ۴۲-سید اولادرسول محمد میاں، ۴۳-سید آل مصطفیٰ، ۴۴-سید آل رسول نظمی، ۴۵-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۳۸-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۳۹-شاہ محمد حامد رضا قادری، ۴۰-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۴۱-مفتی شریف الحق امجدی، ۴۲-مولانا کوثر نعیمی، ۴۳-سید اویس مصطفیٰ واسطی

۞

[۱۴] سلسلۂ سہروردیہ لطفیہ اویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-خواجہ حسن بصری، ۴-شیخ حبیب عجمی، ۵-شیخ داؤد طائی، ۶-شیخ معروف کرخی، ۷-شیخ سری سقطی، ۸-شیخ جنید بغدادی، ۹-خواجہ ممشاد علو دینوری، ۱۰-خواجہ ابواحمد اسود دینوری، ۱۱-خواجہ محمد معروف بہ عمویہ، ۱۲-شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر، ۱۳-شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی، ۱۴-شیخ الشیوخ، امام الفریقین شہاب الدین خواجہ عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۵-شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ۱۶-شیخ صدر الدین، ۱۷-شیخ رکن الدین، ۱۸-سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں، ۱۹-سید راجو قتال، ۲۰-شیخ علاء الدین، ۲۱-شیخ بہاء الدین، ۲۲-شیخ ادھن جونپوری، ۲۳-شیخ

قطب الدین، ۲۴-شیخ قیام الدین، ۲۵-جمال الاولیا، ۲۶-سید شاہ محمد کالپوی، ۲۷-سید شاہ احمد کالپوی، ۲۸-سید شاہ لطف اللہ بلگرامی عرف شاہ لدھا، ۲۹-سید نوازش علی فقیر بلگرامی، ۳۰-سید آل مصطفیٰ معروف بہ رحم میاں، ۳۱-سید احمد حسن، ۳۲-سید نذر علی، ۳۳-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۳۴-سید عزیز اللہ، ۳۵-سید بشیر حسین، ۳۶-سید علی حسین، ۳۷-سید زین العابدین، ۳۸-سید اویس مصطفیٰ واسطی

۞

[۱۵] سلسلۂ سہروردیہ برکاتیہ اویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-خواجہ حسن بصری، ۴-شیخ حبیب عجمی، ۵-شیخ داؤد طائی، ۶-شیخ معروف کرخی، ۷-شیخ سری سقطی، ۸-شیخ جنید بغدادی، ۹-خواجہ ممشاد علو دینوری، ۱۰-خواجہ ابواحمد اسود دینوری، ۱۱-خواجہ محمد معروف بہ عمویہ، ۱۲-شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر، ۱۳-شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی، ۱۴-شیخ الشیوخ، امام الفریقین شہاب الدین خواجہ عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۵-شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ۱۶-شیخ صدر الدین، ۱۷-شیخ رکن الدین، ۱۸-سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں، ۱۹-سید راجو قتال، ۲۰-شیخ علاء الدین، ۲۱-شیخ بہاء الدین، ۲۲-شیخ ادھن جونپوری، ۲۳-شیخ قطب الدین، ۲۴-شیخ قیام الدین، ۲۵-جمال الاولیا، ۲۶-سید شاہ محمد کالپوی، ۲۷-سید شاہ احمد کالپوی، ۲۸-سید شاہ فضل اللہ کالپوی، ۲۹-سید شاہ برکت اللہ، ۳۰-سید شاہ آل محمد، ۳۱-سید شاہ حمزہ، ۳۲-سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۳-سید آل رسول احمدی، ۳۴-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۵-سید

مہدی حسن، ۳۶-شاہ اولادرسول، ۳۷-سید محمد صادق، ۳۸-سید اسمٰعیل حسن، ۳۹-سید اولادرسول محمد میاں، ۴۰-سید آل مصطفیٰ، ۴۱-سید آل رسول نظمی، ۴۲-سید اویس مصطفیٰ واسطی[حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۳۵-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۳۶-شاہ محمد حامد رضا قادری، ۳۷-شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۳۸-مفتی شریف الحق امجدی، ۳۹-مولانا کوثر نعیمی، ۴۰-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۶] سلسلۂ سہروردیہ واحدیہ برکاتیہ اُویسیہ بلگرامیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-خواجہ حسن بصری، ۴-شیخ حبیب عجمی، ۵-شیخ داؤد طائی، ۶-شیخ معروف کرخی، ۷-شیخ سری سقطی، ۸-شیخ جنید بغدادی، ۹-خواجہ ممشاد علو دینوری، ۱۰-خواجہ ابو احمد اسود دینوری، ۱۱-خواجہ محمد معروف بہ عمویہ، ۱۲-شیخ وجیہ الدین ابو حفص عمر، ۱۳-شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی، ۱۴-شیخ الشیوخ، امام الفریقین شہاب الحق والدین خواجہ عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۵-شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ۱۶-شیخ صدر الدین، ۱۷-شیخ رکن الدین، ۱۸-سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں، ۱۹-سید راجو قتال، ۲۰-شیخ سارنگ، ۲۱-شیخ محمد معروف بہ مینا، ۲۲-شیخ سعد بڈھن، ۲۳-مخدوم صفی، ۲۴-مخدوم حسین، ۲۵-سید میر عبدالواحد بلگرامی، ۲۶-سید شاہ عبدالجلیل، ۲۷-سید شاہ اویس، ۲۸-سید شاہ برکت اللہ، ۲۹-سید شاہ آل محمد، ۳۰-سید شاہ حمزہ، ۳۱-ابوالفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۲-سید شاہ آل رسول احمدی، ۳۳-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری[''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آکے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۴-سید مہدی حسن، ۳۵-شاہ اولادرسول، ۳۶-سید محمد صادق، ۳۷-سید اسمٰعیل

حسن، ۳۸-سید اولادرسول محمد میاں، ۳۹-سید آل مصطفیٰ، ۴۰-سید آل رسول نظمی، ۴۱-سید اویس مصطفیٰ واسطی[حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۳۴-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۳۵- شاہ محمد حامد رضا قادری، ۳۶-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۳۷-مفتی شریف الحق امجدی، ۳۸-مولانا کوثر نعیمی، ۳۹-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۷] سلسلۂ نقشبندیہ صدیقیہ/علویہ لطفیہ اُویسیہ کالپویہ

۱-نبی اکرم رسول دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-افضل البشر سیدنا عبداللہ بن عثمان عتیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۳-صحابی جلیل سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۵-امام جعفر صادق[امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلسلۂ نقشبندیہ صدیقیہ اور علویہ دونوں منتہی ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ سلسلۂ صدیقیہ حضرت امام جعفر صادق پانچویں شیخ طریقت ہیں اور سلسلۂ نقشبندیہ علویہ میں چھٹے شیخ طریقت ہیں۔ باقی سارے مشائخ دونوں میں یہاں یکساں ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ علویہ حسب ذیل ہے:]

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶-امام جعفر صادق، ۷-خواجہ ابویزید بسطامی، ۸-خواجہ ابوالحسن خرقانی، ۹-شیخ ابوالقاسم گرگانی، ۱۰-شیخ ابوعلی طوسی فارمدی، ۱۱-خواجہ یوسف ہمدانی، ۱۲-خواجہ عبدالخالق غجدوانی، ۱۳-خواجہ عارف ریوکڑی، ۱۴-خواجہ محمود ابوالخیر فَغنَوی، ۱۵-خواجہ علی رامیتَنی، ۱۶-بابا محمد سمّاسی، ۱۷-امیر کُلال، ۱۸-برہان الاصفیا، خواجہ بہاء الحق والملّۃ والشریعۃ والدین سیدنا نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۹-خواجہ یعقوب چرخی، ۲۰-خواجہ عبید اللہ احرار، ۲۱-خواجہ محمد عبدالحق، ۲۲-سید محمد یحییٰ، ۲۳-سید عبداللہ، ۲۴-ممتاز ترین بزرگ سید ابوالعلا اکبرآبادی معروف بہ سیدنا، ۲۵-سید شاہ محمد کالپوی، ۲۶-سید شاہ احمد کالپوی، ۲۷-سید شاہ لطف اللہ بلگرامی عرف شاہ

لدھا، ۲۹-سید نوازش علی فقیر بلگرامی، ۳۰-سید آل مصطفیٰ معروف بہ رحم میاں، ۳۱-سید احمد حسن، ۳۲-سید نذر علی، ۳۳-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۳۴-سید عزیز اللہ، ۳۵- سید بشیر حسین، ۳۶-سید علی حسین، ۳۷-سید زین العابدین، ۳۸-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۸] سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ اُویسیہ

۱-خاتم النبیین، افضل المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، ۲-افضل البشر بعد الانبیاء امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۳-صحابی رسول سیدنا سلمان فارسی، ۴-حضرت امام شاہ قاسم، ۵-حضرت امام جعفر صادق، ۶- سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی، ۷-حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی، ۸-حضرت خواجہ ابو علی فارمدی، ۹-حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی، ۱۰-حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی، ۱۱-حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری، ۱۲-حضرت خواجہ محمود انجر فغنوی، ۱۳-حضرت خواجہ عزیزاں علی رامتینی، ۱۴-حضرت خواجہ محمد بابا سماسی، ۱۵-حضرت خواجہ سید امیر کلال سوفاری، ۱۶-حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۷-حضرت خواجہ علاء الدین عطار، ۱۸-حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی، ۱۹-حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار، ۲۰-حضرت خواجہ درویش محمد، ۲۱-حضرت خواجہ محمد املنکی، ۲۲-حضرت خواجہ محمد عبد الباقی باقی باللہ، ۲۳-حضرت مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندی، ۲۴-حضرت خواجہ مجدد الدین معصوم ثانی، ۲۵-حضرت خواجہ ابو القاسم گرگانی، ۲۶-حضرت خواجہ شاہ محمد زبیر، ۲۷-حضرت شاہ ضیاء اللہ، ۲۸-حضرت شاہ محمد آفاق، ۲۹- قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، ۳۰-حضرت سید علی حسین رحمانی واسطی، ۳۱-حضرت سید مصطفیٰ حسین واسطی، ۳۲-قطب بلگرام حضرت مولانا حافظ قاری سید زین العابدین واسطی، ۳۳-حضرت سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۱۹] سلسلۂ نقشبندیہ علویہ برکاتیہ اُویسیہ

۱-سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶- امام جعفر صادق، ۷-خواجہ ابویزید بسطامی، ۸-خواجہ ابوالحسن خرقانی، ۹-شیخ ابوالقاسم گرگانی، ۱۰-شیخ ابو علی طوسی فارمدی، ۱۱- خواجہ یوسف ہمدانی، ۱۲-خواجہ عبد الخالق غجدوانی، ۱۳-خواجہ عارف ریوکڑی، ۱۴-خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی، ۱۵-خواجہ علی رامیتنی، ۱۶-بابا محمد سماسی، ۱۷-امیر کلال، ۱۸-برہان الاصفیا، خواجہ بہاء الحق والملۃ والشریعۃ والدین سیدنا نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۹-خواجہ یعقوب چرخی، ۲۰-خواجہ عبید اللہ احرار، ۲۱-خواجہ محمد عبد الحق، ۲۲-سید محمد یحییٰ، ۲۳-سید عبد اللہ، ۲۴-ممتاز ترین بزرگ سید ابوالعلا اکبرآبادی معروف بہ سیدنا، ۲۵-سید شاہ محمد کالپوی، ۲۶-سید شاہ احمد کالپوی، ۲۷-سید شاہ فضل اللہ کالپوی، ۲۸-سید شاہ برکت اللہ، ۲۹-سید شاہ آل محمد، ۳۰-سید شاہ حمزہ، ۳۱-شمس الدین ابو الفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں، ۳۲-سید شاہ آل رسول احمدی، ۳۳-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۴-سید مہدی حسن، ۳۵-شاہ اولاد رسول، ۳۶-سید محمد صادق، ۳۷-سید اسمٰعیل حسن، ۳۸-سید اولاد رسول محمد میاں، ۳۹-سید آل مصطفیٰ، ۴۰-سید آل رسول نظمی، ۴۱-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:] ۳۴-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۳۵-شاہ محمد حامد رضا قادری، ۳۶-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۳۷-مفتی شریف الحق امجدی، ۳۸-مولانا کوثر نعیمی، ۳۹-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۲۰] سلسلۂ نقشبندیہ صدیقیہ برکاتیہ أویسیہ

۱-نبی اکرم رسول دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲-افضل البشر سیدنا عبداللہ بن عثمان عتیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۳-صحابی جلیل سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴-امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۵-امام جعفر صادق،۶-خواجہ ابویزید بسطامی، ۷-خواجہ ابوالحسن خرقانی،۸- شیخ ابوالقاسم گرگانی،۹- شیخ ابوعلی طوسی فارمَدی، ۱۰-خواجہ یوسف ہمدانی،۱۱-خواجہ عبدالخالق غجدوانی،۱۲-خواجہ عارف ریوکڑی،۱۳-خواجہ محمود ابوالخیر فَغنَوی،۱۴-خواجہ علی رامیتَنی،۱۵-بابا محمد سماسی،۱۶-امیر گلال،۱۷- برہان الاصفیا ،خواجہ بہاء الحق والملّۃ والشریعۃ والدین سیدنا نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۱۸-خواجہ یعقوب چرخی،۱۹-خواجہ عبیداللہ احرار،۲۰-خواجہ محمد عبدالحق،۲۱-سید محمد یحییٰ،۲۲-سید عبداللہ،۲۳-سید ابوالعلا اکبرآبادی معروف بہ سیدنا،۲۴-سید شاہ محمد کالپوی،۲۵-سید شاہ احمد کالپوی،۲۶-سید شاہ فضل اللہ کالپوی،۲۷-سید شاہ برکت اللہ،۲۸-سید شاہ آل محمد،۲۹-سید شاہ حمزہ،۳۰-ابو الفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں،۳۱-سید شاہ آل رسول احمدی،۳۲-سید شاہ ابوالحسین احمد نوری[''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے:۱-حضرت سید آل رسول نظمی،۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی،ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۳۳-سید مہدی حسن،۳۴-شاہ اولاد رسول،۳۵-سید محمد صادق، ۳۶-سید اسمٰعیل حسن ،۳۷-سید اولاد رسول محمد میاں ،۳۸-سید آل مصطفیٰ ،۳۹-سید آل رسول نظمی،۴۰-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]،۳۳-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،۳۴-شاہ محمد حامد رضا قادری،۳۵-مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۳۶-مفتی شریف الحق امجدی،۳۷-مولانا کوثر نعیمی،۳۸-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۲۱] سلسلۂ بدیعیہ لطفیہ أویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم،۲-امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۳-شیخ امین الدین،۴-شیخ عبدالاول،۵-شیخ عبداللہ شامی،۶-بزرگ ترین عارف، مکمل ترین ''کامل'' مولانا بدیع الحق والدین مدار مکن پوری، ۷-سید اجمل،۸-سید مبارک ،۹-سید جلال عبدالقادر،۱۰-شیخ قطب الدین،۱۱-شیخ قیام الدین، جمال الاولیا، ۱۲-سید شاہ محمد کالپوی ،۱۳-سید شاہ احمد کالپوی،۱۴-سید شاہ لطف اللہ بلگرامی عرف شاہ لدھا،۱۵-سید نوازش علی فقیر بلگرامی،۱۶-سید آل مصطفیٰ معروف بہ رحم میاں،۱۷-سید احمد حسن،۱۸-سید نذر علی،۱۹-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی،۲۰-سید عزیز اللہ، ۲۱-سید بشیر حسین،۲۲-سید علی حسین،۲۳-سید زین العابدین،۲۴-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۲۲] سلسلۂ بدیعیہ برکاتیہ أویسیہ کالپویہ

۱-سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم ،۲-امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۳-شیخ امین الدین ،۴-شیخ عبدالاول ،۵-شیخ عبداللہ شامی ،۶-بزرگ ترین عارف، مکمل ترین ''کامل'' مولانا بدیع الحق والدین مدار مکن پوری، ۷-سید اجمل، ۸-سید مبارک ،۹-سید جلال عبدالقادر،۱۰-شیخ قطب الدین،۱۱-شیخ قیام الدین، جمال الاولیا،۱۲-سید شاہ محمد کالپوی ،۱۳-سید شاہ احمد کالپوی،۱۴-سید شاہ فضل اللہ کالپوی،۱۵-سید شاہ برکت اللہ،۱۶-سید شاہ آل محمد، ۱۷-سید شاہ حمزہ،۱۸-ابو الفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں ، ۱۹-سید آل رسول احمدی،۲۰-سید شاہ ابو الحسین احمد نوری[''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے:۱-حضرت سید آل رسول نظمی،۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی،ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:]۲۱-سید مہدی حسن،۲۲-شاہ اولاد رسول،۲۳-سید محمد صادق،۲۴-سید اسمٰعیل حسن ،۲۵- سید اولاد رسول محمد میاں ،۲۶-سید آل مصطفیٰ

،۲۷-سید آل رسول نظمی، ۲۸-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۲۱-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۲۲-شاہ محمد حامد رضا قادری، ۲۳-شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۲۴-مفتی شریف الحق امجدی، ۲۵-مولانا کوثر نعیمی، ۲۶-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۲۳] سلسلۂ شطاریہ لُطفیہ اُویسیہ

۱-سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وعلیہم وسلم، ۲-امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، ۳-امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۴-امام زین العابدین، ۵-امام محمد باقر، ۶-امام جعفر صادق، ۷-سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی، ۸-شیخ محمد مغربی، ۹-شیخ بایزید عشقی، ۱۰-شیخ ابوالمظفر مولانا ترک طوسی، ۱۱-شیخ ابوالحسن عشقی خرقانی، ۱۲-شیخ خدا قلی ماورالنہری، ۱۳-شیخ محمد عاشق عشقی، ۱۴-خواجہ شیخ محمد عارف، ۱۵-شاہ عبداللہ شطاری، ۱۶-شیخ علاء الدین قاضن، ۱۷-شیخ ہدایۃ اللہ سرمست، ۱۸-شیخ ظہور حاجی، ۱۹-شاہ محمد غوث گوالیاری، ۲۰-شیخ عارف، ۲۱-شیخ عیسیٰ ۲۲-شیخ برہان، ۲۳-میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی، ۲۴-سید نوازش علی فقیر بلگرامی ،۲۵-سید آل مصطفیٰ معروف بہ رحم میاں، ۲۶-سید احمد حسن، ۲۷-سید نذر علی، ۲۸-سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۲۹-سید عزیز اللہ، ۳۰-سید بشیر حسین، ۳۱-سید علی حسین، ۳۲-سید زین العابدین، ۳۲-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۲۴] سلسلہ علویہ منامیہ برکاتیہ اُویسیہ

۱-سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۲-امیر المومنین، مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، ۳-شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۴-خاتم الاکابر سید آل رسول احمدی، ۵-نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری [''النور والبہا'' میں مذکور یہ سلسلہ حضرت مخدوم

ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو دو حضرات سے حاصل ہے: ۱-حضرت سید آل رسول نظمی، ۲-حضرت مولانا کوثر نعیمی، ان دونوں حضرات کے سلسلے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ میں آ کے مل جاتے ہیں۔ یہاں دونوں واسطے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نظمی کا سلسلہ:] ۶-سید مہدی حسن، ۷-شاہ اولاد رسول ،۸-سید محمد صادق، ۹-سید اسمٰعیل حسن، ۱۰-سید اولاد رسول محمد میاں، ۱۱-سید آل مصطفیٰ ،۱۲-سید آل رسول نظمی، ۱۳-سید اویس مصطفیٰ واسطی [حضرت مولانا کوثر نعیمی صاحب کا سلسلہ:]، ۶-امام اہل سنت قطب الارشاد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ۷-حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا قادری، ۸-مفتی اعظم قطب عالم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، ۹-مفتی شریف الحق امجدی، ۱۰-مولانا کوثر نعیمی، ۱۱-سید اویس مصطفیٰ واسطی

[۲۵] سلسلۂ شاذلیہ محمدیہ اُویسیہ بلگرامیہ

۱-سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، ۲-امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۳-سیدنا امام حسن، ۴-شیخ محمد جابر، ۵-شیخ سعید قیروانی، ۶-شیخ فتح سعودی، ۷-شیخ ابوالقاسم مروانی، ۸-شیخ ابواسحاق ابراہیم بصری، ۹-شیخ زین الدین محمود قزوینی، ۱۰-شیخ محمد شمس الدین خراسانی، ۱۱-شیخ تاج الدین لقا، ۱۲-شیخ ابوالحسن علی، ۱۳-شیخ تقی الدین احمر صوفی فقیہ، ۱۴-شیخ شریف مدنی، ۱۵-شیخ عبدالسلام بن مشیش، ۱۶-سید ابوالحسن علی بن محمد شاذلی، ۱۷-...............[حضرت سید محمد قادری علیہ الرحمہ کے مرشد اجازت اور استاذ حضرت مولانا قاری سلطان بن ناصر بن احمد خابوری علیہ الرحمہ کے حالات دستیاب نہیں ہوئے، اسی وجہ سے حضرت کا سلسلۂ شاذلیہ کن مشائخ کرام کے واسطے سے ہوتا ہوا ان تک پہنچا، اس کا علم نہ ہوسکا۔ بانی سلسلہ سے اوپر کے مشائخ کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے اور حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کے بعد کے مشائخ کا علم خاندانی بزرگوں سے ہوا۔ اس لئے ان دونوں بالائی اور زیریں کڑیوں کے مشائخ کے اسمائے گرامی یہاں درج کرتا ہوں۔ حضرت خابوری کے حالات اگر دستیاب ہوگئے تو آئندہ ایڈیشن میں درمیانی کڑیوں کے مشائخ کے اسمائے گرامی بھی شامل کر

لئے جائیں گے۔۱۲–ساحل] ۳۵–سلطان بن ناصر بن احمد خابوری ثم بغدادی جبوری، ۳۶–سید محمد قادری، ۳۷–سید غلام عماد الدین، ۳۸–سید باسط علی ولد سید علی مرتضیٰ، ۳۹–سید مرتضیٰ ابن سید باسط علی، ۴۰–سید عبد الرسول بن سید فرید الدین عرف بدلے، ۴۱–سید نذر علی، ۴۲–سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۴۳–سید عزیز اللہ، ۴۴–سید بشیر حسین، ۴۵–سید علی حسین، ۴۶–سید زین العابدین، ۴۷–سید اویس مصطفےٰ واسطی

[۲۶]سلسلۂ رفاعیہ محمدیہ أویسیہ بلگرامیہ

۱–سید المرسلین نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ۲–امیر المومنین مولائے کائنات ابوتراب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۳–خواجہ حسن بصری، ۴–خواجہ حبیب عجمی، ۵–شیخ داؤد طائی، ۶–خواجہ معروف کرخی، ۷–شیخ سری سقطی، ۸–سید الطائفہ جنید بغدادی، ۹–شیخ ابوبکر شبلی، ۱۰–شیخ علی عجمی، ۱۱–شیخ علی بازی، ۱۲–شیخ علی بن علام، ۱۳–شیخ ابوالفضل بن کمقاب، ۱۴–شیخ علاء الدین علی واسطی، ۱۵–حضرت سید احمد کبیر رفاعی، ۱۶–.............

[حضرت سید محمد قادری علیہ الرحمہ کے مرشد اجازت اور استاذ حضرت مولانا قاری سلطان بن ناصر بن احمد خابوری علیہ الرحمہ کے حالات دستیاب نہیں ہوئے، اسی وجہ سے حضرت کا سلسلۂ رفاعیہ کن مشائخ کرام کے واسطے سے ہوتا ہوا ان تک پہنچا، اس کا علم نہ ہوسکا۔ بانی سلسلہ سے اوپر کے مشائخ کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے اور حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ کے بعد کے مشائخ کا علم خاندانی بزرگوں سے ہوا۔ اس لئے ان دونوں بالائی اور زیریں کڑیوں کے مشائخ کے اسمائے گرامی یہاں درج کرتا ہوں۔ حضرت خابوری کے حالات اگر دستیاب ہو گئے تو آیندہ ایڈیشن میں درمیانی کڑیوں کے مشائخ کے اسمائے گرامی بھی شامل کر لئے جائیں گے۔۱۲–ساحل] ۳۵–سلطان بن ناصر بن احمد خابوری ثم بغدادی جبوری، ۳۶–سید محمد قادری، ۳۷–سید غلام عماد الدین، ۳۸–سید باسط علی ولد سید علی مرتضیٰ، ۳۹–سید مرتضیٰ ابن سید باسط علی، ۴۰–سید عبد الرسول بن سید فرید الدین عرف بدلے، ۴۱–سید نذر علی، ۴۲–سید حسین بن سید نیاز حسن بن سید نذر علی، ۴۳–سید عزیز اللہ، ۴۴–سید بشیر حسین، ۴۵–سید علی حسین، ۴۶–سید زین العابدین، ۴۷–سید اویس مصطفےٰ واسطی

شجرہ سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ [منظوم]

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے — یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے — دے بصیرت شیخ بصری مقتدا کے واسطے
دے حبیب عجمی کے صدقے تو فصاحت بر زباں — صدقۂ داؤد نغمہ بھی ادا کے واسطے
صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر — بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
بہر معروف وسری معروف دے بے خودسری — جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے
بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا — ایک کار کھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد — بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے
قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا — قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے
احسن اللہ لہٗ رزقا سے دے رزق حسن — بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
صدقۂ سید محمد ابن صالح صلح خیر — حسن انجام احمد نور الہدیٰ کے واسطے
طور عرفان و علو و حمد و حسنی و بہا — دے علی موسیٰ احمد بہا کے واسطے
بھیک دے بہر محمد فقر دے بہر جلال — بخش فردیت فرید الاولیا کے واسطے
دونوں ابراہیم سے تو نار غم گلزار کر — یعنی ملتانی و بکری اصفیا کے واسطے
شہ امان و شہ حسین و شہ ہدایت کے طفیل — دِے ثبات وامن وحق جوئی گدا کے واسطے
حرمت راز شہ عبد الصمد سے کر عطا — شان استغنائے مال وزر گدا کے واسطے
دے مجھے اے قاسم ارزاق رزق لایموت — بندۂ رزاق قطب الاولیا کے واسطے
بہر اسمٰعیل خم میرا سر تسلیم رکھ — اس قتیل شیوۂ صبر و رضا کے واسطے
شاکر اللہ ونجات اللہ سے شکر ونجات — اور بقا عبد الحکیم بو البقا کے واسطے
شہ غلام شاہ جیلانی سے راہ حق دکھا — کر مجھے ممتاز ممتاز الوریٰ کے واسطے
دے طفیل احمد رزاقی جیلانی فروغ — علم وعرفان وشرف کو اس گدا کے واسطے

حب احمد کی ضیا سے میرا دل معمور کر	شہ حبیب احمد رئیس الاولیا کے واسطے
بندگانِ پارسا میں کرلے شامل اے خدا	میر زین العابدیں مرد خدا کے واسطے
کراویس جذب ایماں صاحب صدق ویقیں	مرشدی سید اویس مصطفیٰ کے واسطے
صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم وعمل	عفو وعرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

شجرۂ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صغرویہ [منظوم]

یا الٰہی! رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے	یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے
اے خدا مجھ کو غم ورنج والم سے دے نجات	مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
یا الٰہی! حسن صورت، حسن سیرت کر عطا	شہ حسن بصری غلام مرتضیٰ کے واسطے
مجھ کو شرک وکفر کی آلودگی سے دے اماں	ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
فضل کی بارش سے کر سیراب مجھ کو اے خدا!	شہ فضیل ابن عیاض پارسا کے واسطے
اپنے فضل خاص سے نار جہنم سے بچا	بہر ابراہیم ادہم رہنما کے واسطے
نامۂ اعمال سے میرے گناہوں کو مٹا	شہ حذیفہ مرعشی اہل تقیٰ کے واسطے
مجھ کو اپنے اولیاء و اتقیاء کا کر غلام	شہ ہبیرہ مرجع اہل صفا کے واسطے
میری بھی کشتی گناہوں کی، کنارے پر لگا	شاہ ممشاد علوئے ناخدا کے واسطے
معرفت کا نور مجھ کو بھی عطا کر اے خدا!	حضرت اسحاق امام الاصفیا کے واسطے
مجھ کو اوصاف حمیدہ بخش دے پروردگار	شاہ ابو احمد، محمد اولیا کے واسطے
کر مدد، قید معاصی سے رہائی دے مجھے	ناصر بو یوسف قبلہ نما کے واسطے
اہل بیت پاک کی مجھ کو محبت کر عطا	سید مودود چشتی رہنما کے واسطے
کردے تقویٰ اور شرافت کا شرف مجھ کو عطا	شہ شریف زندنی کے اتقا کے واسطے
مجھ کو بھی کردے خدا بحر سخا سے فیض یاب	سیدی عثمان کے لطف وعطا کے واسطے
صدقۂ خواجہ معین الدیں عطا کر اے خدا!	دولت دنیا و دیں اپنی رضا کے واسطے

غیب سے دے رزق پاک وصاف دنیا میں مجھے	شاہ قطب الدین کاکی کے گدا کے واسطے
یا خدا! مثل محمد اہل دعوت کر مجھے	شیر کر، سالار جند اتقیا کے واسطے
دین ودنیا کی سعادت سے مجھے مسعود کر	نصرتیں دے ناصر دین ہدیٰ کے واسطے
بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر	دے بلندی شہ علا مرد خدا کے واسطے
اپنے فضل خاص سے ہر روز وشب کر بہرہ ور	خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
قوم وملت، دین ودنیا کی سیادت دے مجھے	حضرت سید محمد ذوالعطا کے واسطے
اپنی رحمت سے فن مدحت سرائی کر عطا	شاہ فضل اللہ کے جود وسخا کے واسطے
بخش دے مولیٰ ہمارے روئے ایماں کو جمال	شاہ اجمل، عبد وہاب ضیا کے واسطے
کر مدد بہر معین دین حق محتاج کی	منفرد کر شہ فرید حق نما کے واسطے
کر مجھے بھی اپنے ولیوں کے غلاموں میں شمار	شہ محمد قادری قدرت نما کے واسطے
اپنے محبوب مکرم کے غلاموں میں اٹھا	سیدی عبد رسول باصفا کے واسطے
حضرت شیر خدا کی نذر کر میری حیات	سیدی نذر علی باخدا کے واسطے
مجھ پہ بھی کر کے کرم وصف شہادت کر عطا	شہ حسین آل شہید کربلا کے واسطے
اولیا کی پاک محفل میں مجھے کر عزیز	شہ عزیز اللہ عزیز الاولیا کے واسطے
اے خدائے پاک! جنت کی بشارت دے مجھے	مرشدی سید بشیر بے ریا کے واسطے
بندگان پارسا میں کرلے شامل اے خدا!	میر زین العابدیں مرد خدا کے واسطے
غائبانہ عشق کی دولت مجھے بھی کر عطا	مرشدی سید اویس مصطفیٰ کے واسطے
صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین: عز، علم وعمل	عفو وعرفاں، عافیت اس بے نوا کے واسطے

شجرہ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ [منظوم]

یاالٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے	یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے	کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے — علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے
صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر — بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
بہر معروف وسری معروف دے بے خودسری — جند حق میں گن جنید با صفا کے واسطے
بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا — ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد — بو الحسن اور بو سعید سعد زا کے واسطے
قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا — قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے
احسن اللہ لہٗ رزقا سے دے رزق حسن — بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
نصرابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ — دے حیات دیں محی جانفزا کے واسطے
طور عرفان و علو و حمد و حسنٰی و بہا — دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے
بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر — بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے
خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال — شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے
دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے — خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے — عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے
حب اہل بیت دے آل محمد کے لئے — کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر — اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے
دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ رکھ — حضرت آل رسول مقتدیٰ کے واسطے
نور ایماں نور عرفاں نور قبر و حشر دے — بو الحسین احمد نوری ضیا کے واسطے
بلبل بستان نوری سید مہدی حسن — بخش دے اس صاحب جذب وصفا کے واسطے
مجھ کو اولاد رسول پاک کا رکھنا غلام — شاہ اولاد رسول با صفا کے واسطے
قول وفعل وحال سب میں مجھ کو تو سچا ہی رکھ — شہ محمد صادق مرد خدا کے واسطے
میری قسمت کی برائی نیکی سے کر دے بدل — حضرت ابو القاسم خیر و ہدیٰ کے واسطے
حب اولاد رسول پاک دے دل میں بسا — شاہ اولاد رسول رہنما کے واسطے
نام نامی جن کا ہے حضرت غلام محی دیں — بخش دے مجھ کو تو ان کے اتقا کے واسطے
نور احمد ضوفگن ہو مجھ پہ اے رب عزیز — نور احمد عاشق نور خدا کے واسطے
مصطفیٰ و مرتضیٰ راضی ہوں مجھ سے اے خدا — میرے مولیٰ شاہ سید ارتضیٰ کے واسطے

مجھ کو راہ مصطفیٰ پر گامزن رکھنا مدام — میرے مرشد شاہ آل مصطفیٰ کے واسطے
دو جہاں کی نعمتوں سے مجھ کو مالا مال کر — سید آل رسول پیشوا کے واسطے
واسطہ مرشد اویس مصطفیٰ کا اے خدا — ملتجی ہوں تجھ سے میں عفو و خطا کے واسطے
صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم وعمل — عفو و عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

کلماتِ تہنیت

بموقع زیارت حرمین طیبین حضرت الحاج ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی دامت برکاتہم العالیہ

مخدوم گرامی حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی مدظلہٗ کے برادر مکرم حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی مدظلہٗ اپنی والدہ ماجدہ اور بڑی امی [اہلیہ حضرت سید شاہ زین العابدین علیہ الرحمہ] کے ہمراہ حرمین طیبین کے مقدس سفر پر روانہ ہوئے۔ مراجعت کے وقت احقر، حضرت کے استقبال کے لئے لکھنو ایئر پورٹ پر حاضر ہوا۔ چند اشعار تہنیت کے بے ساختہ زبان پر آ گئے۔ میں نے مناسب جانا کہ یہ اشعار بھی شامل کر لئے جائیں تا کہ حضرت کا یہ یادگار لمحہ محفوظ ہو جائے، ساتھ ہی حضرت کے مختصر احوال زندگی بھی شامل کر دیئے ہیں تا کہ یہ دستاویزات محفوظ ہو جائیں اور مستقبل میں اخلاف کے کام آئیں۔

حضرت الحاج ڈاکٹر سید بلال مصطفیٰ عرف سید بادشاہ حسین واسطی مدظلہٗ کی ولادت ۴/اپریل ۱۹۶۳ء/۱۳۸۴ھ کو گلشن واسطی بلگرام شریف میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دولت کدے پر ہوئی پھر قرآن حکیم ناظرہ حافظ سلامت اللہ بلگرامی سے مکمل کیا۔ اردو فارسی کی تعلیم مولوی سید محمد یوسف ستھرے میاں بلگرامی سے حاصل کی۔ بارہ بنکی کے رفیع احمد قدوائی میموریل نرسری اسکول میں ابتدائی مرحلے کے عصری علوم حاصل کئے۔ اس کے بعد انٹر تک کی تعلیم جی جی آر کالج بلگرام شریف میں ہوئی۔ پھر کلکتہ جا کر B.B.M.S کا کورس مکمل کیا۔ کورس کی تکمیل کے بعد سے ہی بلگرام شریف میں مطب کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے نانا جان رئیس الاولیا حضرت سید شاہ حبیب میاں قادری رزاقی قدس سرہٗ مسولی شریف کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ کو

بڑے ابا حضرت سید شاہ زین العابدین اور اپنے مرشد برحق دونوں حضرات سے سلاسل خاندانی کی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

آپ کا عقد مسنون ۲۳ر نومبر ۱۹۸۷ء/ ۱۴۰۷ھ کو سیدہ عزیزہ بنت سید قاسم میاں قادری علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ حضوریہ سریاں شریف، اعظم گڑھ کے ہمراہ ہوا۔ نکاح خوانی کے فرائض آپ کے ہم زلف حضرت علامہ سید حامد اشرف علیہ الرحمہ نے انجام دیے۔ حضرت سید بادشاہ میاں مدظلہٗ کے اخلاف میں آٹھ شہزادے اور شہزادیاں ہیں جن کے بالترتیب اسماء یہ ہیں: ۱- سید انس حسین واسطی، ۲- سیدہ تطہیر فاطمہ واسطی، ۳- سید وقاص حسین واسطی، ۴- سید یاسر حسین واسطی، ۵- سید عاصم حسین واسطی، ۶- سید حسن عمیر واسطی، ۷- سیدہ آصفیہ واسطی، ۸- سیدہ فاریہ واسطی۔

آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں حاصل ہوئی۔ آپ ۵ر ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۴ر نومبر ۲۰۰۸ء بروز سہ شنبہ لکھنؤ ایئر پورٹ سے روانہ ہوئے اور پہلے مدینہ طیبہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر مکّہ معظّمہ حاضر ہوئے اور حج مبرور کی سعادت حاصل کی اور منعم حقیقی کی جناب سے بے شمار برکتیں، سعادتیں اور نعمتیں لے کر ۲۱ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ/ ۲۰ر دسمبر ۲۰۰۸ء سنیچر کی دوپہر کو لکھنؤ تشریف لے آئے۔

آپ سلیم الطبع، حلیم، بلاؤں پر حد درجہ صابر، خلیق، متواضع اور اصاغر نواز شخصیت کے مالک ہیں۔ معمولات مشائخ کی پابند اور درویشانہ طرز حیات رکھنے والی یہ ذات کریم اپنے آپ کو طبیب کے لباس میں دنیا سے چھپائے رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے احقر کو سرفراز فرمائے اور گلشن واسطی کا ہر پھول قیامت تک سدا بہار رہے۔ آمین! نیاز مند: ساحل

❁

حریم بزم رسالت سے بادشاہ آئے — سمیٹے دامن پر نور میں رضا آئے
صفا کی چال سے لے کر صفائے نو کا جنوں — حرا کی خاک لئے نسخۂ شفا آئے

وہ گرد کعبہ جنوں خیز طوف کا عالم — ہر ایک دور میں توحید کا نشہ آئے
وہ نقش پائے براہیم، کعبۂ ایماں — جہاں پہ رب کی عبادت میں وجد سا آئے
وہ سلسبیل کا میخانۂ براہیمی — ہر ایک بوند میں تسنیم کا مزہ آئے
وہ دیکھو قادری فیضان کا گھرا بادل — جبھی تو طیبہ سے پیغام مصطفےٰ آئے
جمع ہیں زینِ عبادِ جہاں کی تنویریں — ارم سے حضرت شاہد بھی پر ضیا آئے
حرم کی سمت رواں ماں کی سرپرستی میں — خوشا سعادت دل کیسے مدعا آئے
ہر ایک اپنوں سے مل کر ہی حج کو جاتا ہے — جبھی تو طیبہ سے کعبہ کو بادشاہ آئے
وہ طیبہ ارضِ چمنِ زارِ خاندانِ نبی — جہاں سے ہر طرف اولاد مرتضیٰ آئے
اسی وطن سے چلے، بلگرام کو پہنچے — فتح کا تاج سجائے وہ اصفیا آئے
وہ ابن زید شہید ستم، محمد ہیں — کہ جن کی نسل مقدس سے بادشاہ آئے
اسی محمد صغریٰ کے جانشین اویس — فیوض و نور کا جوبن کے سلسلہ آئے

بس ایک جرعۂ یک رنگ دیدیں ساحلؔ کو
کہ جس میں کوثر و تسنیم کا مزہ آئے

مثنوی امواج الخیال

علامہ سید عبدالجلیل نامی واسطی بلگرامی قدس سرہٗ

مثنوی معراج الکمال

[تکملہ مثنوی امواج الخیال]

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ



مثنوی امواج الخیال

نتیجۂ فکر: علامہ سید عبدالجلیل نامی واسطی بلگرامی قدس سرہٗ

ترجمہ: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

یہ مثنوی، صفیر بلگرامی کی تاریخ بلگرام سے لی گئی ہے جس میں ۱۲۴ر اشعار درج ہیں۔ سرو آزاد اور روضۃ الکرام کے نسخوں سے باقی ماندہ اشعار کی تکمیل کر کے مثنوی امواج الخیال کا یہ نسخہ تیار کیا گیا۔ ۱۲ ساحل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱- آب وگل من کہ فیض عام است — از خطۂ پاک بلگرام است
۲- سبحان اللہ چہ بلگرامے — کوثر مئے و آفتاب جامے
۳- خاکش گل نوبہار عشق است — آبش مئے بے خمار عشق است
۴- از عشق سر شتہ ایزدِ پاک — در روز ازل خمیر ایں خاک
۵- ہر لالہ کزیں دیار روید — تخم دلِ داغدار روید
۶- ہر گل کہ دمیدہ است زیں خاک — خونین جگرے است پیرہن چاک
۷- نرگس نہ بود بطرف گلزار — منصور برآمد است بردار
۸- گل با سنبل بہم دراں خاک — آویختہ بسملے بفتراک
۹- تا وصف بہار را کنم سر — صد غوطہ زنم بموج کوثر
۱۰- خورشید ازاں بہار نیرنگ — پژمردہ گلے است باختہ رنگ

۱۱- شب نیست بطرف ایں گلستاں　عکسے است زموج سنبلستاں
۱۲- در ہر طرفش کہ مرغزار است　تا کار کند نظر بہار است
۱۳- سنبل بچمن بود بصد ناز　زنگی بچۂ کمند انداز
۱۴- از فیض ہوائے آں گلستاں　سر سبز شود نفس چو ریحاں
۱۵- زآتش کدہ سبزہ می زند جوش　ہم چو خط یار از بناگوش
۱۶- تاگشت زسبزہ اش جہاں سبز　از عکس شدہ است آسماں سبز
۱۷- ہر سبزہ کہ از زمیں کشد سر　رنگین است چو گردنِ کبوتر
۱۸- لالہ کہ برائے رقص جستہ　برپائے بہار رنگ بستہ
۱۹- نے نے غلطم کہ بہر بازی　بر چوب بر آمد است غازی
۲۰- لالہ بنی بسنبلستاں گلچیں　روشن چو بشب صفِ چراغاں
۲۱- تاگشت ازاں بہار گلچیں　پوشیدہ نگہہ لباس رنگیں
۲۲- درکوچۂ باغ موج سوسن　چوں سرمہ کند دیدہ روشن
۲۳- تاشد چمنش بدیدہ محسوس　شد پردۂ چشم بال طاؤس
۲۴- ہست از پئے بزم تیرہ روزاں　صد برگ نو مشعلِ فروزاں
۲۵- تا وصف بہار کرد گستاخ　گردید زقلم زمردیں شاخ
۲۶- بعد از صفتِ بہار گلپوش　از وصف خزاں زنم کنوں جوش
۲۷- نیرنگ خزاں در انجمن زار　اعجاز بہار بُردہ از کار
۲۸- گلشن کہ نشاط و کامرانی　پوشیدہ لباس زعفرانی
۲۹- گلشن چہ مقام دلکشای است　ہر نخل ستون کہر بای است
۳۰- گلشن چو عروس کردہ ہرہفت　پوشیدہ بخود لباس زربفت
۳۱- آتشبار خزاں زہر شاخ　موشک بہوا دواندہ گستاخ
۳۲- باغستانش کہ انبہ زار است　جولانگہ جلوۂ بہار است

۳۳- سرسبزی برگہائے بیحد　زیبندہ چو تودۂ زمرد
۳۴- ہرانبۂ سرخ شہد محمل　آریختہ از درخت چوں دل
۳۵- ترصیع بہار بیں کہ بے کد　یاقوت نشاندہ در زمرد
۳۶- واں انبہ کہ سبز رنگ یالی　مینای مئے فرنگ یالی
۳۷- در رنگ زمرد افتخار است　آویزۂ گوش نو بہار است
۳۸- ہر انبۂ زرد روح پرور　چوں ساغر زر فشاند کوثر
۳۹- مہتاب بصبح آں چمن زار　فرّاش تجلے صفا کار
۴۰- مہتاب چوآب نقرۂ صاف است　گیتی ہمہ فرش نقرۂ باف است
۴۱- مہہ در گردوں بچشم بینا　چوں بیضۂ بط بود بمینا
۴۲- از جلمل عکس ماہ در آب　لرزیدہ بحال خویش سیماب
۴۳- سبحان اللہ چہ جلمل نور　بیتاب چو برق شعلۂ نور
۴۴- سرما چو دراں مقام آید　عنقائے ہوا بدام آید
۴۵- ہر درد کہ از جگرکند گل　افسردہ شود چو شاخ سنبل
۴۶- افسردن بسکہ میکند جبر　تسبیح بلور بارد از ابر
۴۷- تابستانش کہ عیش باراست　چوں گرمی عشق ساز کاراست
۴۸- گرمی آنجا ست مایۂ زیست　گوئی کہ حرارتِ غریزی است
۴۹- چوں موسم برشکال آید　حسنش بحد کمال آید
۵۰- جولاں سحاب شوخ طناز　چوں خیل پری بود بہ پرواز
۵۱- شاہنشہ یکّہ تاز برسات　ساغر کش نشۂ مباہات
۵۲- نقارہ نواز حشمت خویش　مشکیں علم سحاب درپیش
۵۳- از برق نمودہ تیغ خوں ریز　واز ابرسیہ سپر دل آویز
۵۴- ترکش زتقاطر بہاریں　وز قوس قزح کمان رنگیں

۵۵- تاروئے زمیں بدست آرد   برفوج خزاں شکست آرد
۵۶- باریدن ریزہ ریزہ باراں   کردہ ورق نشاط افشاں
۵۷- نصّے است ازیں بہار مرغوب   ظلِّ ممدودِ ماءِ مسکوب
۵۸- درویش ہوا بسے نفس سوخت   تاخرقہ رقعہ رقعہ بردوخت
۵۹- از نشۂ ذکر جہر شد مست   تسبیح ہزار دانہ در دست
۶۰- سرخی است سحاب گوہر افشاں   غلطاندہ بخون دل بدخشاں
۶۱- آورد زمانہ موج شنگرف   تا بر ورق طرب کند صرف
۶۲- شادابی ابر زرد دیدہ   رنگ از رُخ کہربا پریدہ
۶۳- در جوش بود یکامرانی   دریائے شراب زعفرانی
۶۴- ابرے کہ سفید رنگ خیزد   کافور بداغ سینہ ریزد
۶۵- از دست بہار کیمیا ساز   سیماب در آمدہ بہ پرواز
۶۶- ہر سوے ہجوم ابر تیرہ   صف بستہ چوزنگیان خیرہ
۶۷- تالیلے برق بر جہاں تاخت   خرگاہ زچشم آہواں ساخت
۶۸- دامن بزمیں کشیدن ابر   تاراج دل است و غارتِ صبر
۶۹- جاں می چکد از ترشح ابر   نتواں کردن ازیں ہوا صبر
۷۰- صحرا ہمہ سبز بام و در سبز   عالم شدہ ہمچو بخت سر سبز
۷۱- بالیدن لالہ نیزہ نیزہ   باریدن ابر ریزہ ریزہ
۷۲- آں جام گرفت بر کفِ دست   ایں ریختہ بادہ تا کند مست
۷۳- درجین ترشح نکو فال   کوثر بیزد فلک بغربال
۷۴- تا صاف دہد باہل ایں شہر   واں درد بزاہداں بے بہر
۷۵- طاؤس کہ بادشاہ مرغاں است   باچتر و کلاہ بال افشاں است
۷۶- پوشیدہ بخود قبائے زردوز   وزجوش طرب نشاط اندوز

۷۷- بلے زندہ کند دم پپیہا   محی الاجساد چوں مسیحا
۷۸- کویل بہ ترانہ ہائے پرسوز   در خرمن سبز شعلہ افروز
۷۹- چوں نے ہمہ تن پراز نفیراست   باآنکہ زسرمہ اش خمیر است
۸۰- در گلشن و دشت جلوہ پیراست   بر روئے زمانہ خال زیبا است
۸۱- زاں نکتہ تنش سیاہ گشتہ   از کثرت دود آہ گشتہ
۸۲- چشمش کہ زجوش عشق گلگون است   چوں دیدۂ عاشقاں پراز خون است
۸۳- زنبور سیہ صنم پرستی است   ازجام جنون سیاہ ہستی است
۸۴- آوارہ بشہر و دشت و کہسار   ایں طرفہ کہ نقطہ گشتہ پرکار
۸۵- ہر صفحۂ گل کہ عشرت افزاست   چوں نقطۂ انتخاب زیباست
۸۶- از بیر بہٹی دلآویز   گیتی شدہ کیسر ارغواں ریز
۸۷- برشاہ بہار ملک ناسوت   افلاک نثار کردہ یاقوت
۸۸- زاختر کدۂ ہجوم جگنوں   گیتی شدہ رشک سطح گردوں
۸۹- جگنوں نبود بچشم مردم   شب کردہ ز دل خوشی تبسم
۹۰- ہر کوچۂ شہر عشرت انگیز   چوں رستۂ کہکشاں دلآویز
۹۱- ہر سو صنمے کرشمہ پرداز   از نوکِ نگہ جگر رفوساز
۹۲- تاپائے کشاں کمند کاکل   سرمست نگاہِ پُر تغافل
۹۳- از چین جبین ناز تخمیر   درپائے نگاہ کردہ زنجیر
۹۴- خطے کہ بصفحۂ عذار است   شیرازۂ جوش نوبہار است
۹۵- از خنجر غمزۂ مقابل   تا سینہ دریدہ پردۂ دل
۹۶- صفحائے مژہ بہ ترک تازی   مشغول نبرد نیزہ بازی
۹۷- قدے و نہال جلوہ نو خیز   حسنے و بہار غمزہ گل ریز
۹۸- تادر تتق حیا نشستہ   چق از مژہ برنگاہ بستہ

۹۹- از واشدن گل تبسم   درخون شفق طپیدہ انجم
۱۰۰- از سینۂ شاں کہ چوں بہاراست   پیشانی صبح داغدار است
۱۰۱- عشاق جگر فگار آنجا   کج کردہ سرکلاہ سودا
۱۰۲- ساغر طلبان شعلۂ طور   مینا شکنان شور منصور
۱۰۳-ہر قطرۂ اشک شاں بزاری   فانوس خیال بیقراری
۱۰۴-ہر مدِ نگاہ موج خون است   نے نے غلطم رگِ جنون است
۱۰۵- از فرقۂ طالبان مولیٰ   رنگینیٔ بزم وصف اولیٰ
۱۰۶- وحدت نگہبان کثرت آثار   از بادۂ نفی غیر سرشار
۱۰۷- اطوار وجود دیدہ یک رنگ   حیرت بہ نگاہ کرد ہم سنگ
۱۰۸- مینا شکنان بزم ہستی   مدہوش شراب حق پرستی
۱۰۹- دل کردہ زبہر یار خود فرش   الرحمٰن استویٰ علیٰ العرش
۱۱۰- طے ساختہ وادیٔ شریعت   جا کردہ بمنزلِ حقیقت
۱۱۱- وا کردہ نظر بحسن جاوید   از دیدہ سرمہ سای توحید
۱۱۲- سر گرم طواف کعبۂ دل   قربانی نفس کردہ بسمل
۱۱۳- تا یافتہ گنج کنتُ کنزا   دادہ دل و دین زکوٰۃ ازکیٰ
۱۱۴- بگذشتہ زقید کفر و اسلام   وارُستہ زبیم ترک احکام
۱۱۵- وقت منشان نکتہ پرداز   در ہر سر کوچۂ سخن ساز
۱۱۶- ابروئے بیان شاں رفیع است   مفتاح معانی بدیع است
۱۱۷- از وصف مبارزان آں شہر   درکام عدو کنم سخن زہر
۱۱۸- از ناوک شاں کہ چوں شراراست   در بیشہ پلنگ داغدار است
۱۱۹- خورشید زتیغ شاں دریں دشت   مانند بسر بریدہ در طشت
۱۲۰- انجم نبود کہ از ستیزہ   بر روئے فلک زدند نیزہ

۱۲۱- از موج طلاطم ترانہ   لبریز صدا بود زمانہ
۱۲۲- رنگینیٔ نغمہائے تازہ   مالیدہ بروئے عیش غازہ
۱۲۳-طفلے کہ دراں دیار دیدند   نافش برباب و دف بریدند
۱۲۴- بر یک طرفش کہ آب گنگ است   سرچشمۂ صد ہزار رنگ است
۱۲۵- انجم نبود کہ موجش ازدل   افگندہ گہر بروئے ساحل
۱۲۶- چوں اشتر مست و تیز رفتار   کف برلب و دہان خس وخار
۱۲۷- آبش کہ بہار رنگ دارد   ترکی است کہ عزم جنگ دارد
۱۲۸- از باد صبا زرہ ببر کرد   گرداب نمونۂ سپر کرد
۱۲۹- خودے ز حباب کردہ برسر   وز موج بکف گرفتہ خنجر
۱۳۰- تا بر صفِ غم شکست آرد   اقلیم طرب بدست آرد
۱۳۱- ہر سمت دگر زشہر تالاب   آئینہ موج خیز مہتاب
۱۳۲-زوآب حیات درخروش است   چوں ماتمیان سیاہ پوش است
۱۳۳-سبحان اللہ از آں عمارات   برتر ز بلندیٔ عبارات
۱۳۴-دیوار رفیعش از بلندی   بر عرش نمودہ کوچہ بندی
۱۳۵-قیّم چو اساس شرع غرّا   محکم چوں بنائے دوستی ہا

ترجمہ: ۱- میرے فیض بار وجود کا خمیر بلگرام کی پاک سرزمین سے تعلق رکھتا ہے۔
۲- سبحان اللہ! سرزمین بلگرام کی کیا بات ہے۔ یہاں کی شراب کوثر کی اور جام آفتاب کا ہے۔
۳- اس کی خاک عشق کا گل نو بہار معلوم ہوتی ہے اور اس کے پانی میں شراب عشق کا مزہ آتا ہے جس میں بدمستی نہیں ہوتی۔
۴- اللہ رب العزت نے روز ازل اس سرزمین کا خمیر عشق سے گوندھا تھا۔
۵- لالہ کا جو پھول اس دیار میں پھولتا ہے وہ داغ عشق سے مزین دل کا نتیجہ ہوتا ہے
۶- اس خاک میں جو پھول بھی کھلتا ہے، وہ سوز عشق سے جگر خون اور پیراہن چاک رکھتا ہے۔
۷- گلزار میں نرگس نہ ہوئی، مانو حضرت منصور نے دار پر جلوہ دیا ہو۔

۸- اس خاک میں گل وسنبل اس طور سے نکھارتے ہیں جیسے کسی گل کو فتراک [شکاربند] میں ڈال دیا گیا ہو۔

۹- یہاں کے موسم بہار کی توصیف کے لیے مجھے حوض کوثر کی موج میں سوغوطے لگانے پڑیں گے

۱۰- اس بے مثل موسم بہار میں آفتاب ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کمہلایا ہوا گلاب ہو حس کے رنگ بکھر چکے ہیں۔

۱۱- اس گلستاں کی رات کیا ہوتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے سنبلستان [جہاں سنبل نام کی گھاس ہوتی ہے] کی موج کا کوئی عکس ہو۔

۱۲- بلگرام کی ہر سمت مرغزاروں کا ایک سلسلہ ہے، تا حد نگاہ بہار ہی بہار ہے۔

۱۳- سنبل چمن میں اس انداز سے اٹھلاتی ہے جیسے کسی حبشی بچے نے کمند ڈال رکھی ہو۔

۱۴- اس گلستان کی آب وہوا کا فیض، نفس انسانی پر ایسا اثر انداز ہوتا ہے کہ آدمی گل وریحان کی مانند کھل اٹھتا ہے۔

۱۵- بلگرام کے آتشکدوں میں بھی سبزہ لہلہاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے محبوب کے گلنار رخسار پر کان کی لو سے سبز خط کی ایک دلکش لکیر پھیل گئی ہو۔

۱۶- اس کے سبزوں سے کائنات ایسی سبز ہوگئی ہے کہ اس کا عکس جب آسمان پر پڑتا ہے تو وہ بھی سبزہ دکھائی دیتا ہے۔

۱۷- یہاں جو سبزہ سر اٹھاتا ہے تو وہ کبوتر کی گردن کی مانند رنگین ہوتا ہے۔

۱۸- جو لالہ بھی رقص کے لیے جست کرتا ہے، وہ بہار کو رنگین بنا دیتا ہے۔

۱۹- نہیں نہیں! مجھ سے سہو ہوا بلکہ ایسا لگتا ہے کہ بازی گری کے لیے لکڑی کا غازی برآمد ہوا ہے۔

۲۰- سنبلستان میں لالہ تمہیں ایسا دکھائی دے گا جیسے رات میں چراغوں کی صفیں روشن ہوں۔

۲۱- یہاں تک کہ بہار اس سے گل چینی کرتی ہے اس کی نگاہ جھکی ہوتی ہے اور لباس رنگین ہوتا ہے

۲۲- یہاں کے باغات کی کیاریوں میں سوسن کی سرسراتی موجیں سرمے کی مانند آنکھوں کو روشن کر دیتی ہیں۔

۲۳- جب تک اس سرزمین کا چمن نگاہوں میں سمائے، اسی دوران رقص کرتے ہوئے طاؤس کا پر نگاہوں کے پردے پر حائل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کی رنگینیاں متنوع ہیں۔

۲۴- تاریک دنوں والی بزم کے بعد اس چمن میں مشعل کی مانند روشن سیکڑوں نئی پتیاں نمودار ہوتی ہیں

۲۵- گستاخ قلم نے چونکہ اس سرزمین کے موسم بہار کا وصف بیان کر دیا، اس لیے یہ

مرجھائی ہوئی زرد زمردیں شاخ کی مانند ہو گیا ہے۔

۲۶- گل پوش بہار کی تعریف کرنے کے بعد اب خزاں کے بیان کی جانب متوجہ ہوتا ہوں۔

۲۷- یہاں کی بھری ہوئی انجمن میں خزاں کی آمد بہار کا عجیب وغریب سماں لے اڑی۔

۲۸- نشاط وکامرانی کا مقام گلشن نے اب زعفرانی لباس زیب تن کر لیا۔

۲۹- گلشن کیسا فرحت بخش مقام ہے جہاں ہر نخل برقی ستون معلوم ہوتا ہے۔

۳۰- ہر ہفتہ یہاں گلشن، دلہن کی مانند زربفت کا لباس پہن کر اپنی آرائش کیا کرتا ہے۔

۳۱- خزاں یہاں شاخ سے ایسی آتش بازی کرتی ہے جیسے پھلجڑی چھوٹ رہی ہو۔

۳۲- آم سے بھرا بھرا بلگرامی باغ جلوۂ بہار کی جولان گاہ معلوم ہوتا ہے۔

۳۳- بے شمار پتیوں کی سرسبزی وشادابی ایسی نگاہ افروز ہے جیسے زمرد کے تودے پڑے ہوں۔

۳۴- یہاں کا شہد آمیز سرخ آم درخت میں آویزاں ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ آم نہ ہو محبوب کا دل ہو۔

۳۵- یہاں موسم بہار کی بے تکلف آرائش دیکھو ایسا لگتا ہے کہ زمرد میں یاقوت جڑ دیے گئے ہوں۔

۳۶- اگر تمہیں یہاں کا سبز رنگ کا آم مل گیا تو ایسا محسوس ہوگا جیسے شراب افرنگ کا جام ہاتھ آ گیا ہو۔

۳۷- یہاں کا قابل افتخار زمردیں رنگ کا آم موسم بہار کے کان کا آویزہ لگتا ہے۔

۳۸- یہاں کا زرد آم بڑا روح پرور ہوتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے طلائی ساغر سے کوثر کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔

۳۹- بلگرامی چمن زاروں میں صبح صادق کے وقت چاند ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس نے شفاف روشنی کی چادر تان دی ہے۔

۴۰- یہاں ماہتاب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ شفاف سیماب ہے جو فضاؤں میں تیر رہا ہے اور کائنات اس کی روشنی میں چاندی کا فرش معلوم ہوتی ہے۔

۴۱- دیکھنے والی نگاہوں میں آسمان کا چاند ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شیشے میں بطخ کا انڈا تیر رہا ہے

۴۲- پانی میں چاند کے عکس کی جھلملاہٹ ایسی لگتی ہے جیسے سیماب اپنی جگہ لرز رہا ہو۔

۴۳- سبحان اللہ! یہ نور کی جھلملاہٹ کیسی خوش نما ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شعلۂ نور، برق کی مانند بے قرار ہے۔

۴۴- بلگرام میں جب ٹھنڈک کا موسم آتا ہے تو باد نسیم چلنے لگتی ہے۔

۴۵- اس موسم میں جگر سے نکلتا ہوا دھواں بھی شاخِ سنبل کی مانند افسردہ ہوتا ہے۔

۴۶- افسردگی جب حد سے سوا ہوتی ہے تو شیشے کی تسبیح [بارش] بادل سے برسنے لگتی ہے۔

۴۷- بلگرام میں گرمی کا عیش بار موسم، گرمیِ عشق کی طرح کارساز ہوتا ہے۔

۴۸- یہاں کی گرمی زندگی کا سرمایہ ہے، تم کہوگے کہ یہ تو جسم کی حرارت عزیزی کی مانند حیات بخش ہے۔

۴۹- بلگرام میں جب موسم برسات آتا ہے تو اس کے حسن کا جوبن بہاروں پر ہوتا ہے

۵۰- شوخ بادل ایسی اداؤں سے منڈلاتا پھرتا ہے جیسے پریوں کا جھنڈ محوِ پرواز ہو۔

۵۱- یہاں برسات بے مثل بادشاہ ہے جو فخر ومباہات کے نشے سے سرشار رہتا ہے۔

۵۲- وہ اپنی شان وشوکت کا آوازہ بلند کرتا جاتا ہے، سیاہ بادل کا پرچم اس کے آگے آگے لہراتا ہوا چلتا ہے۔

۵۳- کبھی وہ برق کی خون ریز تلوار چمکاتا ہے اور کبھی سیاہ بادل کی دل آویز ڈھال سامنے کردیتا ہے۔

۵۴- اُس کے پاس بہاریہ بارش کا ترکش بھی ہے اور قوسِ قزح کی رنگین کمان بھی۔

۵۵- [یہ عسکری ساز وسامان اس بادشاہ کے ساتھ اس لیے ہیں] تاکہ وہ روئے زمین پر قبضہ جمائے اور خزاں کے لشکر کو شکست سے دوچار کرے۔

۵۶- برسات کی رم جھم بارش، نشاط وطرب کے ورق پہ افشاں چن دیتی ہے۔

۵۷- اسی پسندیدہ موسم بہار کی دلکش ترجمانی تو قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ کرتی ہے: ''وظل ممدود وماء مسکوب'' [الواقعۃ: ۳۰-۳۱] ہمیشہ کے سائے اور مسلسل بہتے پانی میں۔

۵۸- ایسا لگتا ہے کہ ہوا کے درویش نے بے شمار سانسیں جلاڈالیں، یہاں تک کہ پیوند کے ٹکڑے جمع کرکے اس نے خرقہ تیار کرلیا۔

۵۹- ذکر جہر کے نشے سے وہ سرشار تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہزار دانوں کی تسبیح تھی۔

۶۰- موتیاں لٹانے والے بادل کی سرخی، بدخشاں کے خون دل میں لپٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

۶۱- زمانہ، شنگرفی موج لے کر آگیا تاکہ اسے طرب کے اوراق پر نچھاور کرے۔

۶۲- یہاں کے زرد بادل کی شادابی دیکھ کر، کہربا کے چہرے کا رنگ اُڑا اُڑا سا معلوم ہوتا ہے

۶۳- اس زمانے میں زعفرانی شراب کا دریا خوب جوش پر ہوتا ہے۔

۶۴- جب سفید بادل اٹھتا ہے تو سینے کا داغ مٹ جاتا ہے۔

۶۵- کیمیا اثر موسم بہار کے ہاتھوں، ہر سمت سیماب صفت بارش ہونے لگی۔

۶۶- ہر سمت سیاہ بادلوں کا ہجوم ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے سر پھرے حبشیوں کی صفیں جابجا کھڑی ہوں

۶۷- موسم برسات کی کسی رات بجلی کیا چمکی کہ ہرنوں کی صفیں جمع ہوگئیں۔

۶۸- بادل کی اٹکھیلیاں دلوں کو تاراج اور صبر کو غارت کردیتی ہیں۔

۶۹- بادل کی پھوار جان جلاتی ہے، اس کی بھیگی ہوا پر صبر وقرار لٹ جاتا ہے۔

۷۰- سارا صحرا اور سارے بام ودر سبز ہوجاتے ہیں بلکہ ساری کائنات، خوش بختی کی مانند سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے۔

۷۱- اس موسم برسات میں روز بروز نیزے کی مانند سرقد گل لالہ کا اگنا اور بادل سے قطرہ قطرہ بارش کا ہونا۔

۷۲- گل لالہ کا یہ دلکش منظر، جام ہاتھ میں اٹھا لینے پر مجبور کردیتا ہے اور ابر کا ترشح، مست کن شراب کے جام لنڈھاتا رہتا ہے۔

۷۳- ابر کے اس مبارک ترشح کے وقت آسمان اپنے غربال سے کوثر انڈیلتا رہتا ہے۔

۷۴- تاکہ اس شہر کے مکینوں کو صفائے قلب اور بے بہرہ زاہدوں کو دل کا درد عطا کرے۔

۷۵- پرندوں کا تاجور طاؤس یہاں کلاہ وتاج کے ساتھ اپنے پر پھیلائے رہتا ہے۔

۷۶- اس طاؤس نے زرروز سنہری قبا پہن رکھی ہے اور جوش طرب سے خوب لطف اندوز ہوتا ہے۔

۷۷- ہاں ہاں! یہاں پپیہا کی آواز مسیحا کی مانند بے جان جسموں میں زندگی کی لہر پیدا کردیتی ہے

۷۸- کوئل اپنے پرسوز نالوں سے سرسبز خرمن میں آگ لگاتی ہے۔

۷۹- بالکل سریلی بانسری کی طرح۔ حالانکہ اسی نرکل سے کوئل کے رنگ کا خمیر تیار ہوا ہے۔

۸۰- یہ کوئل چمن اور صحرا میں جلوہ گر رہتی ہے۔ اس کا وجود زمانہ کے چہرے کا دلکش تل معلوم ہوتا ہے

۸۱- کوئل کے وجود کے سیاہ رنگ ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس نے آہوں کے دھوئیں بہت کثرت سے جھیلے ہیں۔

۸۲- کوئل کی آنکھ عشق کے جوش اور مستی کی وجہ سے سرخ نظر آتی ہے، ایسا لگتا ہے جیسے عاشقوں کی آنکھ ہو جو خون دل سے دلبریز ہوتی ہے۔

۸۳- یہاں کی سیاہ بھڑ صنم پرستی کی علامت ہے، چونکہ اس نے جنون عشق کا جام پی

رکھا ہے، اس لیے اس کا وجود سیاہ ہے۔

۸۴- یہ زنبور شہر، دشت اور کہسار میں آوارہ گردی کرتا رہتا ہے۔ لطف یہ کہ اس کی حیثیت نقطۂ پرکار کی ہوتی ہے۔

۸۵- یہاں کا عشرت افزا ہر صفحۂ گل، کسی خوبصورت انتخاب کا نقطۂ پرکار معلوم ہوتا ہے

۸۶- موسم برسات کی دل آویز بیر بہوٹی کی بدولت کائنات، زعفران زار معلوم ہوتی ہے۔

۸۷- اس سرزمین کا شاہ بہار ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان نے اس پر یاقوت نچھاور کردئے ہوں۔

۸۸- جگنوؤں کے ہجوم کے سبب کائنات کا یہ اختر کدہ، آسمان کے لیے باعث رشک معلوم ہوتا ہے

۸۹- لوگوں کو یہاں جگنو ایسے نظر آتے ہیں جیسے رات خوشی کے مارے مسکرا رہی ہو۔

۹۰- اس عشرت انگیز شہر کا ہر کوچہ، کہکشاں کی دلکش شاہراہ نظر آتا ہے۔

۹۱- یہاں ہر سمت اداؤں والی محبوباؤں کی کثرت ہے جو اپنی نوک نگاہ سے لوگوں کے جگر رفو کرتی ہیں۔

۹۲- ان کی زلفیں قدموں تک دراز رہتی ہیں، ان کی بے نیاز نگاہیں سرمستیوں میں ڈوبی رہتی ہیں

۹۳- وہ اپنی نازوں بھری پیشانی کی شکن سے دیکھنے والوں کی نگاہیں باندھ دیا کرتی ہیں۔

۹۴- ان کے رخساروں پر پھیلے ہوئے خطوط، جوش نو بہار کا شیرازہ معلوم ہوتے ہیں۔

۹۵- وہ اپنی اداؤں/ ابروؤں کے خنجر سے مقابل کا پردۂ دل سینے تک چاک کردیتی ہیں۔

۹۶- ان کی پلکوں کی قاتل صفیں ہمہ دم نیزہ بازی میں مصروف رہتی ہیں۔

۹۷- ان کے خوبصورت قد و قامت اور دلکش نوخیز شادابی کے جلوے یہاں بکھرے ہوئے ہیں، یہاں ان کا قیامت خیز حسن ہے اور ناز و غمزہ کی گل ریز بہاریں ہیں۔

۹۸- چونکہ انہیں حیا کے سراپردہ میں نشست رکھنی ہے، اس لیے انہوں نے اپنی نگاہ پر مژگاں کی چلمن ڈال رکھی ہے۔

۹۹- ان کے گل بداماں لبوں سے تبسم کیا نمودار ہوتا ہے کہ ستارے خون شفق میں ڈوب جاتے ہیں۔

۱۰۰- ان کے بہار یہ سینے سے صبح کی پیشانی داغدار معلوم ہوتی ہے۔

۱۰۱- یہاں کے دلفگار عاشقوں نے عشق کی کلاہ کج کر رکھی ہے۔

۱۰۲- یہاں کے عشاق شعلہ طور کا ساغر چاٹتے ہیں اور شور منصور کے جام و مینا کھنگالتے ہیں

۱۰۳- آہ وزاری کی حالت میں آنسوؤں کا جو قطرہ بھی ٹپکتا ہے، وہ اضطرابی خیالات کا فانوس بن جاتا ہے[جس سے تصورات عشق جگمگا اٹھتے ہیں]

۱۰۴- یہاں تو جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے، خون کی موجیں رواں نظر آتی ہیں، نہیں نہیں میں نے غلط کہا بلکہ یہاں جنون عشق کا سلسلہ دراز ملتا ہے۔

۱۰۵- طالبان خدا کی ایک جماعت بھی یہاں جلوہ افروز ہے جن کے بابرکت وجود سے بزم توصیف کی رنگینی میں اضافہ ہے۔

۱۰۶- یہ طالبین خدا ایسی وحدت کے پاسبان ہوتے ہیں جس میں کثرت کے آثار نمایاں ہیں۔ توحید کے نشے سے ایسے سرشار ہوتے ہیں کہ ہر غیر خدا کی نفی کرتے ہیں۔

۱۰۷- یہ وجود کے سارے طور کو یک رنگ دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں تحیر کے آثار نمایاں رہتے ہیں۔

۱۰۸- یہ بزم ہستی کی مینا توڑ دیتے ہیں اور حق پرستی کی شراب میں ڈوبے رہتے ہیں۔

۱۰۹- انہوں نے دل اپنے محبوب کے لیے فرش راہ کر رکھے ہیں جس کا نام رحمٰن ہے جو عرش پر استوا فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

۱۱۰- انہوں نے وادی شریعت طے کر کے مقام حقیقت تک رسائی حاصل کرلی ہے۔

۱۱۱- وہ اپنی توحید آگیں نگاہوں سے حسن ازل کا مشاہدہ کیا کرتے ہیں۔

۱۱۲- یہ کعبۂ دل کے طواف میں ہمہ دم مصروف رہتے ہیں اور اپنے نفس کی قربانی دیتے رہتے ہیں۔

۱۱۳- ”کنتُ کنزاً مخفیاً“ کا خزانہ پانے کے لیے یہ دل اور دین کی پاکیزہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں

۱۱۴- یہ کفر و اسلام کی ظاہری سرحدوں سے بالا ہو کر توحید حقیقی سے لطف اندوز ہو چکے ہیں اور احکام اسلام کی پیروی چھوٹنے کے خوف سے بے نیاز ہو چکے ہیں[کیونکہ یہ عاشقین حسن الٰہی، فرائض و واجبات اور سنن تو ادا کرتے ہی ہیں۔ یہ اتنے مستحبات اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں کہ دوسرے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے]

۱۱۵- یہاں کے ہر سخن ساز گلی کوچے کے نکڑ پر دقیقہ سنجوں اور نکتہ پردازوں کی صفیں نظر آئیں گی

۱۱۶- ان کے بیانات کا انداز بلند ہوتا ہے، گویا وہ معانی اور بدیع کی کلید ہیں۔

۱۱۷- اگر میں اس شہر کے جنگجو افراد کے اوصاف بیان کروں تو میرا بیان دشمن کے حلق

میں زہر کی مانند محسوس ہوگا۔

۱۱۸- ان کے شرارے کی مانند اڑنے والے تیروں کے زخم تو جنگل کے شیروں نے اٹھائے ہیں

۱۱۹- اس صحرا میں ان کی چمکدار تلوار کی کاٹ سے خورشید ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے اس کا سر قلم کر کے طشت میں رکھ دیا ہو۔

۱۲۰- آسمان کے ستارے، ستارے نہیں معلوم ہوتے۔ایسا لگتا ہے کہ جنگ کے عالم میں بلگرامی بہادروں نے آسمان کے چہرے پر نیزے مارے ہوں۔

۱۲۱- بلگرامی خوش نواؤں کے نغموں سے ایک زمانہ گونج رہا ہے۔

۱۲۲- ان کے تازہ نغموں کی رنگینیاں، زندگی کے خوش نما چہرے پر غازہ مل دیتی ہیں۔

۱۲۳- اس دیار کے ہر بچے کی اٹھان، نغمہ وسرخود کی فریفتگی پر ہوتی ہے۔

۱۲۴- بلگرام کے ایک کنارے رود گنگا ہے جہاں سے لاکھوں طرز کے چشمے ابلتے ہیں۔

۱۲۵- یہاں ستارے، ستارے نہیں لگتے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گنگا کی موجوں نے گہرائی سے موتیاں نکال کر ساحل پر بکھیر دی ہیں۔

۱۲۶- سرمست اور تیز رفتار اونٹ کی مانند یہ موجیں لب پر جھاگ اور منھ کے اندر خس وخار رکھتی ہیں۔

۱۲۷- اس گنگا کا پانی بہار ینگ رکھتا ہے، بالکل جنگجو کی معلوم ہوتا ہے[کہ لب ہلہ بولےگا تب ہلہ بولےگا]

۱۲۸- یہاں آب گنگا نے بادصبا کی پوستینی زرہ پہن رکھی ہے اور گرداب نے ڈھال کی صورت اختیار کر رکھی ہے

۱۲۹- گنگا نے اپنے سر پر حباب کا خود زیب سر کر رکھا ہے اور موجوں کا خنجر ہاتھوں میں سنبھال لیا ہے

۱۳۰- تا کہ غم کی صفوں کو شکست دے کر اقلیم طرب پر قبضہ جما سکے۔

۱۳۱- اس شہر بلگرام کی دوسری جانب تالاب ہے جسے موج خیز ماہتاب کا آئینہ کہئے۔

۱۳۲- آب حیات اس کی بدولت پر جوش انداز میں رواں ہے۔اس تالاب نے ماتم کرنے والوں کی طرح سیاہ چادر اوڑھ رکھی ہے۔

۱۳۳- سبحان اللہ! یہاں کی پر شکوہ عمارتوں کے کیا کہنے۔ان کی شان وشوکت بیان سے بالاتر ہے۔

۱۳۴- اس کی بلند دیواروں نے رفعت اور بالائی میں عرش پر کوچہ بندی کر رکھی ہے۔

۱۳۵- یہ عمارتیں، شریعت مطہرہ کی اساس کی مانند محافظ اور سچی دوستی کی مانند مضبوط اور مستحکم ہیں۔



مثنوی معراج الکمال

نتیجۂ فکر: علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ، ترجمہ: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱- ایں نامہ کہ تحفۂ گرامی ست	از میر جلیل بلگرامی ست
۲- علامۂ بے نظیر عالم	مفتاح کنوز علم آدم
۳- پیرایۂ منصب سیادت	سرمایۂ عنصر سعادت
۴- نقشِ خوش خاتم النبیین	روشن کن نام آلِ یٰسین
۵- لبریزِ افادہ محفل او	ہم جام جہاں نما دلِ او
۶- میخانہ طرازِ فیض ایام	صہبائے نُہہ آبگینہ در جام
۷- کشّاف رموزِ علم منقول	حلّال عقود فن معقول
۸- برجاست اگر زند دم علم	عرش است محیط عالم علم
۹- شورش بد ماغ خافقین است	الثالث للمعلّمین است
۱۰- بیدار بخوابگاہ ہستی	درعشق حمام حق پرستی
۱۱- مہتابِ صفا، ضمیر پاکش	پروردۂ نور آب و خاکش
۱۲- درعلم وعمل بلند شان است	یعنی کہ مجدد زمان ست
۱۳- حقا کہ بایں تقدس ذات	کم آمدہ جامع الکمالات
۱۴- با ایں ہمہ داشت ہوش مندی	درترکی و فارسی و ہندی
۱۵- ایں ہا زوفورمایۂ اوست	ورنہ ہمہ دون پایۂ اوست
۱۶- القصہ بعہد نوجوانی	زد کوس بلند نکتہ دانی

۱۷- صد رنگ فسوں بخامہ آمیخت   طرح نیرنگ مثنوی ریخت
۱۸- شد در صفتِ وطن سخن ران   حُب الوطن است جزو ایمان
۱۹- گر مدح وطن کنند برجاست   حق ہم بہ ثنائے مکہ گویاست
۲۰- جزوے دو سہ از ثنا طرازی   آمد بہ بیاض سحر سازی
۲۱- یک خیل پری رخان طناز   کردند نقاب حسن خود باز
۲۲- از گلشن طبع تازہ آئین   زد جوش خیال ہائے رنگین
۲۳- امواج خیال کردنامش   ایں بحر بشُست حرف لامش
۲۴- لامش کہ بشکل زلف یارست   خود را پیچیدہ برکنارست
۲۵- طبعش بادائے سحر آمیز   درعلم ترانہ شد گہر ریز
۲۶- یک پارہ قواعد زبانی   آمد بقلم چنانکہ دانی
۲۷- می خواست نوا بلند سازد   ویں علم تمام بند سازد
۲۸- اما ملک مخالف آہنگ   ایں نقش فرو گذاشت بے رنگ
۲۹- تنہا نہ ترانہ ماند بیکار   بشناس ازیں قبیل بسیار
۳۰- انداختہ تیغ فکرت دل   یک بادیہ صیدنیم بسمل
۳۱- صد قافلہ بندۂ پری زاد   زندانی چاہ ماندہ فریاد
۳۲- الف و نود و سہ بود از سال   کیں نسخہ گرفت نیم تمثال
۳۳- صد حیف کہ از فریب ایام   ایں نسخہ نیافت شکل انجام
۳۴- سر پیچش گردش زماں ماند   تہہ کردہ چو غنچۂ خزاں ماند
۳۵- طرّاح سخن ندید گاہے   در عمر خودش بہ کم نگا ہے
۳۶- تا رخت بہ عالم بقا بست   احرام حریم کبریا بست
۳۷- تاریخ رسید در نظر ہا   علامہ رفت وہم ہنرہا [۱۱۳۸ھ]
۳۸- دیدم ایں نسخۂ پریشاں   چوں کا کل آہِ سینہ ریشاں
۳۹- نورس چمنے چو بال طاؤس   اما نگراں بچشم افسوس
۴۰- دادم ترتیب ایں چمن را   سرو و گل ولالہ وسمن را

۴۱- ہر غنچہ کہ بود بے تبسم   کردم چو دہانِ دلبرش گم
۴۲- مشت گہرے کہ بود بے سلک   در رشتہ کشید اصبع کلک
۴۳- اندوخت بنات نعش زیبا   رعنائی جلوۂ ثریا
۴۴- دریافت سعادت گرامی   زآرائش ایں سواد نامی
۴۵- مستر شد آں یگانہ اوستاد   سبط و تلمیذ بندہ آزاد
۴۶- از خود گل چند قابلِ بُو   افشاند بپائے نامۂ اُو
۴۷- بکشا نظرے کہ کار بستم   در پائے سخن نگار بستم
۴۸- ایں ہوش رُبا عروس نادر   جا کرد بہ کرسی جواہر
۴۹- شک نیست کہ روحِ اُوشود شاد   از جلوۂ حسنِ ایں پری زاد
۵۰- ایں نسخہ کہ ہست یادگارش   ریحانِ ترے ست برمزارش
۵۱- بر مفتح ایں کتاب نہہ گوش   درشوقِ طوافِ کعبہ روپوش
۵۲- امّا تہہِ خاک رفت خورشید   ناکردہ طلوعِ صبحِ امید
۵۳- پیداست کہ ہیچ بندہ را کام   بے حکم قضانمی شود رام
۵۴- امسال کہ شوق خضر راہم   آورد بخانۂ الٰہم
۵۵- یک عمرہ گذاردم بنامش   مقصود امید شد بدامش
۵۶- دیں طرفہ کہ داستان معلوم   از عمر زیادہ نیست منظوم
۵۷- چوں در حرم نبی رسیدم   بوس از لب آستانہ چیدم
۵۸- از جانب اوسلام گفتم   اخلاص دلی تمام گفتم
۵۹- در ہر دو مکان جنت آباد   کردم بدعائے مغفرت یاد
۶۰- ویں خاتمہ یافت طرح رنگین   برمرقد خاتم النبیین
۶۱- صد رنگ صلوٰۃ برروانش   گلہائے سلام ارمغانش
۶۲- نازم بہ نصیب نظم اوستاد   جان سخنم فدائے او باد
۶۳- گر اول عمر ماند نا کام   آخر بمدینہ یافت انجام
۶۴- آغاز بہ بلگرام گردید   دراصل وطن تمام گردید

۶۵- آہستہ رسید وچست آمد　　دیر آمدنش درست آمد
۶۶- تاریخ شنو زفال میمون　　آراستہ شد سواد موزون
۶۷- زاں عہد کہ طرح ایں مقال است　　تا حال قریب شصت سال است
۶۸- امید کہ ایں بہار گل جوش　　بارنگ قبول باد ہم دوش
۶۹- یارب بشفاعت محمد　　یا رب بجناب آل احمد
۷۰- آں ناظم گوہر سخن را　　ویں خاتم دفتر سخن را
۷۱- محشور بآل فاطمہ کن　　مسرور بحسن خاتمہ کن

خاکپائے سخنوراں نامی بندہ غلام محمد خان واصل بلگرامی بتصحیح تحریفات آں پرداختم دایں شاہد رعنا وزیبا را باز بر شکل اصلی آوردہ برائے نظارۂ مشتاقانِ ہرہفت ساختم فقط۔ حسب حکم مکرم ومعظم جناب سید محمد ابراہیم چچا صاحب قبلہ مدظلہ العالی کہ حسب اتفاق زمانہ وبتقاضائے آب ودانہ وارد مارہرہ بودم از دست وقلم ہیچ مداں احقر الکونین تبارک حسین بن سید بندہ حسن صاحب مرحوم ومغفور حسینی واسطی بلگرامی حلیہ تحریر پوشید، فقط ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ

[مثنوی معراج الکمال تکملۂ امواج الخیال، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، احسن فارسیہ، ورق ۴-سطر ۱۲-سائز ۳۰۷×۵، ۱۰، [۵۵۱۴، ۱۳۸۹۱/۲/۱]

ترجمہ: ۱- یہ نظمی تحریر حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی کا گرانقدر تحفہ ہے۔
۲- جو اس جہان کے بے نظیر علامہ اور انسانی علوم کے خزانوں کے کلید ہیں۔
۳- جو منصب سیادت کی آرائش اور خمیر سعادت کا سرمایہ ہیں۔
۴- جو خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقش جمیل ہیں اور جن کے دم سے خانوادۂ نبوت کا نام روشن ہے
۵- جن کی محفل افادات سے لبریز رہا کرتی ہے اور جن کا ستھرا دل، جام جہاں نما ہے۔
۶- جن کے ایام، میخانے کی مانند فیض رساں ہیں جہاں جام پہ جام لنڈھائے جاتے ہیں۔
۷- جن کی ذات گرامی دینی علوم کے اسرار ورموز منکشف کرتی ہے اور عقلی فنون کی گرہیں کھولتی ہے
۸- اگر وہ ہمہ دانی کا دعویٰ کریں تو انہیں زیبا ہے، کیونکہ ان کی ذات گرامی، کائنات علم کے آسمان کا عرش ہے۔
۹- آپ کے علمی رعب وجلال کا غلغلہ مشرق ومغرب کے دانشوروں میں ہے۔ لوگ

آپ کو معلم ثالث کہتے ہیں [معلم اول ارسطو اور معلم ثانی ابونصر فارابی کا لقب ہے]
۱۰- آپ خواب گاہ ہستی میں بیدار ہیں اور حق پرستی کی فاختہ سے آپ کو عشق ہو گیا ہے
۱۱- آپ کا پاک ضمیر، صدق وصفا کا ماہتاب ہے۔ آپ کے وجود کا خمیر نور میں ڈھالا گیا ہے۔
۱۲- علم وعمل میں آپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے، گویا آپ مجدد عصر ہیں۔
۱۳- واقعہ یہ ہے کہ ایسی جامع الکمالات اور قدسی صفات ذات کریم بہت کم وجود میں آئی ہے۔
۱۴- ان تمام کمالات کے ساتھ ساتھ ترکی، فارسی اور ہندی زبانوں میں بھی آپ کو مہارت حاصل ہے
۱۵- یہ سارے اوصاف آپ کے کمال قدرت کی نشانیاں ہیں، ورنہ آپ کا مرتبہ ان سے بلند ہے۔
۱۶- نوجوانی میں ہی آپ کی نکتہ دانی کا شہرہ ہو چکا تھا۔
۱۷- آپ نے سیکڑوں کرشمائی انداز اپنے قلم میں ضم کئے تب جاکر اس نے مثنوی امواج الخیال کی بنیاد رکھی
۱۸- آپ نے اپنے وطن عزیز بلگرام کے اوصاف بیان کرنا شروع کئے اور کیوں نہ ہو جب کہ وطن کی محبت جزو ایمان ہے۔
۱۹- اگر آپ وطن کی مدح سرائی کرتے ہیں تو بجا ہے، حق تعالیٰ نے بھی مکہ معظمہ کی مدح وثنا فرمائی ہے
۲۰- وطن عزیز کی مدح وثنا کا دو تہائی حصہ ہی سحر ساز بیاض میں رقم ہو پایا۔
۲۱- شوخ ادا پری پیکروں کی ایک جماعت نے اپنی نقاب حسن اتار دی۔
۲۲- طبع رسا کے تازہ کار گلشن سے رنگین اور دلکش خیالات ابھرے۔
۲۳- اس کا نام "امواج خیال" رکھا جس کی بحر نے خیال کی ساری ژولیدگیاں دھو دیں۔
۲۴- "امواج خیال" کے لام نے، لپٹی ہوئی زلف یار کی مانند خود کو حاشیے پر ڈال رکھا ہے
۲۵- حضرت علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی کی طبع رسا ساحرانہ اداؤں کے ساتھ علم کے ترانے گانے لگی
۲۶- جیسا کہ معلوم ہے زبانی قواعد پر ایک کتاب آپ نے تحریر فرمائی۔
۲۷- آپ کی خواہش ہوئی کہ بلند آہنگ سے نغمہ ریزی ہو اور اس میں علم کے کمالات سمودیئے جائیں
۲۸- لیکن حضرت ملک الموت نے اس نقش علم کو رنگ آمیز نہ ہونے دیا۔
۲۹- لیکن صرف ترانہ بھی بے مصرف نہیں ہوتا، اس سے بہت سی چیزوں کا سراغ تمہیں مل جائے گا۔
۳۰- آپ کی فکر کی تلوار نے ایک جہان کے دل کو گھائل کر رکھا ہے۔
۳۱- پری زاد غلاموں کے سیکڑوں قافلے آپ کی محبت کے اسیر ہو کر آپ سے نگاہ کرم کے فریادی ہیں
۳۲- ۱۰۹۳ھ میں مثنوی امواج الخیال کا یہ نسخہ نیم مکمل ہوا۔

۳۳- صد افسوس کہ قربِ ایام کے سبب یہ مثنوی مکمل نہ ہو سکی۔
۳۴- گردشِ زمانہ کی تہوں میں خزاں رسیدہ غنچے کی مانند یہ مثنوی لپٹ کر رہ گئی۔
۳۵- خود شاعر اپنی زندگی میں ضعفِ بصارت کی وجہ سے اسے کبھی ملاحظہ نہ کر سکے۔
۳۶- یہاں تک کہ عالمِ بقا کے سفر کا سامان تیار کر لیا اور حریمِ کبریا کا احرام زیبِ تن کر لیا۔
۳۷- آپ کی تاریخِ رحلت کا مصرع یہ سمجھ میں آیا: "علامہ رفت وہم ہنر ہا" [۱۱۳۸ھ]
علامہ اور علم و ہنر دونوں ساتھ ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔
۳۸- میں نے آپ کی مثنوی امواج الخیال کے اس نسخے کو ایسا منتشر پایا جیسے زخمی دلوں سے آہوں کا دھواں اٹھ رہا ہو۔
۳۹- یہ مثنوی کسی مور کے پر کی مانند چمن کی دلکش نوشگفتہ کلی تھی لیکن اپنے بے سر و سامان وجود کو حسرت و افسوس کے ساتھ ٹکٹکی باندھ کر دیکھے جا رہی تھی۔
۴۰- تب میں نے یہ چمن ترتیب دیا اور اس کے سرو گل اور لالہ و یاسمن کو سلیقے سے لگایا۔
۴۱- جس غنچے پر بھی تبسم نہیں تھا، میں نے اسے محبوب کے دہن کی مانند گم کر دیا۔
۴۲- تھوڑی سی موتیاں جو بے سلیقہ بکھری ہوئی تھیں، انہیں قلم کی انگلیوں نے لڑی میں پرویا۔
۴۳- اب جا کر ستاروں کے اس دلکش جھرمٹ [مثنوی] نے ثریا کی رعنائیاں حاصل کر لیں
۴۴- حضرت علامہ نامی کی اس تحریر کی ترتیب و آرائش کی گرامی سعادت......
۴۵- اس بندۂ آزاد نے حاصل کی جو اُس بے مثل اور یگانۂ روزگار استاذ کا مسترشد، نواسہ اور شاگرد ہے۔
۴۶- اپنی جانب سے اس بندۂ آزاد نے چند خوشبودار گلاب اس علامہ جلیل کی اس گرامی تحریر کے قدموں میں نچھاور کر دیئے۔
۴۷- ذرا آنکھیں کھول کر تو دیکھو میں نے کون سا کارنامہ انجام دیا، میں نے لفظوں کو محبوب کی صورت دے دی ہے۔
۴۸- یہ نادر اور ہوش ربا عروس، جواہرات سے مرصع کرسیوں پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔
۴۹- اس پری زاد [مثنوی] کے حسین جلوؤں سے یقیناً علامہ نامی کی روحِ مبارک خوش ہوگی
۵۰- علامہ نامی کی یادگار مثنوی کا یہ نسخہ، آپ کے مزارِ مبارک پر تر و تازہ گلاب کی مانند ہے
۵۱- اس کتاب [مثنوی] امواج الخیال کے آغاز میں خیال تھا کہ شاعر طوافِ کعبہ معظمہ کے شوق میں جلد ہی حرمین طیبین کو روانہ ہوں گے۔

۵۲- لیکن صبحِ امید طلوع ہونے سے پہلے ہی آفتاب خاک میں جا چھپا۔
۵۳- خوب ظاہر ہے کہ جب تک فیصلۂ الٰہی نہ ہو، بندے کا کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔
۵۴- امسال [۱۱۵۲ھ میں] جب کہ میرے راہنما شوق نے مجھے اللہ کے گھر میں پہنچا دیا۔
۵۵- تو میں نے ایک عمرہ اپنے نانا اور استاذ حضرت علامہ عبدالجلیل نامی علیہ الرحمہ کے نام سے ادا کیا۔ اس طور سے ان کا مقصد امید پورا ہو گیا۔
۵۶- یہ بات بھی پتہ ہے کہ میری عمر بہت زیادہ نہیں رہ گئی۔
۵۷- جب میں حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آستانہ مبارکہ کا بوسہ لیا۔
۵۸- میں نے دربارِ رسالت میں حضرت نامی کا بھی پر خلوص سلام پیش کیا۔
۵۹- دونوں جنت نشاں مقامات [مکہ معظمہ، مدینہ منورہ] میں، میں نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔
۶۰- اس نظم معراج الخیال کا دلکش اختتام حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ پر ہوا۔
۶۱- آپ کی روحِ مبارک کے حضور سیکڑوں درود اور گلہائے سلام کے تحفے نذر ہیں۔
۶۲- میں اپنے استاذ کی نظم کے نصیبے پر ناز کرتا ہوں، میرے فکر و سخن اس پر قربان۔
۶۳- گو ابتدائی دور میں وہ نامکمل رہی آخر کار مدینہ منورہ میں تکمیل کو پہنچی۔
۶۴- اس نظم کا آغاز بلگرام میں ہوا اور اصل وطن مدینہ میں مکمل ہوئی۔
۶۵- اس نظم کی رفتار ابتداءً سست رہی پھر یہ تیز گام ہو گئی، اس کی تاخیر اس کے لیے با برکت رہی [کہ مدینہ منورہ کی مقدس فضا میں تکمیل کو پہنچی]
۶۶- اس نظم کا مبارک تاریخی مصرعہ سنوعہ آراستہ شد سواد موزوں [۱۱۵۲ھ] موزوں تحریر آراستہ ہو گئی۔
۶۷- اس نظم کو مکمل کرتے وقت میری عمر تقریباً ساٹھ سال ہو چکی ہے۔
۶۸- امید ہے کہ گلاب کھلانے والی یہ بہار یہ نظم شرفِ قبولیت سے سرفراز ہوگی۔
۶۹- اے اللہ! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور ان کی بابرکت آل کے طفیل......
۷۰- اس نظم نگار بندۂ آزاد کو، جس نے یہ دفترِ سخن مکمل کیا......
۷۱- آلِ فاطمہ کے ساتھ حشر عطا فرما اور حسنِ خاتمہ کی خوش کن نعمت عطا کر۔ آمین!

کتابیات

۱- القرآن الحکیم

۲- ابجد العلوم-نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی،صدیقی پریس بھوپال ۱۲۹۶ھ

۳- اسلامی انسائیکلوپیڈیا،سید قاسم محمود،الفیصل پبلی کیشنز،لاہور

۴- اشعار متفرقہ قلمی،میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ-اندراج:891.5511/20 احسن فارسیہ

۵- اصح التواریخ،تاج العلماسید اولاد رسول محمد میاں قادری،برکاتی پبلشرز،کراچی

۶- امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں علامہ یٰسین اختر مصباحی،دار القلم،دہلی

۷- اہل سنت کی آواز،۲۰۰۸ء،برکاتی دار الاشاعت،خانقاہ برکاتیہ مارہرہ،ضلع ایٹہ

۸- بحر طویل قلمی،میں سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم،یونیورسٹی،علی گڑھ،اندراج:احسن فارسیہ 891.5511/19

۹- بدائع الصنائع فی احکام ترتیب الشرائع،ملک العلما ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی،مطبعۃ الجمالیہ،مصر ۱۹۱۰ء

۱۱- بہار شریعت-صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی قادری رضوی،فاروقیہ بکڈپو،دہلی

۱۲- تاریخ بلگرام،سید فرزند احمد صفیر بلگرامی،بک سینٹر،فاطمہ منزل،ڈگی روڈ،علی گڑھ

۱۳- تاریخ خاندان برکات،تاج العلماسید اولاد رسول محمد میاں قادری،برکاتی پبلشرز،کراچی

۱۴- تاریخ ہندوستان،مولوی محمد ذکاء اللہ مطبع انسٹی ٹیوٹ،علی گڑھ،۱۹۱۵ء

۱۴- تبصرۃ الناظرین،سید محمد شاعر بلگرامی،قلمی مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ،مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،اندراج:۲۰۴،یونیورسٹی کلکشن فارسیہ اخبار/مخطوطہ برلن،جرمنی

۱۵- تدوین قرآن،علامہ محمد احمد مصباحی،المجمع الاسلامی،مبارک پور،اعظم گڑھ

۱۶- تذکرۂ علمائے اہل سنت،مولانا محمود احمد قادری،کانپور،۱۳۱۹ھ

۱۷- تذکرۂ علمائے ہند،مولوی رحمٰن علی،مترجم:ڈاکٹر محمد ایوب قادری،مشہور آفسیٹ پریس،کراچی ۱۹۶۱ء

۱۸- تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی،سید ابوالحسن علی ندوی،ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۹- تنقید الکلام فی تحقیق فتح البلگرام،سید شاہد حسین رضوی نقاد سندیلوی ثم بلگرامی،بشیر المطابع

۲۰- حدائق بخشش،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،رضا اکیڈمی،ممبئی

۲۱- حیات اعلیٰ حضرت،ملک العلما شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی،قادری بکڈپو،بریلی شریف

۲۲- دستور الحجی،قلمی،مولانا سید ضیاء اللہ بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ،مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،اندراج:احسن فارسیہ 891.5528/2

۲۳- رد المحتار [شامی]،سید محمد امین ابن عابدین شامی،مکتبہ نعمانیہ دیوبند

۲۴- رسالہ فی سلاسل الصوفیہ،قلمی،مفتی محمد سعد اللہ بریلوی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،اندراج:احسن عربیہ،۵/۷،۲۹۷

۲۵- رسالہ قشیریہ،شیخ ابوالقاسم عبد الکریم ابن ہوازن،مصطفےٰ بابی حلبی،مصر ۱۹۴۰ء

۲۶- روضۃ الکرام قدیم ایڈیشن،سید وصی الحسن واسطی بلگرامی،مطبع حکیم برہم،گورکھپور،۱۹۲۰ء

۲۷- روضۃ الکرام،جدید ہندوستانی ایڈیشن،سید وصی الحسن زیدی،ترتیب جدید وتکملہ:سید احمد رضا آزاد بلگرامی،غازی منڈی،لکھنؤ ۱۹۴۱ء

۲۸- روضۃ الکرام،پاکستانی ایڈیشن،سید وصی الحسن زیدی تتمہ سید نقی الحسن زیدی واسطی،ناظم آباد،کراچی ۱۹۹۴ء

۲۹- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان،علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی،ناشر:ملک الکتاب میرزا محمد شیرازی،ممبئی،۱۳۰۲ھ

۳۰- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف،سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری،اردو ترجمہ:پروفیسر سید محمد امین قادری،برکاتی پبلشرز کراچی

۳۱- سرو آزاد،علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی،کتب خانہ آصفیہ،حیدرآباد،دکن

۳۲- سفینۂ بے خبر قلمی میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،اندراج:احسن فارسیہ 920/8

۳۳- سلاسل الانوار فی سیر الابرار قلمی،میر سید نوازش علی فقیر بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ-اندراج:احسن فارسیہ 920.24

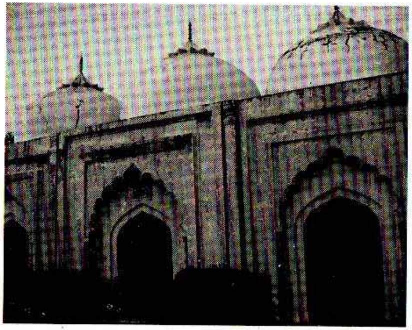
۳۴- سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات،پروفیسر خلیق احمد نظامی،ندوۃ المصنفین،دہلی،۱۹۵۸ء

۳۵- سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات،قلمی،علامہ میر غلام علی آزاد،بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،اندراج:احسن فارسیہ-۹۲۰،۲۳

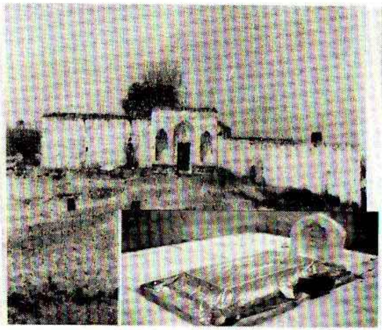
۳۶- سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی رضوی-حیات اور شاعری،ساحل شہسرامی،علیگ،خانقاہ غیاثیہ شریفیہ،محلہ دائرہ،شہسرام،۲۰۰۲ء

۳۷- شجرۂ طیبہ قلمی،علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ،مسلم

یونیورسٹی، علی گڑھ، اندراج: حبیب گنج فارسیہ تاریخ العلماء، ۱۱/۳۳
۳۸- غبارِ خاطر، مولانا ابوالکلام آزاد، ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی، ۲۰۰۹ء
۳۹- طبقات ناصری، قاضی منہاج سراج جوزجانی [تالیف: ۶۵۸ھ] انجمن تاریخ افغانستان کابل ۱۳۴۲ھ
۴۰- فتاویٰ رضویہ جدید، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا فاؤنڈیشن، لاہور
۴۱- فتاویٰ ملک العلماء، ملک العلماء علامہ شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی، ترتیب وتقدیم: ساحل شہسرامی [علیگ]، المجمع الرضوی محلّہ سوداگراں، بریلی شریف
۴۲- کاشف الاستار قلمی، اسد العارفین سید محمد حمزہ عینی، خانقاہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ، ضلع ایٹہ
۴۳- کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ملا کاتب چلپی حاجی خلیفہ، اصح المطابع، کراچی
۴۴- مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام فارسی، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ۱۳۴۷ھ
۴۵- مآثر الکرام [اردو]، ترجمہ: مفتی محمد یونس رضا اویسی، المجمع الرضوی، بریلی شریف
۴۶- مثنوی بے خبر قلمی، میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اندراج: احسن فارسیہ ۱۴/۸۹۱.۵۵۱۴
۴۷- مثنوی معراج الکمال قلمی، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اندراج: 891/5514/13/2
۴۸- مختصر تاریخ اہل ہند، ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، اردو ترجمہ: ایچ آر ولیم، نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۱ء
۴۹- مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین، مولوی مرزا محمد عبدالستار بیگ شہسرامی، مطبع فیض منبع آگرہ
۵۰- مقالات شارح بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، دائرۃ البرکات، گھوسی، ضلع مئو
۵۱- نایکا بھید، قلمی، علامہ میر عبدالجلیل نامی بلگرامی، دائرۂ قادریہ بلگرام شریف
۵۲- النشر فی القراءات العشر - امام محمد جزری، مصطفےٰ البابی، مصر
۵۳- نظم اللآلی فی نسب السید علاء الدین العالی، سید محمد بن سید غلام نبی، قلمی مخطوطہ دائرۂ قادریہ بلگرام شریف
۵۴- النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری، اردو ترجمہ: ساحل شہسرامی [علیگ]، سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام
۵۵- وصایا شریف، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، دار القلم، دہلی
۵۶- ہردوئی جھیتر کی اتہاسک سانسکرتی دھروہر ہاے کرشن چترویدی، ضلع ادھیکاری آکانشا پبلی کیشن، ہردوئی، ۱۹۹۹ء
۵۷- ہفت روزہ خطیب دہلی



مسجد حضرت سید محمد مبارک محدث بلگرامی قدس سرہٗ، حضرت کی خانقاہ کے احاطہ میں یہ مسجد واقع ہے۔
اسی احاطے کے ایک گوشے میں کہیں آپ آرام فرما ہیں لیکن مزار مبارک بے نشان ہے۔



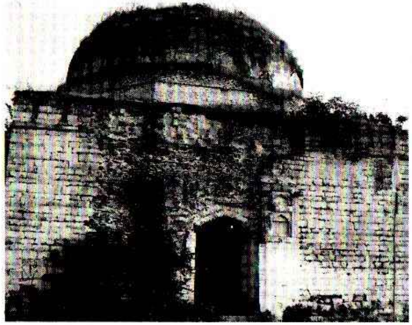
۱- درگاہ حضرت سید امیر حسن سنجری قدس سرہٗ
۲- مزار مبارک حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ [خلد آباد، مہاراشٹر]



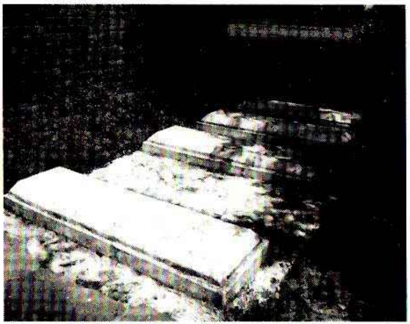
۱- قلعہ کی جامع مسجد جسے شیر شاہ سوری نے بنوایا۔ یہی قلعہ حضرت سید محمد صغریٰ نے ۶۲۷ھ میں تعمیر کرایا تھا۔
۲- قلعہ کا قدیم کتبہ جو سیدواڑہ کی مسجد کی شمالی دیوار میں نصب ہے۔



فاتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے بڑے شاہزادے
حضرت سید محمد سالار معروف بہ مخدوم صاحب قدس سرہٗ



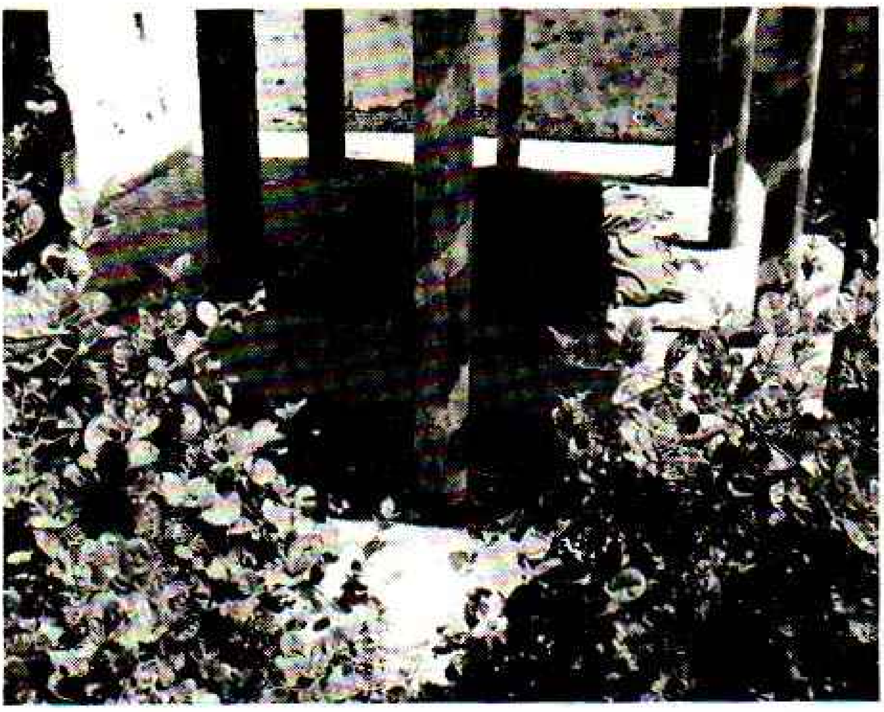
صاحب مرآۃ المبتدین سید محمد شریف کے صاحبزادے حضرت سید محمد عمر واسطی
بلگرامی قدس سرہما کا روضۂ مبارکہ [چاندپور]



سید تاج الدین حجرہ نشین [کوٹھریا پیر] قدس سرہٗ کا مزار مبارک،
غالباً بائیں سے پہلا مزار مبارک۔



مسجد سید العارفین میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ
جس میں آپ چھ چھ مہینہ معتکف رہتے تھے۔



مزارات طیبہ [بائیں سے دائیں]: ١- میر سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ،
٢- میر سید نوازش علی بلگرامی قدس سرہٗ ، ٣- نامعلوم